

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

احمد علیہ السلام سالہ مصنفہ فضل العلماء جناب فاضل مولانا محمد اشرف علی حسنا دامت برکاتہم

تعلیم الدین مع مکمل الیقین

خلاصہ سائنس و اسلام

بعد نظر ثانی و اضافہ و ترمیم حضرت لغات برکاتہم

جناب مولانا مولوی محمد حبیب اللہ
بہت نامہ نشی محمد بلال کرم بخش مالکان کارخانہ
بدلی سٹیم پریس ساڈھوہ (انبالہ) مطبوعہ کر دیہ

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲	تمہید ترجمہ رسالہ النہد الدین	۴۳	استیذان	۵۸	فصل حدیثیں
۳	آغاز اصل کتاب	"	مصافحہ و معالقدہ قیام	"	حب دنیا میں
۶	حقایق و تصدیقات	"	بیٹھنا۔ لیٹنا۔ چلنا	"	بغل میں
۱۳	فصل شتمل مضامین خلی	۴۴	آداب مجلس	"	حرص میں
۱۴	اشراک فی العلم	۴۵	آداب متفرقہ	"	حب جاہ
"	اشراک فی تصرف	۴۶	حفظ لسان	"	ریا
"	اشراک فی العبادۃ	۴۷	حقوق و خدمت	۶۰	تکبر میں
"	اشراک فی العادۃ	۵۰	سلوک و مقامات	"	عجب
۱۵	پرعات القبور	۵۱	پہلا باب بیعت میں	"	غزوہ
۶	پرعات الرسوم	۵۲	دوسرا باب یا ضت و مجاہدہ میں	۶۱	تیسرا باب مسائل فرعیہ میں
۱۶	بعض کبار	۵۳	فصل پہلی توہین میں	۶۶	چوتھا باب مہلاج اغلاط میں
۱۷	شعبہ ایمانیدہ	"	فصل دہری صبر میں	۶۲	عورتوں اور مردوں کی محبت کا مضمر و نا
۱۸	معاصی کے بعض زہوی نقصانات	"	تیسری شکر میں	۷۸	رفع اشتباہ
۱۹	طاغوت کے بعض زہوی منافع	"	چوتھی رجاء میں	۷۹	پانچواں باب موانع طریقی میں
"	اعمال و عبادات	۵۴	پانچویں خوف میں	۸۲	چھٹا باب و صایا جامعہ میں
۲۰	باب الصلوۃ	"	چھٹی زہد میں	۸۵	رسالہ تحفیل البقیہ
۲۳	کتاب الجنائزہ	"	ساتویں توحید میں	"	آٹھواں باب اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف
"	کتاب الصدقہ	"	آٹھویں توکل میں	"	طبقات کے لوگوں کے کردار و بر و رسالت کا
۲۴	کتاب الصوم	"	نویں محبت میں	"	فرماتے ہوئے دیکھو ایسا سنگر و درخشاں کائنات
"	باب تلاوت القرآن	۵۵	دسویں شوق میں	"	حق کیلئے نظر نہ صاف ستھرا ہو جانا اور
"	باب اندعاً والذکر والاستغفار	"	گیارہویں انس میں	"	ان کی تحقیق کا نال کار
۲۵	باب الحج والزیارت	"	بارھویں رضائیں	"	خلاصہ اخلاق کا تیسرا تحقیقات
۲۶	یمن (قسم) و تندر	"	تیرھویں نیت و ارادہ میں	۱۵۰	تیسری بنائے حکمت
"	معاملات و سیاسیات	"	چودھویں اخلاص میں	۱۶۵	ایک متعصب جماعت مخالف کائنات
۳۲	باب الکفاح	۵۶	پندرھویں صدق میں	"	محققین کے پاس انکار کی تحقیق
۳۶	حکومت و انتظام ملکی	"	سولھویں مراقبہ میں	"	میں شیعہ و اثن اور دندان شکن
۳۷	سفر	"	سترھویں فکر میں	"	جواب پانا
۳۸	آداب معاشرت خورد و نوش	۵۷	دوسری قسم اخلاق و غیرہ میں	۱۷۱	خلاصہ طبعیات و سائنس کا
۴۱	پوشش و تربیت	"	شہوت	"	نتیجہ تحقیقات
۴۲	طب	"	آفات لسان	۳۳۳	خاتمہ
"	"	۵۸	غضب	"	"
"	"	"	حقہ (کنیہ) میں	"	"

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

الحمد لله الذي جعل هذا الكتاب من كتب الهدى والرشاد في حياة الإنسان والجماعة
أفصل العلماء جناب حافظ مولانا محمد رفيع علي صاحب دامت برکاتہم

تعلیم الدین
تکمیل الیقین
خلاصہ مسائل و مسائل اسلام

بعد نظر ثانی و اضافہ و ترمیم حضرت مولانا مفتی محمد بلال دکنی صاحب دامت برکاتہم
مفتی محمد بلال دکنی صاحب دامت برکاتہم

در مطبعہ بلالی حلیہ طبع و پوسیدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید میں سہ سالہ تعلیم الدین

بعد حمد و صلوة واضح باد کہ آج کل شریعت کو ناتمام سمجھنے سے جو مفسد اپنوں اور بیکانوں کو پہنچ رہے ہیں ان کی اصلاح کے لئے پچھلے دنوں ایک رسالہ تعلیم الدین کے نام سے شائع کیا گیا ہے جس سے بفضلہ تعالیٰ توقع سے زائد نفع پہنچا اصلاح عوام کے پیش نظر ہونے کی وجہ سے چونکہ اس رسالہ میں محض امور حقہ کا تبانا مقصود تھا اس لئے اس میں دلائل نقلی پر انکشاف کیا گیا تھا اب بعض احباب کی یہ رائے ہوئی کہ چونکہ اس وقت ایک جماعت مسلمانوں میں وہ بھی ہے جو کوشش متناہل فلسفہ جدیدہ سے یا اہل فلسفہ کی مخالفت سے بعض اصول و فروع اسلامی میں خلجان یا ترنزل پیدا ہو گیا ہے اس لئے اگر کتاب سائنس اور اسلام سے (جو شبہات کے رفع و ازالہ تیلے کافی مودنی ہے اور مدت ہوتی کہ وہ شائع ہو چکی ہے) ایسے امور کے تعلق کچھ دلائل عقلی جو سکین بخش ہوں منتخب کر کے رسالہ مذکورہ میں اضافہ کر دیے جائیں تو پھر اس کا نفع عام و تمام ہو جائے اور بعض اس اضافہ کو رسالہ مذکورہ کے حصہ تصوف سے جن امور میں تعلیم زبانی کی حاجت ہو اور محض تحریر کا کافی ہے اس لئے کہ مختصر کیا جائے تو زیادہ حجم بھی نہ بڑھنے پاوے ہر گاہ یہ رائے میرا سے میرا صواب اور مصلحت تھی اس لئے احقر نے اس کا انتہام بنام خدا شروع کیا۔ چونکہ دلائل سے اہل ظاہر کا یقین کامل ہو جاتا ہے اس لئے اس حصہ کا نام تکمیل الیقین رکھنا مناسب ہوا اور بوجہ اسکے کہ یہ حصہ خاص لوگوں کے مذاق کے موافق تھا اس کو آخر میں لگایا گیا اگر اس بحث کا مفصل مطالعہ فرمانے کا شوق ہو تو اصل کتاب سائنس اور اسلام منگا کر منتفع ہوں میں اللہ التوفیق و بیدہ از منہ تحقیق۔

کتبہ الاحقر محمد فشر علی عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بِسْمِ اللَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولَهُ مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنُعَذِّبَنَّهُمْ بِالْعَذَابِ الْعَظِيمِ ۝ اَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ فَضَّلَ اللَّهُ يُونُسَ مِنْ قَبْلِ تِلْكَ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

اسلام نے صرف نماز و روزہ اور چند غیبی خبریں کہ قیامت میں کیا کیا ہوگا بہشت میں جو ہیں ووزخ میں سناپت کچھ ہیں بتلائی ہیں اور انسان کے باقی ظاہری باطنی حالات متعلقہ ہو سکے کچھ غرض ہمارے یہاں۔ عمل کو جیسا چاہو مجھو جو چاہو معاملہ کر و تجارت جس طرح چاہو کہ دو کو جسے جس طرح چاہو ہر نامور کھو جو چاہو کھاؤ جو چاہو پہنؤ نشست و برخاست ملاقات معاشرت کے طریقے جو چاہو ہنستیا کر لو اپنے نفس کو جن صفات سے چاہو نصف رکھو غرض تمکو اور امور میں ہر طرح آزادی ہو اور اگر پابندی کا خیال آیا تو اصول تجارت میں غیر قوموں کی تقلید کرو طرز معاشرت قدیم یا جدید فلا سفول سے حاصل کرو مقامات نفس میں ان پڑھ لوگوں نے جو خدائی کے دعوے میں بھی نہ کرتے ہوں بدلو غرض اس میں نہ الوہیت رسالت کی تنظیم ہے نہ معاملات کے اصول کی تعلیم نہ اخلاق و آداب کی تفہیم نہ مقامات نفس کی تکمیل و تمہیم اور اس خیال باطل کے ایسے بُرے بُرے آثار مرتب ہوئے کہ خدا کی پناہ

ایک اثر مخالفین پر یہ ہوا کہ اسلام پر تعلیم کے ناکافی ہونے کا وجہ بنایا ایک اثر تو تعلیم یافتہ جوانوں پر یہ ہوا کہ بوجہ نا حقیقت شناسی کے یہ شبہ ان کے دل میں جم گیا اور اپنے کو بعض امور میں تہذیب جدید کا محتاج سمجھا اور زبان سربا دل سے یا طرز عمل سے غیر طریقوں کو اپنے طریقے پر ترجیح دینے لگے اور بہت سے عقاید اسلام پر خود منہ سے لگے۔ ایک اثر عوام پر یہ ہوا کہ نماز روزہ میں تو علما سے رجوع کرنے کو ضروری سمجھے اور معاملات و معاشرت میں اپنے کو خود مختار جان لیا اسی وجہ سے علماء سے کبھی اپنے مقدمہ یا تجارت کے متعلق رائے نہیں لی جاتی نہ توحید و رسالت کو مباحث و احکام کی تحقیق کی جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اعمال سے شرک فی اللہ و میتہ یا شرک فی النبوة لازم آجاتا ہے بالخصوص مستورات کو ایک اثر اہل علم پر یہ ہوا کہ شب و روز اعمال و عبادات کے مسائل کو استاد کار و مختصرا میں شغل و اہتمام مثلاً نہ معاملات کی تحقیق نہ اخلاق و آداب کا لحاظ نہ صلاح نفس و قلب کی کوشش حتیٰ کہ ترقی علم کے ساتھ ہی عجب و کبر و حرص و حب دنیا و غفلت کی بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ایک اثر و روشوں پر یہ ہوا کہ شریعت و طریقت کو جدا جدا سمجھے اور حقیقت کو اصل مقصود اور شریعت کو انتظامی قانون اعتقاد کر لیا علماء سے نفور ہو گئے وادوات و احوال کو فقہی معراج خیال کیا خیالات کو بدکاشفات اور بدکاشفات کو فرق یقینیات یقین کیا نہ اسکو میزان شرع میں وزن کرنے کی ضرورت نہ علما سے پیش کرنے کی حاجت تعرض ہر طبقے کے لوگوں کو کم بیش اس خیال باطل کا اثر و ضرر پہنچا انا للہ وانا الیہ راجعون حالانکہ جس نے کتاب و سنت کو ذرا بھی طلب و التفات کی نگاہ سے دیکھا ہو گا وہ ان سب امور کی تعلیم کو کھلے کھلے الفاظ میں پاویگا اور شریعت مطہرہ کو کافی وافی اور دوسری کتب حکم و قوانین و تعالیم سے مستغنی کرنے والا دیکھیکا اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں یوں نہ فرماتے اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رُسُلًا مِّنْکُمْ یَقُولُ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا وِیْرٰیْکُمْ وِیَعْلَمُکُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَہُ وِیَعْلَمُکُمَا لَہُ کُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمُ دِیْنَکُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَیْکُم مَّتَّعِیْتُمْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا وَاَوْخِذْ بِذٰلِکَ اَوْرَسُلَ اللہ علیہ وسلم اس سوال کے کہ بعض باتیں یہودی ہم کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اگر آپ کی اجازت ہو کچھ لکھ لیا کریں جواب میں

یہ ارشاد فرماتے اُمّت ہو کوں اُنتم کما تھو کتیا یہود والنصارى لقد جئتکم بها بَصِیْرَةً
الْحَدِیْثِ رَوَاهُ أَحْمَدُ اور یہ تو ایسی کھلی بات ہے جسکے ثابت کرنے کی کچھ حاجت نہیں آخر جس
قرآن میں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغِیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ یُنْفِقُوْنَ مذکور ہے اُسی قرآن میں فَانْحَرُوا
مَا طَابَ لَکُمُ الْاِیَّامِ الْاِیَّامِ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا الْاِیَّامَ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ
بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ الْاِیَّامَ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَسْبُهَا حَسْبُهَا الْاِیَّامَ
تُسْتَفْعٰ شَفَاعَةُ حَسَنَةِ الْاِیَّامِ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ الْاِیَّامِ وَصَاحِبُهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا الْاِیَّامِ
وَاِذَا الْقُرْبٰی حَقَّتْ الْاِیَّامُ اِذَا انْفَقَوْا لَمْ یَسْرِ فَوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا الْاِیَّامَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ الْاِیَّامِ لَا یَسْخَرُ
قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ الْاِیَّامِ اجْتَنِبُوا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ الْاِیَّامِ وَلَا یَغْتَبِ بَعْضُکُمْ بَعْضًا الْاِیَّامِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُنْکِبِیْنَ
الْاِیَّامِ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَہُ الْاِیَّامِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ الْاِیَّامِ وَعَلٰی اللّٰهِ فَلَیْتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ الْاِیَّامِ الَّذِیْنَ
هُمْ فِیْ صَلٰوةِہُمْ وَخَاشِعُوْنَ الْاِیَّامِ تَشْتَعْرُ مِنْہُمْ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَحْشَوْنَ رَبَّہُمْ الْاِیَّامِ یَسْبُوْنَ وَیَبْرُؤُا ہُمْ
مُخْشَوْنَ الْاِیَّامِ وَغَیْرَہَا مِّنْ آیَاتِ الْعَمَلٰتِ وَالْمَعٰشِرَاتِ وَالْمَقَامَاتِ ہِیْ تُوْذِرُکُمْ مِّنْ سَبِطِ کِتَابِہِیْ
فہرمت اُٹھا کر ملاحظہ کرئیے جہاں کتاب الایمان کتاب الصلوٰۃ کتاب الزکوٰۃ نظر آویگا اسکے نیچے ہی
کتاب البیوع کتاب النکاح والطلاق کتاب الاداب کتاب الرقاق بھی ملاحظہ سے گزرے گا
پھر اس خیال کی گنجائش کہاں ہو کہ اسلام نے صرف عقائد و اعمال سکھلائے ہیں اور معاملات و معاشرت
و تصوف نہیں بتلایا بلکہ منصف کو اسی مقام پر یقین آگیا ہو گا کہ اسلام نے پانچوں چیزیں تعلیم کی ہیں
اور ہر ایک کا محتاج نہیں چھوڑا بلکہ غیر قوموں میں بھی جو منصف نزاج لوگ ہیں وہ اسلام پر مقتبس ہو چکے
خود معترف ہیں غرض جب دیکھا گیا کہ یہ خیال عالمگیر ہو رہا ہے اور ہر طبقے کے لوگوں کو اس کو مضائقہ
پہنچتی ہیں اسلامی ہمدردی نے تقاضا کیا کہ اس غلطی کی اصلاح کی جاوے اور ایک ایسا راہ
لکھا جاوے جس میں بقدر ضرورت اختصار کے ساتھ پانچوں مضامین کو کتاب و سنت سے مستنبط
و ملقط طور کے جمع کیا جاوے یوں تو اس سالہ سے سب اہل اسلام کو نفع پہنچانا مقصود ہے مگر
بالخصوص درویشی کی راہ چلنے والوں کی دلسوزی و مظلومہ مد نظر ہے اب ہر مسلمان کو عموماً اور

[illegible]

ہر درویش کو خصوصاً اس کا مطالعہ کرنا بلکہ تھوڑا تھوڑا اٹھوڑا وظیفہ مقرر کر لینا ضرور ہے کیونکہ مقصود درویشی کا یہی ہے کہ محبوب حقیقی راضی ہو جاوے اور طریقہ حصول ضنا کا اطاعت و امتثال امر ہو پس جب محبوب حقیقی کا امر تمام حالات کے ساتھ متعلق ہے تو رضامندی اسی وقت ممکن ہے جب ہر حالت میں اُس کا امر مانا جاوے اس لئے طالب حق کو ضرور ہے کہ اول اپنے عقاید موافق اہل سنت و جماعت کے درست کر لے پھر اعمال مفروضہ نماز و روزہ وغیرہا کے احکام سیکھ کر ان کا پابند ہو اور عرام و حلال کے مسائل سے واقف ہو تا کہ اکل حلال سے نورانیت قلب پیدا ہو اور طرز معاشرت سے مطلع ہو تا کہ اہل حقوق کے حقوق تلف نہ ہو جاویں کیونکہ اٹلاف حقوق ظلم ہے اور ظالم پر لعنت ہوتی ہے پھر لعنت و رحمت جمع کیسے ہوگی اور رضابدون رحمت کے ہوتی نہیں ان سب مراحل کو طے کر کے اب اس راہ باریک میں قدم رکھے ایسا شخص انشاء اللہ تعالیٰ کبھی گمراہ نہ ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقصود حقیقی تک پہنچے گا اب خدا کے نام پر مقصود کو شروع کرتے ہیں اور بنظر قعد و مضامین اسکو پانچ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں **تعمائد و تصدیقات - اعمال و عبادات - معاملات و سیاسات - آداب و معاشرت - شلوک مقامات - یا انکی** اس نادان کی بددفرما اور خطا و لغزش مریا سے بچا آئیں و بہتین

عقائد و تصدیقات

عقیدہ تمام عالم پہلے بالکل ناپید تھا پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا عقیدہ اللہ ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں نہ اسے کسی کو جاننا وہ کسی سے جنگا۔ کوئی اس کے مقابل کا نہیں عقیدہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا عقیدہ کوئی چیز اس کے مانند نہیں اور سب سے بڑا عقیدہ وہ زندہ ہے ہر چیز پر اس کو قدرت ہے کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں وہ سب کچھ دیکھتا ہے سنتا ہے وہ جو چاہے کرتا ہے کلام فرماتا ہے وہی پوچھنے کے قابل ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اپنے بندوں پر جہانیں پر بادشاہ ہے وہ سب عیبوں سے پاک ہر وہی اپنے بندوں کو

[illegible]

عن أبي عبد الله عليه السلام قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول ما من رجل منكم إلا وله حظ من الدنيا والآخرة ما يشاء الله تعالى

ہر درویش کو خصوصاً اسکا مطالعہ کرنا بلکہ تھوڑا تھوڑا احتیور اور طیفہ مقرر کر لینا ضرور ہے کیونکہ مقصود درویشی کا یہی ہے کہ محبوب حقیقی راضی ہو جاوے اور طریقہ حصول ضنا کا اطاعت و امتثال امر ہو پس جب محبوب حقیقی کا امر تمام حالات کے ساتھ متعلق ہے تو رضامندی اسی وقت ممکن ہے جب ہر حالت میں اُس کا امر مانا جاوے اسلئے طالب حق کو ضرور ہے کہ اہل اپنے عقاید موافق اہل سنت و جماعت کے درست کر لے پھر اعمال مفروضہ نماز و روزہ وغیرہا کے احکام سیکھ کر ان کا پابند ہو اور عرام حلال کے مسائل سے واقف ہو تاکہ اہل حلال سے نورانیت قلب پیدا ہو اور طرز معاشرت سے مطلع ہو تاکہ اہل حقوق کے حقوق تلف نہ ہو جاویں کیونکہ اہل انصاف حقوق ظلم ہے اور ظالم پر لعنت ہوتی ہے پھر لعنت و رحمت جمع کیسے ہوگی اور رضابدون رحمت کے ہوتی نہیں ان سب مراحل کو طے کر کے اب اس راہ باریک میں قدم رکھے ایسا شخص انشاء اللہ تعالیٰ کبھی گمراہ نہ ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقصود حقیقی تک پہنچے گا اب خدا کے نام پر مقصود کو شروع کرتے ہیں اور بنظر نقد و مضامین اسکو پانچ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں عقائد و تصدیقات - اعمال و عبادات - معاملات و سیاسات - آداب و معاشرت - شلوک مقامات - یا انکی اس نادان کی بددفرما اور خطا و لغزش مریا سے بچا آئیں و نسبتین

عقائد و تصدیقات

عقیدہ تمام عالم پہلے بالکل ناپید تھا پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا عقیدہ اللہ ایک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں نہ اسے کسی کو جانو وہ کسی سے جنگا۔ کوئی اس کے مقابل کا منیر عقیدہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا عقیدہ کوئی چیز اس کے مانند نہیں اور سب سے نزلہ ہے عقیدہ وہ زندہ ہے ہر چیز پر اس کو قدرت ہے کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں وہ سب کچھ دیکھتا ہے سنتا ہے وہ جو چاہے کرتا ہے کلام فرماتا ہے وہی پوچھنے کے قابل ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اپنے بندوں پر جہانیں پر بادشاہ ہے وہ سب عیبوں سے پاک ہر وہی اپنے بندوں کو

[illegible]

[illegible]

باتوں میں سچا سمجھے اور ان کو مان لے اللہ و رسول کی کسی بات میں بھی شک کرنا یا اسکو جھٹلانا یا اس
 میں عیب نکالنا یا اس کے ساتھ مذاق اڑانا ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے عقیدہ قرآن و
 حدیث کے کھٹکے کھٹکے مطلب کا نانا اور لچ پچ کر کے اپنے مطلب بنانے کو معنی گھڑنا بد دینی کی بات
 ہے عقیدہ گناہ کو حلال سمجھنے سے ایمان جاتا رہتا ہے عقیدہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو جب تک
 انکو برا سمجھے اس سے ایمان نہیں جاتا البتہ کمزور ہو جاتا ہے عقیدہ اللہ تعالیٰ سے مندر ہو جانا یا نا
 امید ہو جانا کفر ہے عقیدہ کسی سے عیب کی باتیں پوچھنا اور اسکا یقین کرنا کفر ہے البتہ نبی و مکی
 سے اور ولیوں کو کشف اور امام سے اور عام لوگوں کو نشانہوں سے کوئی بات معلوم ہو سکتی ہے
 عقیدہ کسی کا نام لیکر کافر کہنا یا لعنت کرنا بڑا گناہ ہے ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظالموں پر لعنت
 جھوٹوں پر لعنت مگر جبکا نام لے کر اللہ و رسول نے لعنت کی ہے یا ان کے کفر کی خبر دی ہے انکو
 کافر ملعون کہنا گناہ نہیں عقیدہ جب آدمی مر جاتا ہے اگر گاڑا جاوے تو گاڑنے کے بعد اور اگر
 دغاڑا جاوے تو جس حال میں ہوا اسکے پاس دوزخ شے نہیں ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں اگر
 پوچھتے ہیں تیرا پروردگار کون ہے تیرا رب کون کیا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھتے
 ہیں کہ یہ کون ہیں اگر مردہ ایسا انداز ہو تو ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے پھر اسکے لئے سب طرح کی
 پیمائش ہے اور نہیں تو وہ سب باتوں میں یہی کہتا ہے کہ مجھے کچھ خبر نہیں پھر امیر ربی جنتی ہوتی ہے
 اور میضوں کو اللہ تعالیٰ اس امتحان سے معاف کر دیتا ہے مگر یہ باتیں مردے کو معلوم ہوتی ہیں ہم لوگ
 نہیں دیکھتے جیسے مرنے والی آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے اور جاگتا آدمی اسکے پاس بیٹھا ہو بخبر
 ہے عقیدہ مردے کے لئے دعا کرنے سے کچھ خیر نیرات دیکر بخشنے سے انکو ثواب پہنچتا ہے اور
 اس سے انکو ثواب فائدہ ہوتا ہے عقیدہ اللہ و رسول نے جتنی نشانیاں قیامت کی تکلفی میں سب
 ضرور ہونے والی ہیں تمام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور خوب انصاف سے بادشاہی کریں گے
 کا نا و جال نکلے گا اور دنیا میں بہت فساد چھوڑا جائے گا مار ڈالنے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 آسمان سے اترینگے اور انکو مار ڈالینگے یا جوج و ماجوج بڑے بڑے رستہ دہی میں دھام دھام چلیں گے

۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

[illegible]

پھر وہ خدا کے قہر سے ہلاک ہونگے ایک عجیب طور کا جانور زمین سے نکلے گا اور آدمیوں سے باتیں کرے گا مغرب کی طرف سے آفتاب نکلے گا قرآن مجید اٹھ جاوے گا اور چند روز میں تمام مسلمان مہربان بن گئے اور تمام دنیا کافروں سے بھر جاوے گی اور بہت باتیں ہونگی عقیدہ دار جب ساری نشانیاں پوری ہو جائیں گی اب قیامت کا سامان شروع ہو گا حضرت اسرافیل علیہ السلام خدا کے حکم سے صور بھونکیں گے یہ صور ایک بہت بڑی چیز سینک کی شکل ہے اس صور کے بھونکنے سے تمام زمین آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے تمام مخلوقات مر جاوے گی اور جو مر چکے ہیں ان کی وحیں بیہوش ہو جائیں گی مگر اللہ تعالیٰ کو جب تک بچا نا منظور ہے وہ اپنے حال پر نہیں گئے ایک ث اس کی کیفیت پر گذر جائیگی عقیدہ دار پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا کہ تمام عالم دوبارہ پیدا ہو جاوے دوسری بار پھر صور بھونے کا جاوے گا اس سے پھر سارا عالم موجود ہو جائے گا مرنے والے زندہ ہو جائیں گے اور قیامت کے میدان میں سب اکٹھے ہونگے اور وہاں کی تکلیفوں سے گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کرانے جاوے گے آخر ہمارے پیغمبر صاحب سفارش کریں گے سب بھلے بُرے عمل تو لے جائیں گے ان کا حساب ہو گا مگر بعضے بدون حساب جنت میں جاوے گے نیکو کا نامہ اعمال اپنے ماتھے میں اور بدوں کا بانیں ماتھے میں آیا جاوے گا پیغمبر صاحب علیہ السلام اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلاوے گے جو درود سے زیادہ سفید اور رشید سے زیادہ میٹھا ہو گا پھر اطر پر چلنا ہو گا چونیک لوگ ہیں وہ اُس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جائیں گے جو بد ہیں وہ اُس سے دوزخ میں گر پڑیں گے عقیدہ دار دوزخ پیدا ہو چکی ہے اور اُس میں سائب پچھو اور طرح طرح کا عذاب ہی دوزخیوں میں سے جن میں ذرا بھی ایمان ہو گا وہ اپنے اعمال کی بنا بھگت کر پیغمبروں اور بزرگوں کی سفارش سے نکل کر بہشت میں داخل ہونگے خواہ کتنی ہی بُرے گنہگار ہوں اور جو کافر اور شرک ہیں وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کو موت بھی نہ آئے گی عقیدہ دار بہشت بھی پیدا ہو چکی ہے اور اُس میں طرح طرح کے چین اور نعمتیں ہیں بہشتیوں کو کسی طرح کا ڈراوڑ عمر نہ ہو گا

[illegible][illegible]

اور وہ اُس میں ہمیشہ رہینگے اُس سے نکلیں گے اور نہ وہاں رہینگے عقیدہ اللہ کو اختیار ہو کہ چھوٹے گناہ پر سزا دیدے یا بڑے گناہ کو محض اپنی مہربانی سے معاف کر دے اور بالکل اُس پر مہربانہ دے عقیدہ اللہ جن لوگوں کا نام لے کر اللہ و رسول نے اُنکا بہشتی ہونا بتلادیا ہے اُن کے سوا کسی کے بہشتی ہونے کا یقین ہی حکم نہیں لگا سکتے البتہ اچھی نشانیاں دیکھ کر اچھا گمان رکھنا اور اللہ کی رحمت و امید کرنا ضروری ہے عقیدہ اللہ بہشت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو بہشتیوں کو نصیب ہو گا اُسکی لذت میں تمام نعمتیں ہیج معلوم ہونگی عقیدہ اللہ دنیا میں جاگتی ہوئی ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو کسی نے نہیں دیکھا اور نہ کوئی دیکھ سکتا ہے عقیدہ اللہ عمر بھر کوئی کیسا ہی بھلا بُرا ہو مگر جس حالت پر خاتمہ ہوتا ہے اُسی کے موافق جزا و سزا ہوتی ہے۔

فصل

قال استعالي ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سنة المؤمنين يؤيده ما
تولى ونضله جهنم وساءت مصيرا فان الله لا يغير ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء و
من يشرك بالله فقد ضل ضللا بعيدا وان يدعون من دونه الا اننا لانكف ان يدعون الا شيطانا
مريدا العن الله وقال لا يتخذن من عبادك نصيبا مفردا ولا ضللتهم ولا ينبتهم ولا هم
فليتب كئن اذ ان الانعام ولا هم يحول لغيرهم خلق الله ومن يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد
خسر خسرانا مبينا يعبدون ويقيمهم وما يعبدون الا عروكا ۱۵ ان آيتوں سے بدعت اور
شرک اور رسوم ہبل اطاعت و موافقت شیطان کی برائی صاف صاف معلوم ہونی چوکنان امور کے
از کتاب کے توحید و رسالت کے عقیدہ میں خلل اور ایمان میں ظلمت و کمزورت آجاتی ہے اس لئے
بعد کو عقاید اسلام کے مناسب ہوا کہ بعض بڑے عقیدہ سے اور بڑی زمین اور بعض بڑے بڑے گناہ
جو بکثرت رائج ہیں بیان کے جاویں تاکہ لوگ آگاہ ہو کر ان سے بچیں ان میں بعض باتیں بالکل کفر
و شرک میں بعضی قریب کفر و شرک کے بعضی بدعت ضلالت بعضی مکروہ و معصیت غرض سب

بدعات القسبور

بدعات الرسوم

[illegible]

استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا برس روز تک یا کم و بیش اس گھڑے میں اچار نہ پڑنا کوئی خوشی کی تقریب نہ ہونا
مخصوص تار پھول میں پھر غم کا تازہ کرنا حد سے زیادہ زیب و زینت میں مشغول ہونا سادی وضع
کو معیوب جاننا مکان میں تصویریں لگانا مرد کو لباس ریشمی استعمال کرنا خاصہ ان عطران وغیرہ چاندی
سونے کے استعمال کرنا عورت کو بہت باریک کپڑا پہننا یا بجا زیور پہننا کفار کی وضع اختیار کرنا
سیلوں میں جانا دھوئی لٹھکا پہننا لڑکوں کو زیور پہنانا اور صحنہ انایا لٹکانا یا چڑھانا شیطان کی
کھدی یا چند یا کھلوانا مونچھ بڑھانا ٹخنوں سے نیچے پانچامہ پہننا مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو
مردوں کی وضع اختیار کرنا محض زیب و زینت کے لئے دیوار گیر سی چھت گیر می لگانا سیاہ خضاب
شگون ٹونکہ کرنا کسی چیز کو منحوس سمجھنا خدائی رات کرنا بدن گو دنا سفید بال نوچنا شہوت سے گلے
لگنا یا تھلا کرنا کسرم عفران کا کپڑا مرد کو پہننا شطرنج گنجدہ وغیرہ کھیلنا خلاف شرع جھاڑ پھونک کرنا اور
اس قسم کی بہت سی باتیں میں بطور نمونہ کے چند امور کا بیان کر دیا ہے اور وہ تو اسی پر قیاس کر لینا چاہئے +

بعض کتب اثر

شکر خدا سے کرنا خون ناحق کرنا مال باپ کو ایذا دینا عورت سے زنا کرنا میمیں کا مال کھانا کسی عورت کو
جھوٹ تحمت نہ ناک لگانا دو چند کافروں کی جنگ سے بھاگنا شراب پینا ظلم کرنا کسی کو پیچھے بدی سو یاد کرنا
کسی کے حق میں گمان بکرنا اپنے تئیں غیروں سے اچھا جاننا خدا سے خوف نہ کرنا خدا کی رحمت سے
نا امید ہونا کسی سے وعدہ کر کے وفانہ کرنا ہتھکڑی پہننا بی بی پر فطربہ کرنا کسی کی امانت میں خیانت کرنا
خدا کا کوئی فرض مثل نماز روزہ و زکوٰۃ و حج ترک کرنا قرآن شریف پڑھ کر بھلا نا اچھی گواہی چھپانا جھوٹی
گواہی دینا جھوٹ بولنا خصوصاً جھوٹی قسم کھانا جس سے کسی کا مال یا جان یا حرمت جاتی رہے
خدا کے سوا اور کسی کے نام کی قسم کھانا سوا سے خدا کے اور کسی کو سجدہ کرنا جمعہ کی نماز ترک کرنا
ہمیشہ نماز ترک کرنا مسلمانوں کو کافر کہنا کسی کا گلہ منہنا چور می کرنا ظالموں کی خوشامد کرنا بیان یا شہوت
لینا جھوٹے مقدمے فیصل کرنا سودا لیتے دیتے کم تولنا مول چکا کر پیچھے زبردستی سے کم دینا لڑکوں سے
ہرا کام کرنا حیض کی حالت میں اپنی بی بی سے صحبت کرنا ناج کی گرائی سے خوش ہونا کسی غیر عورت

وغیرہ

شعب ایمانیہ

کے پاس تنہا بیٹھنا جانوروں سے جماع کرنا جو اکھیلنا کافروں کی رسمیں پسند کرنا بخوجی کی باتوں کو سچا جاننا اپنی عبادت یا تقویٰ کا دعویٰ کرنا مردے پر بیٹھنا پکار کر رونا کھانے کو برا کہنا ناچ دیکھنا لوگوں کے دکھانے کو عبادت کرنا نفس کے خوش کرنے کو راگ باجا سننا کسی کے گھر میں بوجا جات چلا جانا قدرت ہونے پر نصیحت ترک کرنا کسی سے مسخرگی کر کے ہجرت کرنا کسی کا عیب ڈھونڈنا

خدا پر ایمان لانا اسکے غیر کو حادث جاننا اسکے ملائکہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر اور تقدیر پر اور قیامت پر ایمان لانا حق تعالیٰ سے محبت رکھنا اور اس سے محبت یافتہ بننے کی واسطے رکھنا بلا دخل نفسانیت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا آپ کی تعظیم کا معتقد رہنا اور درود پڑھنا اسی تعظیم میں داخل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا اعمال کو خالص اللہ ہی کے واسطے کرنا اور ترک ریا و نفاق اخلاص ہی میں داخل ہے خدا سے خوف رکھنا اور اس کی رحمت کا امیدوار رہنا اور گناہوں سے توبہ کرتے رہنا اور احسانات ربانی کا شکریہ ادا کرنا اور عہد کو پورا کرنا اور ترک شہوت اور ہجوم مصائب میں صابر رہنا اور فضل سے ربانی سے راضی رہنا اور تواضع اور فروتنی اختیار کرنا حیا کرنا اور توقیر بزرگ کی اور ترحم خرد پر اور گھمنڈ اور پندار کا ترک کرنا اور حسد اور کینہ کا ترک کرنا اور غضب ترک کرنا و حقیقت تواضع میں داخل ہے اور توحید ربانی کا مطلق رہنا یعنی لا الہ الا اللہ پڑھتے رہنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا کتررتہ تلاوت کا دس آستیں ہیں اور متوسطاً تیرہ سو آستیں اور اس سے زیادہ تلاوت کرنا اعلیٰ رتبے میں داخل ہے اور علم دین حاصل کرنا اور غیر کو علم سکھانا اور دُعا کرنا اور زاکر رہنا اور استغفار ذکر بھی میں داخل ہے اور لغو سے دور رہنا اور حسی اور حکمی طہارت کرنا اور پرہیز کرنا نجاستوں سے تطہیر بھی میں داخل ہے اور ستر کو چھپا رکھنا اور فرض اور نفل نماز پڑھنا اور اسی طرح فرض زکوٰۃ نفل صدقہ ادا کرنا اور لوندی غلام کو آزاد کرنا اور سخاوت کرنا اور کھانا کھانا اور ضیافت کرنا سخاوت ہی میں داخل ہے اور فرض نفل روزہ رکھنا اور اعتکاف کرنا اور شب قدر کو تلاوت

۱۷
میں ایمان
پسند کرنا
میں و مرد
دیکھنا
کے قابل
ہے تقویٰ
تو جہانان
و غیرہ
کے دیکھنا
بہتر
نہ اور

ان فقہانوں
و مباح کا
مست ہونا
مخاصی
طاعات
پہچان
کتاب
جو اہل اعمال
میں مفصل
بیان کیا
گیا ہے
اسی کے
مسلک
پیش

JA

کچھ مطالبہ مند کا بھی ہیں اس مضامین میں ثابت ہیں بھی

کرنے اور حج اور عمرہ اور طواف بیت اللہ کا کرنا اور فرار بالدين یعنی ایسے ملک اور صحبت کو چھوڑنا جہاں اپنا دین قائم نہ ہو سکے اور اسی میں ہجرت بھی داخل ہے اور نذر اللہ کو پورا کرنا اور کم کو قائم رکھنا اور ہم وغیرہ کے کفاروں کو ادا کرنا تکلیف کر کے پارسائی حاصل کرنا اور عیال کے حقوق کو ادا کرنا اور ماں باپ سے احسان اور سلوک کرنا اور اولاد کو تربیت کرنا اور ناتہ داروں کا حق ادا کرنا۔ اور لونڈی غلاموں کو مالکوں کی اطاعت کرنا۔ اور مالکوں کو لونڈی غلاموں پر مہربانی اور شفقت کرنا اور انصاف کے ساتھ حکومت پر قائم رہنا۔ اور جماعت مسلمین کا تابع رہنا۔ اور مسلمان مالکوں کی اطاعت کرنا۔ اور خلیق میں اصلاح کرتے رہنا اور خراج اور باغیوں سے قتال کرنا اصلاح بین الناس میں داخل ہے۔ اور امر نیک پر مدد کرنا۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اسی میں داخل ہے۔ اور حدود کو جاری رکھنا اور بشرط پابچ جانے شرط کے اشاعت دین کرنا اور اہل البطن یعنی سرحد دار الاسلام کی محافظت کرنا اسی میں داخل ہے۔ اور امانت کا ادا کرنا اور خمس کل و دینا ادا سے امانت میں داخل ہے۔ اور قرض کسی حاجتمند کو دینا۔ اور پُرہی کے ساتھ احسان کرنا اور معاملہ اچھا رکھنا اور اپنا حق لینے میں سختی نہ کرنا حسن معاملہ میں داخل ہے۔ مال کا جمع کرنا حلال اور مال کا صرف کرنا اپنے موقع پر۔ اور ترک تبذیر و اسراف یعنی خلاف شرع بیہودہ طور پر مال کو برباد نہ کرنا انفاق فی اللہ میں داخل ہے۔ اور سلام کا جواب دینا۔ اور چھینکنے والے کو دعا سے خیر دینا۔ اور لوگوں کو ضرر نہ پہنچانا۔ اور لمہو لہب سے پرہیز کرنا اور تکلیف کی چیز کو راہ سے ہٹا دینا۔

معاصی کے بعض دنیوی نقصانات

علم سے محروم رہنا۔ رزق کم ہو جانا۔ خدا سے غالی سے وحشت ہونا۔ آدمیوں سے محبت ہونا خصوص
نیک آدمیوں سے۔ اکثر کاموں میں دشواری پیش آنا۔ قلب میں ایک تاریکی سی معلوم ہونا۔ دل اور بعض
اوقات جسم میں کمزوری ہو جانا۔ طاعت سے محروم رہنا۔ عمر گھٹنا۔ معاصی کا سلسلہ چلنا۔ ارادہ توبہ کا کمزور
ہو جانا۔ چند روز میں مصیبت کی پرائی دل سے نکل جانا۔ دشمنان خدا کا وارث بننا افعال شنیعہ میں خدا سے غالی کے
نزدیک غار ہو جانا۔ دوسری مخلوق کو اس کا ضرر پہنچنا۔ اور اس وجہ سے انکا اس پرعت کرنا۔ عقل میں فتور ہو جانا بعض
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس پرعت ہونا۔ فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جانا۔ پیدل وار وغیرہ میں کمی ہو جانا عذرت کا

عزیزانِ حق! اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل جانا نعمتوں کا سلب ہونا۔ بلاؤں کا هجوم ہونا۔ تیج و شرف کے القاب سلب ہو کر بجا ہے اس کے نذرت اور زلت کے خطاب ملنا شیاطین کا مسلط ہونا قلب کا پریشان رہنا۔ مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا۔ خدا سے تعالیٰ کی رحمت کا یوس ہونا اور اس وجہ سے بے توبہ رہنا۔

طاعات کے بعض فیوضی منافع

رزق بڑھنا۔ طح کی برکت ہونا تکلیف و پریشانی دور ہونا۔ مقاصد میں آسانی ہونا۔ زندگی باطفت ہونا۔ بارش ہونا۔ قسم کی بھلا کمال جانا۔ اللہ تعالیٰ کا حامی و مددگار ہونا۔ فرشتوں کو حکم ہونا کہ ان کے قلوب کو قوی رکھو۔ سچی عزت ملنا۔ مرتبہ بلند ہونا۔ دلوں میں محبت پیدا ہو جانا۔ قرآن کا اسکے حق میں شفا ہونا۔ مالی نقصان کا نعم البدل ملنا۔ روزِ بر و نعمت میں ترقی ہونا۔ مال بڑھنا۔ قلب میں اسٹ اطمینان پیدا ہونا۔ آمدہ نسل میں یہ نفع پہنچنا۔ زندگی میں غیبی بشارتیں نصیب ہونا۔ مرتے وقت فرشتوں کا خوشخبری سنانا۔ حاجات میں مدد ملنا۔ ترددات کا رفع ہو جانا۔ حکومت باقی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کا حصہ فرو ہو جانا۔ عسر بڑھنا۔ افلاس و فاقہ سے بچنا۔ تھوڑی چیز میں زیادہ برکت ہونا۔

اعمال و عبادات

عمل وضو اچھی طرح کرو گو کسی وقت نفس کو ناگوار ہو۔ عمل ہر وقت وضو پہننے کی کوشش کرو عمل تازہ وضو بہتر ہے اگرچہ پہلے سے وضو عمل مذمی غصے مل واجب نہیں پیشاب کا وہ دھوکہ دیکھ کر ناچائے عمل و ہم تنک سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک یقیناً کوئی اور وضو توڑیو الا واقع ہو عمل اور ننگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا یا نماز کی ہیئت پر سو رہنے سے عمل پیشاب پاچیاہ کی وقت قبلہ کی طرف منہ پائشت مت کرو روا ہو خاتمہ سے استنجاست کہ زمین کلوخ سے بلا ضرورت کم مت اولید می اور ہڈی اور کوئلہ سے استنجاست کرو عمل پیشاب احتیاط نہ کرنے سے عذاب تو ہوتا ہے عمل شرک پر ایسا یہ نہیں پاچیاہ مت پھر عمل پاچیاہ میں جاتے وقت انگوٹھی جس میں اسد رول کا نام لکھا ہو اور اٹار دھو عمل میل میں ایسی جگہ پاچیاہ نہ کوٹھو جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو اور وہ اس وقت اٹھاؤ جب زمین سو قریب ہو جاؤ عمل پیشاب ایسی جگہ کرو جہاں سے چھینٹ نہ اڑے اگر کسی دریا میں پیشاب مت کرو شاید اس میں سے کوئی مودی نیز کل کر تم کو پھاپہ پھارے عمل پاچیاہ نہ پھرتے وقت پشت پر کوئی اکر ہونا چاہئے اگر اور کچھ نہ ہو

عزیزانِ حق! اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل جانا نعمتوں کا سلب ہونا۔ بلاؤں کا هجوم ہونا۔ تیج و شرف کے القاب سلب ہو کر بجا ہے اس کے نذرت اور زلت کے خطاب ملنا شیاطین کا مسلط ہونا قلب کا پریشان رہنا۔ مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا۔ خدا سے تعالیٰ کی رحمت کا یوس ہونا اور اس وجہ سے بے توبہ رہنا۔

عزیزانِ حق! اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل جانا نعمتوں کا سلب ہونا۔ بلاؤں کا هجوم ہونا۔ تیج و شرف کے القاب سلب ہو کر بجا ہے اس کے نذرت اور زلت کے خطاب ملنا شیاطین کا مسلط ہونا قلب کا پریشان رہنا۔ مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا۔ خدا سے تعالیٰ کی رحمت کا یوس ہونا اور اس وجہ سے بے توبہ رہنا۔

تو ریت کا دھیر ہی لگا لے عمل غلغلہ میں پیشاب مت کرو اور پاخانہ تو اڑ بھی سہوہہ بات ہے عمل پاخانہ پھرتے وقت باتیں مت کرو عمل جب پاخانہ میں جانے لگو یہ پڑھو بسم اللہ اللہم ارحم الراحمین اعوذ بک من الخبیثۃ والنجاسۃ جب نکل آؤ یہ پڑھو عَفَاكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْاَذٰی وَعَاكَ اَنِیْ عمل کلوح کے بعد پانی سے بھی استنجا کرو عمل پیشاب کھڑے ہو کر مت کرو عمل حلال مکان پر نماز کے وقت مسواک کرو عمل جب سو کر اٹھو جب تک ہاتھ اچھی طرح نہ دھو لو پانی کے اندر نہ ڈالو عمل وضو میں پانی پر پانی پہنچانے کے لئے زیادہ اہتمام کرو عمل وضو میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں خمال کرو اور دراصل میں بھی حلال کرو عمل وضو میں اس طرح کے دم مت کرو کہ خالص پانی ناپاک تو نہیں فلاں عضو پر پانی پہنچایا نہیں تیر دفعہ دھو چکا ہوں یا نہیں عمل وضو میں پانی مت ضائع کرو عمل اگر انگوٹھی پہنے ہو اسکو مالیا کرو عمل غسل اس طرح کرو پہلے دونو ہاتھ پاک کر لو پھر چنچاست بدن پرگی ہوا اسکو دور کر دو پھر وضو کر دو پھر تین بار سر دھو پھر تمام بدن پر پانی ڈالو عمل غسل کے بعد پھر وضو کرنے کی ضرورت نہیں عمل حالت جنابت میں اگر نہ نایا لھانا کھانا چاہے یا بی بی کے پاس دوبارہ جانا چاہے بہتر ہے کہ استنجا اور وضو کر لے لیکن اگر وضو نہ کیا تب بھی کوئی گناہ نہیں عمل جو پانی نہ بنا نہ ہو کوئٹا ہی زیادہ ہو بلا ضرورت اس میں پیشاب نہ کرے عمل جو گرم ہو گیا ہو اس کے استعمال سے اندیشہ برص کی بیماری کا ہے عمل جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے اور مرد سے کوئٹا اگر غسل کر لینا بہتر ہے

عمل نماز اچھے وقت پڑھو رکوع سجدہ اچھی طرح کرو دشمن و خصم جعفر ہو سکے بجلاؤ عمل جب تیجہ سنا
رس کا ہو جاوے اسکو نماز کی تاکید کرو اور جب دن برس کا ہو جاوے تو مار کر پڑھو اور عمل نماز خوب پابندی
سے پڑھو عمل عشاء سے پہلے سویت اور عشا کے بعد باتیں مت کرو جلدی سے سو نہو تاکہ تہجد یا صبح کی نماز
راب نہ ہو عمل عصر کا وقت بہت نماز کے ہر اسکو تنگ مت کرو سویر نماز پڑھ لیا کرو عمل اگر اتفاق ہو سگیا
بھول گیا اور نماز قضا ہو گئی تو جس وقت آنکھ کھلے ٹیبا د آوے فوراً قضا پڑھ لے اسکو دوسرے وقت پر نہ
لے البتہ اگر مکرر وہ وقت ہو تو اسکو گذر جانے سے عمل اذان کے بعد لوگوں کو مت بلاؤ اذان ملانے ہی کیو سطلے

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

نماز پڑھو جماعت چھوڑنے پر بڑی وعید آئی ہے البتہ کوئی توسیٰ عذر ہو تو جماعت محاف ہو جاتی ہے۔
عمل جب بھوک کا بہت غلبہ ہو یا پیشاب پانچا نہ کاو باؤ ہو تو پہلے فراغت کر لو پھر نماز پڑھو **عمل** اگر امام
 بنو تو دعائیں سب مقتدیوں کو شریک کر لو یعنی سب کے لئے دعا کرو **عمل** جب مسجد میں اذان ہو جاوے
 وٹان سے ہرگز مت جاؤ البتہ اگر کسی مختصر ضرورت سے جا کر مٹا پھر لوٹ آؤ مضافتہ نہیں **عمل** صفت کو
 خوب یاد ہی کرو اور خوب ملکہ کھڑے ہو اور پہلے اول صف پوری کر لو پھر دوسری پھر تیسری اور امام کنوڑوں
 طرف برابر مقتدی ہونا چاہئے **عمل** اگر اکثر مقتدی کسی وجہ معقول سے امام سے ناخوش ہوں اسکو امامت
 کرنا چاہئے **عمل** امامت میں بہانہ مت کرو کہ ہر شخص دوسرے پر ٹالے اور اپنی جان بچاوے یہ علامات
 قیامت سے ہے **عمل** اگر امام بنو مقتدیوں سے اونچی جگہ مت کھڑے ہو **عمل** امام سے پہلے کو ع
 سجدہ یا اور کوئی فعل مت کرو **عمل** اگر جماعت میں ایسے وقت آؤ کہ امام مثلاً سجدہ یا قعدہ میں ہو تو اُسکے کھڑے
 ہونے کا انتظار مت کرو فوراً شریک ہو جاؤ **عمل** تنہا پڑھنے کی کوشش کرو اسکی بڑی فضیلت ہے **عمل**
 نوافل وظائف کی اتنی کثرت مت کرو جب کا بنا نہ ہو سکے **عمل** جب نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاؤ یا نیند
 زور کی آنے لگے تو ذرا آرام لے لو پھر نماز میں مشغول ہو **عمل** جب بستر پر سونے کے لئے لیٹو وضو کرو اور
 اللہ اللہ کہتے سو جاؤ **عمل** گھر میں بھی کچھ نفلیں پڑھنے کا معمول رکھو **عمل** جسے کے روز درود شریف کی کثرت
 کرو **عمل** جمعے میں نہادھو کر کپے بدل کر خوشبو لگا کر سویرے جاؤ اور لوگوں کی اگر زمین پر سے مت بچاؤ
 کسی کو اٹھا کر اسکی جگہ مت بیٹھو بروستی و درامیوں کے بیچ میں گھسکر مت بیٹھو عجیب باتیں مت
 کرو ایسی طرح مت بیٹھو کہ نیند آوے اگر نیند غالب ہو جب بدل ڈالو **عمل** جب سویرج یا عبا کو گھسن لگے
 اسوقت نماز پڑھو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو خیرات کرو اگر غلام پاس ہو اسکو آنا دکر و **عمل**
 عید گاہ میں ایک رات سے جاؤ دوسرے آؤ **عمل** جس شخص کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو متحب ترک

من رای مال ذی الحیة و امان دان بخندم فلما خذ من شجرة و امان انظر ۱۲ ۱۳

۱۲۰۰
 ۱۱۰۰
 ۱۰۰۰
 ۹۰۰
 ۸۰۰
 ۷۰۰
 ۶۰۰
 ۵۰۰
 ۴۰۰
 ۳۰۰
 ۲۰۰
 ۱۰۰
 ۰

کتاب الصوم

عمل روزے میں بخش بات مت کرو شور و غل مت مچاؤ جو کوئی لڑے بھی کہہ دو کہ میں ہمارا روزہ ہے ہم کو
 معاف کرو عمل چاند دیکھ کر ہرگز اٹھل مت کرو کہ یہ فلان دن کا ہے اُسکے حساب سے آج فلان تلیج ہے
 جب لوگوں نے دیکھا ہو جب ہی سے حساب شروع ہوگا عمل عورت نفل روزہ بدون اجازت شوہر
 کے نہ رکھے جبکہ وہ گھر پر موجود ہو عمل کبھی کبھی نفل روزہ بھی رکھ لیا کرو عمل اگر روزے میں کوئی دعوت
 کرے اُسکا جی خوش کرنے کو اُسکے گھر چلے جاؤ اور وہاں جا کر اُسکے لئے دعا کرو اور اگر روزہ نہ ہو تو کھانا
 بھی کھاؤ عمل جب رمضان شریف کے مہینے باقی رہ جائیں عبادت میں کسی قدر زیادہ کوشش کرو۔

باب تلاوة القرآن

عمل اگر قرآن شریف اچھی طرح نہ چلے گھر کر چھوڑ دو مت پڑھے جاؤ ایسے شخص کو دوسرا ثواب ملتا ہے
 عمل سوتے وقت قل ہو اللہ قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دونوں ہاتھوں میں دم کر کے
 جہاں تک ہاتھ پہنچیں مہین پر پھیر کر سورہہ کریمین بارسی طرح کرو عمل اگر قرآن پڑھا ہو اُسکو ہمیشہ
 پڑھنے رہو روزہ اُسکو بھول جاؤ گے اور سخت گنہگار ہو گے عمل جب تک جی لگے قرآن پڑھو جب
 طبیعت الجھنے لگے موقوف کرو مگر یہ اُس شخص کیلئے ہے جو تلاوت کا عادی ہو ورنہ خلاف عادت
 کام کرنے سے ضرر طبیعت گھبراتی ہے اسکا خیال کرے اور تکلف عادت ڈالے جب عادت
 ہو جاوے پھر اُسکے لئے وہی حکم ہے جو اوپر گذرا عمل قرآن مجید اس طرح پڑھو کہ تمہارے لہجے معلوم
 ہو کہ یہ خدا تعالیٰ سے دُور رہا ہے بڑی خوش آواز سی یہ ہے۔

باب الدعاء والدعاء والاستغفار

عمل دعائیں ان امور کا لحاظ رکھو خوب شوق و رغبت سے مانگو گناہ کی چیز مت مانگو اگر قبولیت
 میں دیر ہو تنگ ہو کر چھوڑ دو مت قبولیت کا یقین رکھو عمل غصے میں آکر اپنے مال و لواحقان وغیرہ کو
 مت کو کو کبھی قبولیت کی گھڑی ہو اور اُسی طرح ہو جاوے عمل جب کہیں میٹھو لیٹو دنیا کی باتیں کرو ہمسایہ

۱۲۰۰
 ۱۱۰۰
 ۱۰۰۰
 ۹۰۰
 ۸۰۰
 ۷۰۰
 ۶۰۰
 ۵۰۰
 ۴۰۰
 ۳۰۰
 ۲۰۰
 ۱۰۰
 ۰

۱۲۰۰
 ۱۱۰۰
 ۱۰۰۰
 ۹۰۰
 ۸۰۰
 ۷۰۰
 ۶۰۰
 ۵۰۰
 ۴۰۰
 ۳۰۰
 ۲۰۰
 ۱۰۰
 ۰

[illegible]

74

[illegible]

74

[illegible]

[illegible]

ایسی کارروائی مت کرو جس سے خریدار کو دھوکہ ہو معاملہ اگر کوئی مصیبت نہ وہ اپنی ضرورت کو کوئی چیز بیچتا ہو تو اسکو صاحب ضرورت سمجھ کر مت دباؤ اور اس جیسے زوام مت گزادیا تو اسکی اعانت کرو یا مناسب قیمت سے اسکو خرید لو معاملہ جو چیز تمہاری ملک قبضے میں نہ ہو اسکا معاملہ کسی سے مت ٹھیکراؤ اس امید پر کہ ہم بازار سے خرید کر اسکو دینگے معاملہ زمین میں بشرط ٹھیکرانا کہ اگر اتنی مت تاک زمین ادا نہ تو اسی کو بیج سمجھا جاوے باطل ہے اور مدت گزرنے پر بیج نہوگی معاملہ ناپ تول میں دغا بازی مت کرو معاملہ اگر کوئی چیز بطور بدنی کے خریدی اور فصل پر بائع سے وہ چیز زمین پٹری تو جتنا روپیہ اسکو دیا تھا واپس لے لو نہ زیادہ روپیہ لینا درست ہے اور نہ اس روپیہ کے بدلے اور کوئی چیز خریدنا درست ہے البتہ اپنا روپیہ لے کر پھرناس سے جو چاہو خریدو معاملہ غلہ ارزاں خرید کر گراں بیچنا درست ہے مگر جب مخلوق کو تکلیف ہونے لگے اسوقت زیادہ گرائی کا انتظار کرنا حرام اور موجب احت ہے معاملہ حاکم کو اختیار نہیں ہے کہ زبردستی نرخ مقرر کرے البتہ تاجر کو فہمائش اور صلاح دینا مناسب ہے معاملہ اگر تمہارا دین دار غریب ہو اسکو پریشان مت کرو بلکہ مہلت دو یا جزو یا کل معاف کرو واللہ تعالیٰ تم کو قیامت کی سختی سے نجات دینگے معاملہ تم کسی کے دیندار ہو تو خراب چیز سے اسکا حق مت ادا کرو بلکہ اس کی محبت رکھو کہ اسکے حق سے بہتر اسکو ادا کیا جاوے مگر معاملے کے وقت یہ حادہ جائز نہیں معاملہ اگر تمہارے پاس مینے کے واسطے ہے اسوقت ٹالنا بڑا ظلم ہے معاملہ اگر تمہارا دیون مکو دوسرے سے دہانید کر دے اور اس سے تم کو وصول ہونے کی بھی امید ہو تو خواہ مخواہ ضد میں آکر اسی کو دق مت کئے جاؤ بلکہ اس حوالے کو منظور کرو معاملہ حتی الامکان کسی کے دیون مت بنو اور اگر بضرورت دیون ہونا پڑے تو اسکے ادا کی فکر رکھو بے پروا مت بنجاؤ اور اگر دائن تم کو کچھ کہے سنے صبر کرو اسکا حق ہے معاملہ اگر تم کو وسعت ہو تو کسی میون کی طرف سے اسکا دین ادا کر دیا کرو معاملہ سود اچھکنا تول کر دیا کرو معاملہ جب کسی کا قرض ادا کیا کرو تو ادا کرنے کے ساتھ اسکو دغا بھی دیا کرو اور اسکا شکریہ ادا کرو معاملہ شرکت میں دو نو ساجھیوں کو امانت دیانت سے نہ ہنا چاہئے ورنہ پھر بکرت سلب ہونے لگتی ہے معاملہ امانت میں ہرگز خیانت مت کرو معاملہ جو مالہ ظلم سے ہاوس

[illegible][illegible]

کسی کی وجاہت لحاظ سے کسی کی شرارتی سے حصول ہودہ حلال نہیں ہے چندہ حج کرنے والو
فراسکو اچھی طرح غور کر لیجیو حلال وہی مال ہے جو بالکل طیب خاطر سے دیا جاوے متعاملہ منہی منہی ہر
کسی کی چیز اٹھا کر چیز والے کو پریشان مت کرو خصوصاً جب کہ ینیت ہو کہ اگر معلوم ہو گیا تو منہی ہر ورنہ
خورد و کرینگے اور جو منہی میں اٹھالی تو جلدی واپس کرو متعاملہ ٹرپوسی کی رعایت کیا کر خفیف باتوں
میں اس سے مرحت کرو مثلاً تمہاری دیوار میں میخ گاڑنے لگے اور تمہارا کوئی نقصان بھی نہ ہو تو اجازت
دید و متعاملہ اگر کوئی گھریا زمین میں میل ہونے کی وجہ سے فروخت کرو تو مصلحت یہ ہے کہ جلدی سے اسکا
دوسرا مکان یا زمین خرید کر لو ورنہ روپیہ رہنا مشکل ہے یوں ہی اڑ جائیگا متعاملہ جس رخت کے سائے
میں آدمیوں کو جانوروں کو آرام ملتا ہو اور وہ تمہارے ملک میں بھی نہیں ہو تو اسکو مت کاٹو کہ جانداروں
کو تکلیف ہوگی اس سے عذاب ہوتا ہے متعاملہ کمربیاں چرانیا پیغمبروں کا طریقہ ہے متعاملہ مزدور سے کام لیکر
اسکی مزدوری دینے میں کوتاہی مت کرو اس مقدمے میں سرکار عالی مدعی ہونگے متعاملہ عہد کر کہ خلاف
مت کرو خصوصاً جبکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ ہو اس مقدمے میں بھی سرکار عالی مدعی ہونگے متعاملہ
اکثر ایام قحط میں بعض لوگ اپنی اولاد کو یا بعض ظالم دوسروں کے بچوں کو بیچ ڈالتے ہیں انکا بیچنا یا
خرید کر غلام سمجھنا سب حرام ہے اس مقدمے میں بھی سرکار عالی مدعی ہونگے متعاملہ جو جھوٹا بیونک شرع کے
موافق ہو اسپر کچھ نذرانہ لینا جائز ہے متعاملہ اگر کھانا پکانے کو کسی کو آگ دیدے تو ایسا ثواب ہے جیسا کہ
کھانا دیدیا جو اس آگ سے پکتا ہے اسی طرح تمک دیدینے کا ثواب ہے متعاملہ جہاں پانی بکثرت میں نہ ہو وہاں
کسی کو پلانے سے غلام آباد کرنے کے برابر ثواب ہے اور جہاں بکثرت میں نہ ہیں اس پلانے سے
ایسا ثواب ہے جیسا کہ کسی مڑے کو زندہ کر دیا متعاملہ اگر کسی کو کوئی چیز یہ کہہ کر دے کہ تم کو عمر بھر کیلئے
دیتے ہیں اور بعد تمہارے مرنیکے واپس کر لینگے وہ شے ہمہ وجہ اسکی ملک ہو جاتی ہے بندہ موت کے
اسکے ورثہ کو ملیگی تو اس امید باطل اپنے مال کو خراب و برباد مت کرو بھر حسرت ہوگی اپنے ہی پاس نہ خود
متعاملہ اگر ایک بیٹے کو کوئی چیز و تو دوسرے کو بھی ویسی ہی دونا انصافی جڑی بات ہے متعاملہ بدہ
ایسے شخص کا قبول کرو جو بدلے کا طالب نہ ہو ورنہ باہمی بیچ کی نوبت اسے کی لیکن تم اپنی طرف سے کوشش

وہاں سے کہہ دیا کہ اس کو کچھ بدلہ دیا جائے اور اگر بدلہ دینے کو میسر نہ ہو تو اس کی ثنا و صفت ہی کرو و اور لوگوں کو روبرو
 اس کے احسان کو ظاہر کرو و اور ثنا و صفت کے لئے اتنا کہ دنیا کا فی ہے جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا اور جب
 محسن کا شکر ادا نہ کیا تو خدا سے تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہ ہوگا اور جس طرح ملی ہوئی چیز کا مثانا برابر اسی
 طرح نہ ملی ہوئی پر شہی گھجھارنا کہ ہمارے پاس اتنا اتنا آیا یہ بھی بُرا ہے مُعَامِلَةٌ بایم تحفہ تخالفت کی راہ و رسم
 جاری رکھو اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے محبت بڑھتی ہے اور یہ نہ خیال کرو کہ تھوڑی چیز ہے کیا
 بھیجیں جو کچھ ہو بے تکلف دو و لو مُعَامِلَةٌ ہو کوئی تمہاری خاطر داری کو خوشبو تیل یا دودھ یا تکیہ پیش کرے کہ
 خوشبو سو گندہ لو یا تیل لگا لو دودھ پی لو تکیہ کرے لگا لو تو قبول کرو اور انکار و عذر مت کرو کیونکہ ان چیزوں میں
 کوئی لمبا چوڑا احسان نہیں ہوتا جس کا بار تم سے نہیں اٹھ سکتا اور دوسرے کا دل خوش ہو جاتا ہر مُعَامِلَةٌ
 نیا پھل اول جب تمہارے پاس پہنچے اُسکو آنکھوں اور لبوں سے لگاؤ اور یہ دُعا پڑھو اللہمَّ کَمَا اَرْتَبْتَنَا
 اَنْ نَّکْفَا ذِنَا اَحْزَہُ پھر کوئی بچہ پاس ہو اُسکو دید و مُعَامِلَةٌ اگر تمہارے ہوتے کسی کا قرضہ یا کسی کی امانت یا
 اور کوئی حق ہو تو اُسکی یادداشت بطور وصیت کے لکھ کر اپنے پاس رکھو۔

باب النکاح

مُعَامِلَةٌ اگر حاجت و ہتھکڑی ہو تو نکاح کرنا افضل ہے اور اگر حاجت ہے مگر استطاعت نہ ہو تو روزے
 کی کثرت سے شہوت ٹوٹ جاتی ہے مُعَامِلَةٌ نکاح میں زیادہ تر منکوحہ کی دینداری کا لحاظ رکھو مال و حال
 حسب نسب کے پیچھے زیادہ مت پڑو مُعَامِلَةٌ اگر سرفر سے گھر آنا ہو تو دفعۃً گھر میں مت چلے جاؤ اس قدر
 توقف کرو کہ بی بی لگنھی چوٹی سے اپنے کو سنوار لے کیونکہ شوہر کی عدم موجودگی میں مسی کچلی رہتی ہے کبھی
 اس حالت میں دیکھ کر اُس سے نفرت نہ ہو جاوے مُعَامِلَةٌ اگر کوئی شخص تمہاری عزیزہ کے لئے پیغام
 نکاح بھیجے تو زیادہ تر قابلِ لحاظ اُس شخص کی نیک وضعی اور دینداری ہے دولت و حشمت عالی خاندانی کے
 اہتمام میں سجانے سے غرابی ہی خرابی ہے مُعَامِلَةٌ اگر اتفاقاً کسی عیون منکوحہ عورت اور کسی مرد میں باہم عشق
 ہو جاوے تو بہتر ہے کہ اُن کا نکاح کر دیا جاوے مُعَامِلَةٌ اُس نکاح میں زیادہ برکت ہوتی ہے جس میں
 خچ کم پڑے اور مہر بھی ہلکا ہو مُعَامِلَةٌ اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر عورتوں کی صورت شکل کے

وہاں سے کہہ دیا کہ اس کو کچھ بدلہ دیا جائے اور اگر بدلہ دینے کو میسر نہ ہو تو اس کی ثنا و صفت ہی کرو و اور لوگوں کو روبرو
 اس کے احسان کو ظاہر کرو و اور ثنا و صفت کے لئے اتنا کہ دنیا کا فی ہے جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا اور جب
 محسن کا شکر ادا نہ کیا تو خدا سے تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہ ہوگا اور جس طرح ملی ہوئی چیز کا مثانا برابر اسی
 طرح نہ ملی ہوئی پر شہی گھجھارنا کہ ہمارے پاس اتنا اتنا آیا یہ بھی بُرا ہے مُعَامِلَةٌ بایم تحفہ تخالفت کی راہ و رسم
 جاری رکھو اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے محبت بڑھتی ہے اور یہ نہ خیال کرو کہ تھوڑی چیز ہے کیا
 بھیجیں جو کچھ ہو بے تکلف دو و لو مُعَامِلَةٌ ہو کوئی تمہاری خاطر داری کو خوشبو تیل یا دودھ یا تکیہ پیش کرے کہ
 خوشبو سو گندہ لو یا تیل لگا لو دودھ پی لو تکیہ کرے لگا لو تو قبول کرو اور انکار و عذر مت کرو کیونکہ ان چیزوں میں
 کوئی لمبا چوڑا احسان نہیں ہوتا جس کا بار تم سے نہیں اٹھ سکتا اور دوسرے کا دل خوش ہو جاتا ہر مُعَامِلَةٌ
 نیا پھل اول جب تمہارے پاس پہنچے اُسکو آنکھوں اور لبوں سے لگاؤ اور یہ دُعا پڑھو اللہمَّ کَمَا اَرْتَبْتَنَا
 اَنْ نَّکْفَا ذِنَا اَحْزَہُ پھر کوئی بچہ پاس ہو اُسکو دید و مُعَامِلَةٌ اگر تمہارے ہوتے کسی کا قرضہ یا کسی کی امانت یا
 اور کوئی حق ہو تو اُسکی یادداشت بطور وصیت کے لکھ کر اپنے پاس رکھو۔

وہاں سے کہہ دیا کہ اس کو کچھ بدلہ دیا جائے اور اگر بدلہ دینے کو میسر نہ ہو تو اس کی ثنا و صفت ہی کرو و اور لوگوں کو روبرو
 اس کے احسان کو ظاہر کرو و اور ثنا و صفت کے لئے اتنا کہ دنیا کا فی ہے جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا اور جب
 محسن کا شکر ادا نہ کیا تو خدا سے تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہ ہوگا اور جس طرح ملی ہوئی چیز کا مثانا برابر اسی
 طرح نہ ملی ہوئی پر شہی گھجھارنا کہ ہمارے پاس اتنا اتنا آیا یہ بھی بُرا ہے مُعَامِلَةٌ بایم تحفہ تخالفت کی راہ و رسم
 جاری رکھو اس سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے محبت بڑھتی ہے اور یہ نہ خیال کرو کہ تھوڑی چیز ہے کیا
 بھیجیں جو کچھ ہو بے تکلف دو و لو مُعَامِلَةٌ ہو کوئی تمہاری خاطر داری کو خوشبو تیل یا دودھ یا تکیہ پیش کرے کہ
 خوشبو سو گندہ لو یا تیل لگا لو دودھ پی لو تکیہ کرے لگا لو تو قبول کرو اور انکار و عذر مت کرو کیونکہ ان چیزوں میں
 کوئی لمبا چوڑا احسان نہیں ہوتا جس کا بار تم سے نہیں اٹھ سکتا اور دوسرے کا دل خوش ہو جاتا ہر مُعَامِلَةٌ
 نیا پھل اول جب تمہارے پاس پہنچے اُسکو آنکھوں اور لبوں سے لگاؤ اور یہ دُعا پڑھو اللہمَّ کَمَا اَرْتَبْتَنَا
 اَنْ نَّکْفَا ذِنَا اَحْزَہُ پھر کوئی بچہ پاس ہو اُسکو دید و مُعَامِلَةٌ اگر تمہارے ہوتے کسی کا قرضہ یا کسی کی امانت یا
 اور کوئی حق ہو تو اُسکی یادداشت بطور وصیت کے لکھ کر اپنے پاس رکھو۔

[illegible]

مگر اُس میں تحلف و تفساخ نہ کرے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بی بی کا ولیمہ دوسرے جو سے کیا حضرت صفیہؓ کے ولیمہ میں خُرماد اور پنبہ اور گھی کا مالیدہ تھا اور سب سے بڑا ولیمہ حضرت زینبؓ کا تھا کہ ایک کبریٰ بی بی نے بیج ہوئی اور گوشت روٹی لوگوں کو پیٹ بھر کے کھلائی گئی مٹھا مالہ اگر کئی بیبیاں اس سب کو برابر رکھے مٹھا مالہ بی بی کی کچھ خلقی پر صبر کرو اُس سے عداوت مت کرو اگر ایک بات ناپسند ہوگی دوسری بات پسند آجاوے گی بے ضرورت اُس کو مت مارو اور ضرورت ہو تب بھی زیادہ مت مارو اور مُنہ پر گزمت مارو آخرات کو اُسی سے پیار اخلاص کرتے شرم بھی آویگی اُس کا دل بہلانے ہوگا لی گلوں ج مت کر دو ٹھک کر گھر سے مت نکل جاؤ زیادہ خفگی ہو دوسری چار پانی پر سر ہو جب دیکھو کسی طرح نباہ نہیں ہوتا آزاد کرو مٹھا مالہ عورت کو چاہئے کہ خاندان کی اطاعت کرے اُس کو خوش رکھے اُس کے حکم کو ٹالے نہیں خصوصاً جب وہ ہم بستری کے لئے بلاوے اُسکی وسعت سے زیادہ اُس سے نان نفقہ طلب نہ کرے اُس کے روبرو زبان و رازی نہ کرے بلا اجازت اُس کے نوافل نہ پڑھے نہ نفل روزہ رکھے اُس کا مال بدو ان اُسکی رضا کے کسی کو نہ دے نہ خود ضرورت سے زیادہ اُٹھاوے بلا اجازت گھر میں کسی کو نہ آنے دے بلا سخت مجبوری کے اپنے مُنہ سے طلاق نہ مانگے مٹھا مالہ بی بی کو بھڑکا کر بیاں سے لڑا دینا یا نفرت والہ دنیا نہایت گناہ ہے مٹھا مالہ اگر معمولی طور پر کوئی شخص اپنی بی بی کو مارے اُس کی وجہ غیر لوگوں کو دریافت کرنا خلاف تہذیب ہے شاید وہ بات بتلانے کی نہ ہو مثلاً اُس نے ہم بستری سے انکار کیا اور اُس پر مارا ہو تو وہ کیا بتلانیگا مٹھا مالہ بلا ضرورت طلاق مت دو مٹھا مالہ حیض میں طلاق مت دو کہ شاید بلا ضرورت بوجہ نفرت طبعی کے سبب حیض کے دسی ہو مٹھا مالہ حلال کی شرط ٹھیکرانا نہایت بے غیرتی کی بات ہے مٹھا مالہ محض قرآن سے اپنی بی بی کو بدکار یقین کر لینا یا جوا دلا د اُس سے ہو اُسکی صورت شبہات دیکھ کر کہہ دینا کہ یہ میری نہیں ہے بہت گناہ ہے مٹھا مالہ اگر عورت بدچلن ہو اور اُس کا انتظام نہ کر سکے تو اُس کو طلاق دیدینا چاہئے لیکن اگر اُس سے محبت ہو اور ڈرتا ہو کہ بعد طلاق کے میں بھی اسے مبتلا ہو جاؤ گا تو نہ چھوڑے مگر حقے الوسع انتظام و انسداد کرنا چاہئے مٹھا مالہ اگر اپنی آنکھ سے عورت کو دنا کر اُتے دیکھ لیا تو اُس کے مار ڈالنے سے خدا کے نزدیک گنہگار نہ ہو گا گو حاکم دنیا بوجہ عدم ثبوت شرعی کے

۴۴

[illegible][illegible]

ماں میں ماں ملانا انکو ظلم کے طریقے بتلانا یا اس میں اعانت کرنا سخت مذموم ہے ^{۱۳۱} معاملہ مخبرات
 کہدینے میں حکام سے مت دبو ^{۱۳۲} معاملہ حکام کو مناسب نہیں کہ رعایا کے عیوب جرائم کا بلا ضرورت
 تجسس کریں ع کہ بیچ نفس بنبر خالی از خطا بود ^{۱۳۳} معاملہ بلا قصور کسی کو گھور کر دیکھنا جس سے وہ درجہ
 جائز نہیں ^{۱۳۴} معاملہ اگر حکام ظلم کرنے لگیں ان کو بڑا مت کہو سچے جاؤ کہ ہم سے حاکم حقیقی کی نافرمانی ہوتی ہو
 یہ اسکی منرا ہے اپنی حالت درست کہ لاء اللہ تعالیٰ احکام کے قلوب کو نرم کرو نیگے ^{۱۳۵} معاملہ حاکم کو ایسی جگہ
 بیٹھنا جہاں نہ حاجت مند جا سکے نہ کسی فریج سے اپنی فریادوں پہنچا سکے جائز نہیں ^{۱۳۶} معاملہ عصر کی
 حالت میں حواس درست نہیں ہتے اسوقت مقدمہ مصیل کرنا بچا ہے ^{۱۳۷} معاملہ رشوت لینے کی سخت
 ممانعت ہے گو بدیہ کے طور پر ہو ^{۱۳۸} معاملہ جھوٹا دعویٰ جھوٹی گواہی جھوٹی قسم جھوٹا انکار کسی کو سختی کا
 یہ سب گناہ ہے ^{۱۳۹} معاملہ اپنا حق ثابت کرنے کے لئے کوشش کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ اس میں کاپی
 کی راہ سے بیٹھ رہنا کہ ہمتی قرار دی گئی ہے اور باوجود کوشش کرنے کے ناکامی ہو اسکا زیادہ غم کرنا بھی
 بڑا ہے سمجھ لے کہ حاکم حقیقی کو یہی منظور تھا ^{۱۴۰} معاملہ قوسی شبہ میں حوالات کروینے کی اجازت ہے
^{۱۴۱} معاملہ سواری اور شاد بازی کی مشق کا حکم ہے ^{۱۴۲} معاملہ گھوڑے کے دم کے بال اور آیاں اور پیشانی کے
 بال مت کاٹو دم کے بال کو کھٹی اڑاتا ہے یاں سے اسکو گرمی پہنچتی ہے پیشانی کے بالوں میں برکت ہو۔

سفر

^{۱۴۳} معاملہ راہ میں سواری کے جانور کو کہیں کہیں گھاس چرنے چھوڑ دیا کرو اور اگر خشکی کا زمانہ ہو اور گھاس نہ ہو
 تو راہ میں حج مت کرو جلدی منزل پر پہنچ کر اُسکے کھانے پینے کا انتظام کرو اور جہاں ٹھہرنا ہو سڑک
 کو چھوڑ کر ٹھہرو ^{۱۴۴} معاملہ جہاں تک ممکن ہو سفر تنہا مت کرو ^{۱۴۵} معاملہ جب کام ہو چکے جلدی اپنے ٹھکانے
 آجاؤ خواہ مخواہ سفر میں بے آرام مت ہو ^{۱۴۶} معاملہ شب کے سفر میں منزل جلدی کٹتی ہے ^{۱۴۷} معاملہ سفر میں مصلحت
 یہ ہے کہ رفیقوں میں سے ایک کو اپنا سردار بنالیں شاید باہم کچھ تکرار اختلاف ہو جاوے تو فیصلہ آسان
 ہو ^{۱۴۸} معاملہ سارا تقافلے کو چاہئے تمام مجمع کا خیال رکھے کوئی چھوٹ تو نہیں گیا ہو کسی کو سواری وغیرہ کی

۱۳۱ فصل لیاوت
 ۱۳۲ فصل لیاوت
 ۱۳۳ فصل لیاوت
 ۱۳۴ فصل لیاوت
 ۱۳۵ فصل لیاوت
 ۱۳۶ فصل لیاوت
 ۱۳۷ فصل لیاوت
 ۱۳۸ فصل لیاوت
 ۱۳۹ فصل لیاوت
 ۱۴۰ فصل لیاوت
 ۱۴۱ فصل لیاوت
 ۱۴۲ فصل لیاوت
 ۱۴۳ فصل لیاوت
 ۱۴۴ فصل لیاوت
 ۱۴۵ فصل لیاوت
 ۱۴۶ فصل لیاوت
 ۱۴۷ فصل لیاوت
 ۱۴۸ فصل لیاوت
 ۱۴۹ فصل لیاوت
 ۱۵۰ فصل لیاوت
 ۱۵۱ فصل لیاوت
 ۱۵۲ فصل لیاوت
 ۱۵۳ فصل لیاوت
 ۱۵۴ فصل لیاوت
 ۱۵۵ فصل لیاوت
 ۱۵۶ فصل لیاوت
 ۱۵۷ فصل لیاوت
 ۱۵۸ فصل لیاوت
 ۱۵۹ فصل لیاوت
 ۱۶۰ فصل لیاوت
 ۱۶۱ فصل لیاوت
 ۱۶۲ فصل لیاوت
 ۱۶۳ فصل لیاوت
 ۱۶۴ فصل لیاوت
 ۱۶۵ فصل لیاوت
 ۱۶۶ فصل لیاوت
 ۱۶۷ فصل لیاوت
 ۱۶۸ فصل لیاوت
 ۱۶۹ فصل لیاوت
 ۱۷۰ فصل لیاوت
 ۱۷۱ فصل لیاوت
 ۱۷۲ فصل لیاوت
 ۱۷۳ فصل لیاوت
 ۱۷۴ فصل لیاوت
 ۱۷۵ فصل لیاوت
 ۱۷۶ فصل لیاوت
 ۱۷۷ فصل لیاوت
 ۱۷۸ فصل لیاوت
 ۱۷۹ فصل لیاوت
 ۱۸۰ فصل لیاوت
 ۱۸۱ فصل لیاوت
 ۱۸۲ فصل لیاوت
 ۱۸۳ فصل لیاوت
 ۱۸۴ فصل لیاوت
 ۱۸۵ فصل لیاوت
 ۱۸۶ فصل لیاوت
 ۱۸۷ فصل لیاوت
 ۱۸۸ فصل لیاوت
 ۱۸۹ فصل لیاوت
 ۱۹۰ فصل لیاوت
 ۱۹۱ فصل لیاوت
 ۱۹۲ فصل لیاوت
 ۱۹۳ فصل لیاوت
 ۱۹۴ فصل لیاوت
 ۱۹۵ فصل لیاوت
 ۱۹۶ فصل لیاوت
 ۱۹۷ فصل لیاوت
 ۱۹۸ فصل لیاوت
 ۱۹۹ فصل لیاوت
 ۲۰۰ فصل لیاوت

فان تصور جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کو بیچ کر دے اور اس سے حاصل ہونے والا مال کو دوبارہ اپنے مال میں جمع کر لے تو اس کو بیعہ فی سبیل اللہ کہیں گے۔ لیکن اگر وہ اس مال کو دوسرے کو بیچ دے تو اس کو بیعہ فی سبیل اللہ نہیں کہیں گے۔

تخلیف تو نہیں ہے معاملہ قافہ جب منزل پر اترے تو متفرق نہ اترے سب قریب قریب ملکر ٹھہریں اگر کسی پر اُفت آوے دوسرے مدد تو کر سکیں معاملہ اگر بوجہ قلت سوار یوں کے ہمارے ہیں باری مقرر ہو تو سب کو انصاف کی حمایت ضروری ہے اپنے کو ترجیح نہ دے قاعدہ مقررہ کے موافق سب کو عملدرآمد ضرور ہے گو سردار ہی کیوں نہ ہو معاملہ اگر چلتے چلتے کوئی بات حیت کرنے کے لئے زیادہ ٹھہرنا ہو تو سواری سے اتر جانا چاہئے اسپر بیٹھے بیٹھے گھنٹوں نہ باتیں کرتے رہیں اس میں جانور کو تکلیف ہوتی ہے سواری قطع مسافت کے لئے موضوع ہے معاملہ جب منزل پر پہنچے دوسرا کام پیچھے کر دے پہلے جانور پر سے اسباب زمین وغیرہ جدا کر دے معاملہ اگر اسد تعالیٰ فرغت کی سواری دے تو پیادہ چلنے والوں کو اسپر سوار کر دے یہ نہیں کہ ان کے پاؤں میں تو چھالے پڑ جائیں اور تمام نام آدمی کے لئے انکو قتل لے چلو معاملہ جب مقابلہ غنیم کے لئے سفر کرنا ہو حتم الامکان اس کے پوشیدہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے لیکن اگر اظہار میں مصلحت ہو تو اظہار کر دینا چاہئے معاملہ جو لوگ لڑنے کے قابل نہیں یا ان کو لڑنا منظور نہیں جیسے بچہ عورت بدصام دور خدمت گار عالم درویش کفار کا ان کو مقابلہ میں قتل کرنا منع ہے معاملہ دشمن کو امن دیکر بد عہدی کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے معاملہ ایلیجی کو کبھی قتل نہ کرنا چاہئے معاملہ اخلائے واردات جرم ہے معاملہ جو شخص کا فر عا یا پر ظلم کرے یا اسکے حقوق میں کمی کرے یا اسکو بے موقع تکلیف دے یا اسکی ناراضی سے اسکی چیز لیجے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں اس پر دعویٰ دائر فرماوینگے معاملہ اگر جانور فوج کج کرنا ہو تو چھری خوب تیز کر دے اسکو ترسا کر مت مارو گا گھوٹنے میں جانور کو کس درجہ ذیبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو حرام فرمایا ہو معاملہ کتا ایذا پہنچانے والا جانور ہے غریب پریشی کی کیسی ٹانگ لیتا ہے اور ہمیں ایک خصلت ایسی بُری ہے کہ قومی ہمدردی نہیں اپنے جنس کو دیکھ کر قرض ناراض ہوتا ہو اس جہ سے بلا ضرورت اسکا پالنا ممنوع قرار دیا گیا ہے معاملہ جانوروں کو باہم لڑانا جیسے مرغوں کبکروں کو لڑاتے ہیں ممنوع کیا گیا معاملہ اکثر اوقات شکا میں مشغول بننا آدمی کو بیکار اور عقیدل کر دیتا ہے اپنے ضروری کاموں سے جاتا رہتا ہے *

فان تصور جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کو بیچ کر دے اور اس سے حاصل ہونے والا مال کو دوبارہ اپنے مال میں جمع کر لے تو اس کو بیعہ فی سبیل اللہ کہیں گے۔ لیکن اگر وہ اس مال کو دوسرے کو بیچ دے تو اس کو بیعہ فی سبیل اللہ نہیں کہیں گے۔

فان تصور جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کو بیچ کر دے اور اس سے حاصل ہونے والا مال کو دوبارہ اپنے مال میں جمع کر لے تو اس کو بیعہ فی سبیل اللہ کہیں گے۔ لیکن اگر وہ اس مال کو دوسرے کو بیچ دے تو اس کو بیعہ فی سبیل اللہ نہیں کہیں گے۔

آداب معاشرت و خورد و نوش

اوپٹ اگر سالن میں کھنٹی گر پڑے تو اُسکو غوطہ دیکر بھینیک دو پھر اگر دل چاہے کھانا کھاؤ کیونکہ اُس کے ایک بازو میں بیماریاں دو سے پیش شفا ہے وہ زہریلے بازو کو اول ڈالتی ہے دوسرے بازو کے ڈالنے سے اُسکا تارک ہو جاوے گا اوپٹ بسم اللہ کر کے کھانا شروع کرو اور داپنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ البتہ اگر اُس بڑن میں کھانے کی چیز کئی قسم کی ہے مثلاً کئی طرح کا پھل میوہ شیرینی اسوقت جو مرغوب ہو جس طرف سے چاہو اٹھا لو اہل بیت جس چیز میں سب انجلیاں نہ لگانی پڑیں اُسکو تین انگلی سے کھاؤ اور انجلیاں چاٹ لیا کرو اور بڑن میں اگر سالن ہو چکے تو اُسکو بھی صاف کر لیا کرو اُس سے برکت ہوتی ہے اوپٹ اگر ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر جاوے اُسکو اٹھا کر صاف کر کے کھا لو بکتر مت کرو یہ سرکاری نعمت ہے ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی اوپٹ کھانا تواضع کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ متکبروں کی طرح تکبر لگا کر مت کھاؤ اوپٹ اگر کھانا کم ہے اور آدمی زیادہ ہیں سب آہ آدھا پیٹ کھا لو یہ نہیں کہ ایک تو سیر ہو کر کھاوے دوسرا پیٹ پیٹا پھرے اوپٹ کھجور انگوڑا ٹھانی وغیرہ اس قسم کی چیزیں اگر کئی آدمی ملکر کھادیں تو ہر شخص ایک ایک دانہ اٹھاوے دو دو ایک دم سے لینا بے تمیزی اور حرص کی دلیل ہے اوپٹ پیاز دوسرے غلام یا اور کوئی بدبودار چیز کھا کر جمع میں جاؤ لوگوں کو تکلیف ہوگی اوپٹ جنس روزانہ پ تول کر چکاؤ زنانہ ہند کی طرح اندھاؤ ہند مت اٹھاؤ کہ آٹھ دن کی جنس چار دن میں تمام ہو جاوے لیکن بچے ہونے کو مت نالو تو لو اُس میں بے برکتی ہوتی ہے اوپٹ کھانے سے غارغ ہو کر اپنے رزاق کا شکر بجالاؤ اسی طرح پانی پینے کے بعد اوپٹ کھانے کے قبل اور بعد بھی ہاتھ دھوؤ ٹکلی کرو اوپٹ بہت جلد کھانا مت کھاؤ اس سے نقصان ہوتا ہے اوپٹ ممان کی خاطر داشت و مدارات کرو ایک روز کسی قدر تکلف کا کھانا کھلا دو تین دن تک اُس کا حق ممانی جو ممان کو بھی نیا نہیں کہ میزبان کے گھر جم ہی جاوے کہ وہ تنگ آجاوے اوپٹ کھانا سب ملکر کھاؤ اس میں برکت ہوتی ہے ادب جب کھانا کھا چکو تو پہلے دسترخوان اٹھاؤ و خود اُس کو چھوڑ کر اٹھنا

خلافت ادب ہے اور اگر اپنے ساتھی سے پہلے کھا چکو تب بھی اسکا ساتھ دو تھوڑا تھوڑا کھاتے
 سب کو کہیں تمہارے اٹھنے سے وہ بھوکا نہ اٹھ کھڑا ہو اور اگر کسی وجہ سے اٹھنا ہی ضرور ہے تو اس سے
 عذر کرو اور ادب کے معان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا سنت ہے اور بے پانی ایک سانس میر
 مت پوئین سانس میں پیو اور سانس لینے کے وقت برتن منہ سے جدا کر لو اور پانی بسم اللہ کہہ کر
 پیو اور پی کر الحمد للہ کہو اور بے شک سے منہ لگا کر پانی مت پیو اسی طرح جو برتن ایسا ہو جس سے فوٹہ
 زیادہ پانی آجانے کا احتمال ہے یا یا ندیشہ ہے کہ اس میں سے کوئی سانپ بچھوڑا جاوے اور بے
 بلا ضرورت کھرے ہو کر پانی مت پیو اور بے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے اور ادب
 پانی پی کر اگر دوسرے کو بھی دینا ہو تو دھنسنے والے کو پہلے دو دھاپے دھنسنے والے کو اسی طرح دو ختم ہونا
 چاہئے اور بے کنارہ ٹوٹے برتن سے ٹوٹن کی طرف سے پانی مت پیو اور بے شام کے وقت
 بچوں کو باہر مت نکلنے دو اور شب کو بسم اللہ کہہ کے دروازے بند کر لو اور بسم اللہ کہہ کے برتنوں کو
 ڈھانک کر باورچراغ سوتے وقت گل کر دو اور بے کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس لیجاؤ۔ تو
 ڈھانک کر بے جاؤ اور بے سوتے وقت آگ کھلی مت چھوڑو بچھا دیا اچھی طرح دبا دو۔

پوش و زینت

اور بے مردوں کو ٹخنوں سے نیچے کر تا یا پا بجاہ یا لنگی پہننا ممنوع ہے اسی طرح حریر یا زری کپڑا پہننا
 ممنوع ہے البتہ چار انگشت چوڑی گوٹ بیل وغیرہ جائز ہے اس سے زیادہ ممنوع ہے اور بے ایک
 جوتی پہنکر مت چلو سر سے پاؤں تک ایک کپڑے کے اندر مت لپٹ جاؤ کہ چلنے میں یا جلدی سے
 ہاتھ نکالنے میں تکلیف ہو جس طرح بعض موسم سردی میں زانی میں لپٹ جاتے ہیں ایسی وضع سے
 کپڑا مت پہنو کہ اٹھتے بیٹھتے ستر کھجاوے اور بے کپڑا اپنی طرف سے پہننا شروع کر دو مثلاً داسنی
 استین پہلے پہنو علیٰ ہذا اور بے کپڑا پہنکر اپنے مولے کا اس طرح شکریہ ادا کرنے سے بہت ہی
 گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے الحمد للہ الذی یغفر لکم ذنوبکم ہذا اور زینت من غیر حویٰ متغی

خلافت ادب ہے اور اگر اپنے ساتھی سے پہلے کھا چکو تب بھی اسکا ساتھ دو تھوڑا تھوڑا کھاتے
 سب کو کہیں تمہارے اٹھنے سے وہ بھوکا نہ اٹھ کھڑا ہو اور اگر کسی وجہ سے اٹھنا ہی ضرور ہے تو اس سے
 عذر کرو اور ادب کے معان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا سنت ہے اور بے پانی ایک سانس میر
 مت پوئین سانس میں پیو اور سانس لینے کے وقت برتن منہ سے جدا کر لو اور پانی بسم اللہ کہہ کر
 پیو اور پی کر الحمد للہ کہو اور بے شک سے منہ لگا کر پانی مت پیو اسی طرح جو برتن ایسا ہو جس سے فوٹہ
 زیادہ پانی آجانے کا احتمال ہے یا یا ندیشہ ہے کہ اس میں سے کوئی سانپ بچھوڑا جاوے اور بے
 بلا ضرورت کھرے ہو کر پانی مت پیو اور بے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے اور ادب
 پانی پی کر اگر دوسرے کو بھی دینا ہو تو دھنسنے والے کو پہلے دو دھاپے دھنسنے والے کو اسی طرح دو ختم ہونا
 چاہئے اور بے کنارہ ٹوٹے برتن سے ٹوٹن کی طرف سے پانی مت پیو اور بے شام کے وقت
 بچوں کو باہر مت نکلنے دو اور شب کو بسم اللہ کہہ کے دروازے بند کر لو اور بسم اللہ کہہ کے برتنوں کو
 ڈھانک کر باورچراغ سوتے وقت گل کر دو اور بے کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس لیجاؤ۔ تو
 ڈھانک کر بے جاؤ اور بے سوتے وقت آگ کھلی مت چھوڑو بچھا دیا اچھی طرح دبا دو۔

خلافت ادب ہے اور اگر اپنے ساتھی سے پہلے کھا چکو تب بھی اسکا ساتھ دو تھوڑا تھوڑا کھاتے
 سب کو کہیں تمہارے اٹھنے سے وہ بھوکا نہ اٹھ کھڑا ہو اور اگر کسی وجہ سے اٹھنا ہی ضرور ہے تو اس سے
 عذر کرو اور ادب کے معان کو گھر کے دروازے تک پہنچانا سنت ہے اور بے پانی ایک سانس میر
 مت پوئین سانس میں پیو اور سانس لینے کے وقت برتن منہ سے جدا کر لو اور پانی بسم اللہ کہہ کر
 پیو اور پی کر الحمد للہ کہو اور بے شک سے منہ لگا کر پانی مت پیو اسی طرح جو برتن ایسا ہو جس سے فوٹہ
 زیادہ پانی آجانے کا احتمال ہے یا یا ندیشہ ہے کہ اس میں سے کوئی سانپ بچھوڑا جاوے اور بے
 بلا ضرورت کھرے ہو کر پانی مت پیو اور بے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے اور ادب
 پانی پی کر اگر دوسرے کو بھی دینا ہو تو دھنسنے والے کو پہلے دو دھاپے دھنسنے والے کو اسی طرح دو ختم ہونا
 چاہئے اور بے کنارہ ٹوٹے برتن سے ٹوٹن کی طرف سے پانی مت پیو اور بے شام کے وقت
 بچوں کو باہر مت نکلنے دو اور شب کو بسم اللہ کہہ کے دروازے بند کر لو اور بسم اللہ کہہ کے برتنوں کو
 ڈھانک کر باورچراغ سوتے وقت گل کر دو اور بے کھانے پینے کی چیز کسی کے پاس لیجاؤ۔ تو
 ڈھانک کر بے جاؤ اور بے سوتے وقت آگ کھلی مت چھوڑو بچھا دیا اچھی طرح دبا دو۔

کلاؤٹ اور ٹی امیروں کے پاس یاد دہیٹھنے سے دنیا کی ہوس بڑھتی ہے عمدہ پوشاک کی فکر ہوتی ہے بہتر یہ ہے کہ جب تک کپڑے میں ہونڈ لگ جاوے اسکو پُرانا نہ سمجھے اور ٹی کپڑے میں اس قدر زمینیت و اہتمام کرے کہ انگشت منا ہونے لگے کہ ریا اور تکبر ہے اور نہ بالکل برجشیت میلانگنہ اسے کہ نعمت کی ناشکری ہے سادگی کے ساتھ تو سطر کھے اور ٹی اپنی وضع چھوڑ کر دوسری قوموں کی وضع و پوشش سے ایسی نفرت ہونا چاہئے جیسا مرد کو انجیا لنگے کے پہننے سے جو کہ عورتوں کی وضع ہے اور ٹی عورت کو بار یک کپڑا پہننا گویا ننگا پھرنے ہے اور ٹی اگر تانا ریشیم کا اور باناسوت کا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور ٹی مرد کو سونے کی انگشتری پہننا حرام ہے البتہ چاندی کی انگشتری کا مضائقہ نہیں مگر ساڑھے چار ماشے سے کم ہونا چاہئے اور ٹی بجا زیور جیسے گھنگرو وغیرہ پہننا منع ہے اور ٹی جو تے کئی کئی جوڑے رکھا کرو اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں وہ اپنے پاؤں میں اول پہنوا داتا رہنے میں پہلے بائیں سے اتار د اور ٹی جو تے پہننے میں اگر ہاتھ سے کام لینا پڑے مثلاً تنگ ہر یا شمر وغیرہ باندھنا ہے تو کھڑے ہو کر مت پہنوا اور ٹی جہاں جو تے چوری جانے کا ڈر ہو تو اٹھا کر اپنے پاس کھوا اور ٹی یہ چیزیں فطرت سلیمہ کا مقتضا ہیں خنڈ کرنا زیناف کے بال لینا لبیں کٹانا ناخن کٹانا بغل کے بال لینا اور چالیس روز سے زیادہ بال دناض کو چھوڑنے کی اجازت نہیں اور ٹی سفید بالوں میں خضاب کرنا مستحب ہے مگر سیاہ خضاب سے ممانعت آئی ہے اور ٹی مردوں کو عورتوں کا لباس اور عورتوں کو مردوں کا لباس اور شکل و صورت بنانا حرام ہے اور ٹی کسی کے بال ملا کر اپنے بال بڑھانا اور بدن گو دنا حرام ہے اور موجب لعنت ہے اور ٹی کسم اور زعفران کا رنگا کپڑا پہننا مرد کے لئے ممنوع ہے اور ٹی داڑھی کٹنا ناجب ٹھی سے واید نہ ہو منج بہر البتہ اگر ایک آدھ بال بڑھا ہوا ہو اسکو برابر کرنے میں مضائقہ نہیں اور ٹی اگر سر پر بال ہوں تو اُن کو کھنکھو رہو کنگھی کرتے رہو تھیل لگالیا کر داسی طرح داڑھی مگر بہر وقت کنگھی چوٹی میں رہنا و اہیات بات ہے اور ٹی اگر بال سفید ہونا شروع ہو جا دیں تو اُن کو کھا کر نکالو مت اور ٹی لڑکوں کا سر منڈا دینا بال کھنے سے بہتر ہے اور ٹی عورت کے لئے بہتر ہے کہ ہاتھوں کو مندی لگائے اور کچھ نہیں

[illegible][illegible][illegible]

۱۴۰ ۱۳۹ ۱۳۸ ۱۳۷ ۱۳۶ ۱۳۵ ۱۳۴ ۱۳۳ ۱۳۲ ۱۳۱ ۱۳۰ ۱۲۹ ۱۲۸ ۱۲۷ ۱۲۶ ۱۲۵ ۱۲۴ ۱۲۳ ۱۲۲ ۱۲۱ ۱۲۰ ۱۱۹ ۱۱۸ ۱۱۷ ۱۱۶ ۱۱۵ ۱۱۴ ۱۱۳ ۱۱۲ ۱۱۱ ۱۱۰ ۱۰۹ ۱۰۸ ۱۰۷ ۱۰۶ ۱۰۵ ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

أواب منفرة

ادبؔ مسلمان کے مسلمان پر حقوق ہیں جب ملو سلام کرو پکارے تو جواب دو دعوت کرے تو قبول کرو اور پھینکے تو رجم کا لہہ کو جبکہ اُس نے الحمد للہ کہا ہو بیمار ہو جاوے تو عیادت کرو مر جاوے تو اس کے جنازے کے ہمراہ جاؤ اور جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اُسکے لئے پسند کرو ادبؔ اپنے گھر جاکر گھر والوں کو سلام کرو ادبؔ خط لکھ کر اسپر مٹی جھڑو دیکر ادبؔ لکھتے لکھتے اگر کچھ مضمون سوچنے لگو قلم کان میں رکھ لیا کرو اس سے مضمون خوب یاد آتا ہے ادبؔ اپنے چھوٹے بچوں سے پیار محبت کرنے میں بھی ثواب ہے ادبؔ دوسرے شخص کے کپڑے سے ہاتھ مت پوچھو البتہ اگر اسکو ناگوار نہ ہو تو مصائب نہیں مثلاً وہ تمہارا ہی دیا ہوا کپڑا پہن رہا ہے ایسی صورت میں غالباً اسکو ناگوار نہ ہوگا ادبؔ مجلس میں کسی کی طرف پاؤں مت پھیلاؤ ادبؔ جس سے ملو کشادہ روئی سے ملو بلکہ تبسم مناسب تاکہ دو خوش ہو جاوے ادبؔ سب اچھا نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے ادبؔ نہ ایسا نام رکھو جس سے فخر و غلوی پائی جاوے نہ ایسا جس کے بُرے معنی ہوں ادبؔ بندہ حسن بندہ حسین وغیرہ نام مت رکھو ادبؔ زمانے کو بُرا مت کہو کیونکہ زمانہ تو کچھ نہیں کر سکتا وہ بات غفور باللہ اللہ کی طرف پہنچتی ہے ادبؔ انواری باتوں کی حکایت کرتے وقت اکثر کہا جاتا ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں اور سننے والا اسکو معتبر ضرر جانتا ہے اسلئے اس کہنے سے ممانعت آئی ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں غرض بلا سند بات نہ کہے ادبؔ یوں نہ کہو کہ اگر خدا چاہے اور فلانا شخص چاہے یا یہ کہ اوپر خدا نیچے تم بلکہ یوں کہو کہ اگر خدا چاہے پھر فلانا چاہے ادبؔ فساق و فجار کے لئے زیادہ تعظیمی الفاظ مت کہو ادبؔ بُرا شعر کہنا تو بُرا ہی ہے مبلح اشعار میں بھی اسقدر مشغولی بُری ہے جس سے دین و دنیا کی ضروریات میں ہرج ہونے لگے اور اُسی کی دُشمنی ہو جا

[illegible]

ادب باتیں بہت تکلف سے چاہا کرتا کرو کلام میں زیادہ مبالغہ کرو ادب اپنے وعظ پر خود عمل کرنے کا بڑا وبال ہے ادب کلام میں توسط کا لحاظ رکھے نہ اس قدر طول کرے کہ لوگ گھبرا جائیں نہ مقدر اختصار کہ مطلب بھی سمجھ میں نہ آوے ادب جس طرح عورت کو احتیاط ضروری ہے کہ غیر مرد کے کان میں اسکی آواز نہ پڑے اسی طرح مرد کو احتیاط واجب ہے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کے روبرو شعاع وغیرہ پھینکنے سے اجتناب رکھے کیونکہ تفریق القلب ہوتی ہیں ان کی خرابی کا اندیشہ ہے ادب گانے بجانے کا شغل قلب کو خراب کرتا ہے کیونکہ نفوس میں خست غالب ہے اور گانے بجانے سے کیفیت موجودہ کو حرکت و قوت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے۔

حفظ لسان

اوپے مزے تال گبھار دم پہ کو گوئی گردیگر کوئی چغم، بعض اوقات سہری طور پر ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے کہ جنہم میں لیجاتی ہے جب سوچ کے بلو لگے اس آفت سے محفوظ رہو گے اوپے گالیاں دینا فسقوں کا کام ہے اوپے کسی کو فاسق کا فر ملعون خدا کا دشمن بے ایمان مت کہو اگر وہ شخص ایسا نہ ہو گا تو یہ سب چیزیں ٹوٹ کر کھنڈے والے پر پڑیں گی اسی طرح یہ کہنا کہ فلا نے پر خدا کی مارتی بھٹکا خدا کا غضب پڑے یا دوزخ نصیب ہو خواہ کسی آدمی کو کما جاوے یا جانور کو یا کسی بیجان چیز کو اوپے اگر کوئی تم کو سخت کلمہ کہے اسے بقدر تم بھی کہہ سکتے ہو اور زیادتی کرنے میں پھرتم گندگار ہو گے اوپے اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے لوگوں میں بڑی غفلت ہو گئی ہے میں پر بڑی حیرت ہے و خود ذلک اگر یہ بات تاسف و شفقہ کسی جاوے مضائقہ نہیں اور اگر براہ خود پسندی و خود بینی کہ جاوے تو یہ اول اسی الزام کا مورد ہے جو آدمیوں پر عائد کر رہا ہے اوپے دورو یہین کبھی مت کہو کہ حبیبوں میں گم ہوئی ہے یا تیرے لئے بقول شخصے جنہا پر گئے جہنما داس گنگا پر گئے گنگا داس اوپے چیلوئی ہرگز مت کہو اوپے سچ بلو جھوٹ ہرگز مت بلو البتہ دو شخصوں میں مصالحت کرانے کے لئے جھوٹ بلوئے کا مضائقہ نہیں اوپے کسی کے منہ پر خوشامد سے اس کی تعریف مت کہو اسی طرح اگر غائبانہ بھی

[illegible]

[illegible]

بھی تعریف کرنا ہوتا تھا میں مبالغہ و یقینی غم سے مت کر دینا کہ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم
بلکہ یوں کہو کہ میرے علم میں فلان شخص ایسا ہے اور یہ بھی اُس وقت کہ جو بے اسکو اپنے علم میں لیا سمجھتے بھی ہوں
اور بے غیبت کبھی مت کر داس ہو علاوہ گناہ کے دنیوی طرح طرح کے فساد پیدا ہوتے ہیں اور حقیقت
غیبت کی یہ ہے کہ کسی کی پیٹھی پیچھے اسکی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سُنے تو اسکو ناگوار ہو اگرچہ وہ بات اسکو
اندر موجود ہی ہو اور اگر وہ بات اُس میں نہیں ہے تو وہ غیبت سے بھی بڑھ کر بہتان ہے اور بے اگر
اتفاقاً غلبہ نفس و شیطان سے کوئی معصیت سرزد ہو جاوے تو اسکو گاتے مت پھر اور بے بحث
مباحثہ میں کسی سے مت الجھو جو دیکھو کہ مخاطب حق بات نہیں مانتا خاموش ہو جاؤ اور ناحق سخن برپا
تو بہت ہی بُری ہے اور بے محض لوگوں کے ہنسائے کے لئے جھوٹی باتیں بنانے کی عادت مت
ڈالو اور بے جس کلام سے نہ کوئی دنیوی فائدہ ہو نہ دینی اسکو زبان سے مت نکالو اور بے اگر کسی شخص سے
کوئی خطا گناہ ہو جاوے اسکو دوسری سے نصیحت کرنا تو اچھی بات ہے مگر محض اسکی تحقیر کی غرض سے اسکو
ملامت کرنا عار دلانا بُری بات ہو ڈرنا چاہئے کہ میں ناصح صاحب ہوں بلا میں نہ مبتلا ہو جاؤں اور بے
غیبت جیسے زبان سے ہوتی ہے اسی طرح کسی کی نقل اتارنے سے بھی بلکہ یہ زیادہ قبیح ہے مثلاً آنکھ داکر
دیکھنا انگڑا کر چلنا اور بے زیادہ مت ہنسو اس سے دل مُردہ ہو جاتا ہے یعنی اس میں قساوت و
غفلت آجاتی ہے اور پھر سے کی رونق جاتی رہتی ہے اور بے جس شخص کی غیبت ہوگئی ہو اور اُس سے
کسی وجہ سے معاف کرنا دشوار ہو تو مارے درجے اسکا اعلان یہ ہے کہ اُس شخص کے لئے اور اُسکے
ساتھ اپنے لئے استغفار کرتے رہو اس طرح اللہ تعالیٰ غفر لکھنا اور بے جھوٹا وعدہ مت کر دتے کہ بچے کے
بہلانے کو بھی جھوٹ مت کہو کہ تجا کو مٹھانی دینگے بسکٹ دینگے اگر کو تو دینے کی نیت لکھو اور بے کسی
دل خوش کرنے کے لئے خوش طبعی کرنا مضائقہ نہیں مگر اُس میں دو امر کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ جھوٹ نہ
بولو دوسرے یہ کہ اُس شخص کا دل آزر دہ مت کرو یعنی وہ اگر بُرا ماننا ہے تو ہنسی مت کرو اور بے حسب

حقوق و خدمت

۱۳۱۸ من تبرک علیہ
 وکذب علی نفسه
 بطن ریح الخبثه وذن
 نیک المراء ورو
 حق بیانی وخط
 الخفیه وتری
 ۱۳۱۹ دین کین
 کذب
 حکمت العلم
 بیکنی
 دین وکیل المری
 ۱۳۲۰ کرم
 اسلام المورک
 ۱۳۲۱ الاغه "اکس
 من غیر
 فاه یاب
 ۱۳۲۲ علیله انوری
 ۱۳۲۳ احب
 انی حیت احب

76

۱۰ ان کی کڑواؤ کڑا
۱۱ اترتوی **عجلہ**
۱۲ ایک دگر
۱۳ انصاف و انصاف
۱۴ عیسیٰ القلب
۱۵ دینیب یوزارو
۱۶ یہی **عجلہ**
۱۷ ان کی کڑا
۱۸ انصاف ان کی عیسیٰ
۱۹ ان کی عیسیٰ
۲۰ ان کی عیسیٰ
۲۱ ان کی عیسیٰ
۲۲ ان کی عیسیٰ
۲۳ ان کی عیسیٰ
۲۴ ان کی عیسیٰ
۲۵ ان کی عیسیٰ
۲۶ ان کی عیسیٰ
۲۷ ان کی عیسیٰ
۲۸ ان کی عیسیٰ
۲۹ ان کی عیسیٰ
۳۰ ان کی عیسیٰ
۳۱ ان کی عیسیٰ
۳۲ ان کی عیسیٰ
۳۳ ان کی عیسیٰ
۳۴ ان کی عیسیٰ
۳۵ ان کی عیسیٰ
۳۶ ان کی عیسیٰ
۳۷ ان کی عیسیٰ
۳۸ ان کی عیسیٰ
۳۹ ان کی عیسیٰ
۴۰ ان کی عیسیٰ
۴۱ ان کی عیسیٰ
۴۲ ان کی عیسیٰ
۴۳ ان کی عیسیٰ
۴۴ ان کی عیسیٰ
۴۵ ان کی عیسیٰ
۴۶ ان کی عیسیٰ
۴۷ ان کی عیسیٰ
۴۸ ان کی عیسیٰ
۴۹ ان کی عیسیٰ
۵۰ ان کی عیسیٰ
۵۱ ان کی عیسیٰ
۵۲ ان کی عیسیٰ
۵۳ ان کی عیسیٰ
۵۴ ان کی عیسیٰ
۵۵ ان کی عیسیٰ
۵۶ ان کی عیسیٰ
۵۷ ان کی عیسیٰ
۵۸ ان کی عیسیٰ
۵۹ ان کی عیسیٰ
۶۰ ان کی عیسیٰ
۶۱ ان کی عیسیٰ
۶۲ ان کی عیسیٰ
۶۳ ان کی عیسیٰ
۶۴ ان کی عیسیٰ
۶۵ ان کی عیسیٰ
۶۶ ان کی عیسیٰ
۶۷ ان کی عیسیٰ
۶۸ ان کی عیسیٰ
۶۹ ان کی عیسیٰ
۷۰ ان کی عیسیٰ
۷۱ ان کی عیسیٰ
۷۲ ان کی عیسیٰ
۷۳ ان کی عیسیٰ
۷۴ ان کی عیسیٰ
۷۵ ان کی عیسیٰ
۷۶ ان کی عیسیٰ
۷۷ ان کی عیسیٰ
۷۸ ان کی عیسیٰ
۷۹ ان کی عیسیٰ
۸۰ ان کی عیسیٰ
۸۱ ان کی عیسیٰ
۸۲ ان کی عیسیٰ
۸۳ ان کی عیسیٰ
۸۴ ان کی عیسیٰ
۸۵ ان کی عیسیٰ
۸۶ ان کی عیسیٰ
۸۷ ان کی عیسیٰ
۸۸ ان کی عیسیٰ
۸۹ ان کی عیسیٰ
۹۰ ان کی عیسیٰ
۹۱ ان کی عیسیٰ
۹۲ ان کی عیسیٰ
۹۳ ان کی عیسیٰ
۹۴ ان کی عیسیٰ
۹۵ ان کی عیسیٰ
۹۶ ان کی عیسیٰ
۹۷ ان کی عیسیٰ
۹۸ ان کی عیسیٰ
۹۹ ان کی عیسیٰ
۱۰۰ ان کی عیسیٰ

سليم علي احمد
لايفر اجبر
ان تاحضرت
امرح اسلم
بسم الله ان الله
ولا شاك رحمة
الاخلاق
قال اني لا اقول
ايك يا رسول الله
الله قاتلوا

[illegible]

بھی تعریف کرنا ہوتا تھا میں مبالغہ و یقینی غم سے مت کر دینا کہ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم
بلکہ یوں کہو کہ میرے علم میں فلان شخص ایسا ہے اور یہ بھی اُس وقت کہ جو بے اسکو اپنے علم میں لیا سمجھتے بھی ہوں
اور بے غیبت کبھی مت کر داس ہو علاوہ گناہ کے دنیوی طرح طرح کے فساد پیدا ہوتے ہیں اور حقیقت
غیبت کی یہ ہے کہ کسی کی پیٹھی پیچھے اسکی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سُنے تو اسکو ناگوار ہو اگرچہ وہ بات اسکو
اندر موجود ہی ہو اور اگر وہ بات اُس میں نہیں ہے تو وہ غیبت سے بھی بڑھ کر بہتان ہے اور بے اگر
اتفاقاً غلبہ نفس و شیطان سے کوئی معصیت سرزد ہو جاوے تو اسکو گاتے مت پھر اور بے بحث
مباحثہ میں کسی سے مت الجھو جو دیکھو کہ مخاطب حق بات نہیں مانتا خاموش ہو جاؤ اور ناحق سخن برپا
تو بہت ہی بُری ہے اور بے محض لوگوں کے ہنسائے کے لئے جھوٹی باتیں بنانے کی عادت مت
ڈالو اور بے جس کلام سے نہ کوئی دنیوی فائدہ ہو نہ دینی اسکو زبان سے مت نکالو اور بے اگر کسی شخص سے
کوئی خطا گناہ ہو جاوے اسکو دوسری سے نصیحت کرنا تو اچھی بات ہے مگر محض اسکی تحقیر کی غرض سے اسکو
ملامت کرنا عار دلانا بُری بات ہو ڈرنا چاہئے کہ میں ناصح صاحب ہوں بلکہ میں نہ ملتا ہو جاؤں اور بے
غیبت جیسے زبان سے ہوتی ہے اسی طرح کسی کی نقل اتارنے سے بھی بلکہ یہ زیادہ قبیح ہے مثلاً آنکھ داکر
دیکھنا انگڑا کر چلنا اور بے زیادہ مت ہنسو اس سے دل مُردہ ہو جاتا ہے یعنی اس میں قساوت و
غفلت آجاتی ہے اور پھر سے کی رونق جاتی رہتی ہے اور بے جس شخص کی غیبت ہوگئی ہو اور اُس سے
کسی وجہ سے محاف کرنا دشوار ہو تو مارے درجے اسکا اعلان یہ ہے کہ اُس شخص کے لئے اور اُسکے
ساتھ اپنے لئے استغفار کرتے رہو اس طرح اللہ تعالیٰ غفر لکھنا اور بے جھوٹا وعدہ مت کر دتے کہ بچے کے
بہلانے کو بھی جھوٹ مت کہو کہ تجا کو مٹھانی دینگے بسکٹ دینگے اگر کو تو دینے کی نیت لکھو اور بے کسی
دل خوش کرنے کے لئے خوش طبعی کرنا مضائقہ نہیں مگر اُس میں دوا مرکا لحاظ رکھو ایک یہ کہ جھوٹ نہ
بولو دوسرے یہ کہ اُس شخص کا دل آزر دہ مت کرو یعنی وہ اگر بُرا ماننا ہے تو ہنسی مت کرو اور بے حسب

حقوق و خدمت

۱۳۱۸ من تبرک علیہ
 وکذب علی نفسه
 بطن ریح الخبثه وذن
 نیک المراء ورو
 حق بیانی وخط
 الخفنه وکیل
 ۱۳۱۹ کذب
 حکمت العلم
 بیکنی
 بیل وکیل
 ۱۳۲۰ کرم
 اسلام المورک
 ۱۳۲۱ الکس
 بالاعنه
 ۱۳۲۲ من غیر
 فاه یاب
 ۱۳۲۳ علیہ انوری
 ۱۳۲۴ احب
 انی حیث احب

76

۱۰ ان کی کڑواؤ کڑا
۱۱ اترتوی **عجلہ**
۱۲ ایک دگر
۱۳ انصاف و انصاف
۱۴ عیست القلب
۱۵ دینوب یوزارو
۱۶ یہی **عجلہ**
۱۷ ان میں کفر
۱۸ انصاف ان ایستغفر
۱۹ کن عقیقہ بقول
۲۰ اللہ اعظم ان
۲۱ کہ یہی **عجلہ**
۲۲ اودا **عجلہ**
۲۳ اودا اودا عوم
۲۴ یہی اودا
۲۵ لوم اودا
۲۶ کثرت عجلہ
۲۷ اودا
۲۸ اودا
۲۹ اودا
۳۰ اودا

سليم علي احمد
لايفر اج
ان تانصوحت
امس اسے
نہیں
ولا شمار
لافاک
اقبال ان
ایک با
سید رسول
۱۲۱۲

اوپٹ چھوٹوں پر مہربانی بڑوں کی تعظیم کرو خصوصاً بوڑھوں کی اوپٹ اگر تمہارے رب و ربوہ کی غیبت ہو
ہو جتنے الامکان اس سے روکو اس کی طرف سے جواب دو اوپٹ کسی میں کوئی عیب دیکھو بلطف و نرمی
انکو مطلع کرو ورنہ دوسرا شخص انکو دیکھ کر رسوا کرے گا اوپٹ اپنے دوستوں سے اور رفیقوں سے اچھی
طرح پیش آؤ اوپٹ شخص کے رتبے کے موافق اسکی قدر و منزلت کرو سب کو ایک لکڑی سے
بانگو اوپٹ بڑی سنگدلی کی بات ہے کہ تم پیٹ بھر کر بیٹھ رہو اور تمہارا پڑوسی جبکہ کا پڑا رہے اوپٹ
غرض کی دوستی بالکل ہیچ ہے محض اللہ کے واسطے بے غرض دوستی و محبت رکھو اوپٹ جس شخص سے
تک جو محبت ہو انکو بھی خبر کرو اس سے انکو بھی محبت ہو جاتی ہے اور انکا نام و نشان و نسب بھی دریا
کر لو اس سے محبت اور بڑھ جاتی ہے اوپٹ جس سے دوستی کرنا ہو اسکا دین و وضع و خیالات اول و ثانی
کو لو ورنہ اثر صحبت سے کہیں تم بھی نہ بگڑ جاؤ اوپٹ اگر اتفاقاً کسی سے رنجش ہو جاوے تو تین دن
تک غصہ ختم کر دو پھر اس سے مل جاؤ اس سے زیادہ بول چال چھوڑ دینا گناہ ہے اور جو پہلے ملاقات
کر لیا انکو زیادہ ثواب ملیگا اوپٹ کسی پر بدگمانی مت کرو کسی کا عیب مت ڈھونڈو صواب ہم حسد
مت کرو بغض مت رکھو قطع تعلق مت کرو و صراحتی مت کرو سب بھائی بن کر رہو اوپٹ اگر دو شخصوں
میں رنجش ہو جاوے تو اصلاح کر دیا کرو اوپٹ اگر تم سے کوئی عزت کرے اور معافی چاہے اسکا قصور
معاف کرو اوپٹ جو کام کرو سوچ کر سمجھ کر انجام دیکھ کر اطمینان سے کرو جلدی میں اکثر کام بگڑ جاتے
ہیں اگر عرصہ درکار خیر حاجت ہیچ استغفار نیست اوپٹ وانا انکو سمجھو جو تجربہ کار ہو اوپٹ ہرام میں قسط
محفوظ رکھو اوپٹ تنہ سے کوئی مشورہ لے وہی صلاح و وجہ کو اپنے نزدیک بہتر سمجھتے ہو اوپٹ کفایت اور
انتظام سے خرچ کرنا گویا آدمی معاش ہے لوگوں کی نظروں میں محبوب ہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح
کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے اوپٹ لوگوں سے نرمی و خوش خلقی سے پیش آؤ اوپٹ لوگوں
سے ملنا اور ان کے کام آنا اور ان کی ایذا پر صبر و استقلال کرنا اس سے بہتر ہے کہ گوشہ عافیت میں اپنی جان
بچا کر بیٹھ رہے اور کسی کے کام نہ آوے البتہ اگر نفس کو بالکل برداشت نہ ہو تو لا چاری ہے اوپٹ
غصے کو جہاں تک ہو سکے روکو اوپٹ تواضع سے رہو کہہ کر گزرت کرو اوپٹ لوگوں سے اپنا کھانا

اوپٹ چھوٹوں پر مہربانی بڑوں کی تعظیم کرو خصوصاً بوڑھوں کی اوپٹ اگر تمہارے رب و ربوہ کی غیبت ہو
ہو جتنے الامکان اس سے روکو اس کی طرف سے جواب دو اوپٹ کسی میں کوئی عیب دیکھو بلطف و نرمی
انکو مطلع کرو ورنہ دوسرا شخص انکو دیکھ کر رسوا کرے گا اوپٹ اپنے دوستوں سے اور رفیقوں سے اچھی
طرح پیش آؤ اوپٹ شخص کے رتبے کے موافق اسکی قدر و منزلت کو سب کو ایک لکڑی مست
بانگو اوپٹ بڑی سنگدلی کی بات ہے کہ تم پیٹ بھر کر بیٹھ رہو اور تمہارا پڑوسی جب کو کا پڑا رہے اوپٹ
غرض کی دوستی بالکل ہیچ ہے محض اللہ کے واسطے بے غرض دوستی و محبت رکھو اوپٹ جس شخص سے
تکو محبت ہو انکو بھی خبر کرو اس سے انکو بھی محبت ہو جاتی ہے اور انکا نام و نشان و نسب بھی دریا
کر لو اس سے محبت اور بڑھ جاتی ہے اوپٹ جس سے دوستی کرنا ہو اسکا دین و وضع و خیالات اول دین
کر لو ورنہ اثر صحبت سے کہیں تم بھی نہ بگڑ جاؤ اوپٹ اگر اتفاقاً کسی سے رنجش ہو جاوے تو تین دن
تک غصہ ختم کر دو پھر اس سے مل جاؤ اس سے زیادہ بول چال چھوڑ دینا گناہ ہے اور جو پہلے ملاقات
کر لیا انکو زیادہ ثواب ملیگا اوپٹ کسی پر بدگمانی مت کرو کسی کا عیب مت ڈھونڈو صواب ہم حسد
مت کرو بغض مت رکھو قطع تعلق مت کرو و صراحتی مت کرو سب بھائی بن کر رہو اوپٹ اگر دو شخصوں
میں رنجش ہو جاوے تو اصلاح کر دیا کرو اوپٹ اگر تم سے کوئی عزت کرے اور معافی چاہے اسکا قصور
معاف کرو اوپٹ جو کام کرو سوچ کر سمجھ کر انجام دیکھ کر اطمینان سے کرو جلدی میں اکثر کام بگڑ جاتے
ہیں گریح درکار خیر حاجت ہیچ استغفار نیست اوپٹ وانا انکو سمجھو جو تجربہ کار ہو اوپٹ ہرام میں قسط
محفوظ رکھو اوپٹ تسے کوئی مشورہ لے وہی صلاح و وجہ کو اپنے نزدیک بہتر سمجھتے ہو اوپٹ کفایت اور
انتظام سے خرچ کرنا گویا آدمی معاش ہے لوگوں کی نظروں میں محبوب ہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح
کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے اوپٹ لوگوں سے نرمی و خوش خلقی سے پیش آؤ اوپٹ لوگوں
سے ملنا اور ان کے کام آنا اور ان کی ایذا پر صبر و استقلال کرنا اس سے بہتر ہے کہ گوشہ عافیت میں اپنی جان
بچا کر بیٹھ رہے اور کسی کے کام نہ آوے البتہ اگر نفس کو بالکل برداشت نہ ہو تو لا چاری ہے اوپٹ
غصے کو جہاں تک ہو سکے روکو اوپٹ تواضع سے رنج و کبر گزرت مت کرو اوپٹ لوگوں سے اپنا کھانا

اوپٹے چھوٹوں پر مہربانی بڑوں کی تعظیم کرو خصوصاً بوڑھوں کی اوپٹے اگر تمہارے رب و ربوہ کی غیبت ہو
ہو جتنے الامکان اس سے روکو اس کی طرف سے جواب دو اوپٹے کسی میں کوئی عیب دیکھو بلطف و نرمی
اسکو مطلع کرو ورنہ دوسرا شخص اسکو دیکھ کر رسوا کرے گا اوپٹے اپنے دوستوں سے اور رفیقوں سے اچھی
طرح پیش آؤ اوپٹے شخص کے رتبے کے موافق اسکی قدر و منزلت کرو سب کو ایک لکڑی مت
بانکو اوپٹے بڑی سنگدلی کی بات ہے کہ تم پیٹ بھر کر بیٹھ رہو اور تمہارا پڑوسی جھوکا پڑا رہے اوپٹے
غرض کی دوستی بالکل ہیچ ہے محض اللہ کے واسطے بے غرض دوستی و محبت رکھو اوپٹے جس شخص سے
شکوہ محبت ہو اسکو بھی خبر کرو اس سے اسکو بھی محبت ہو جاتی ہے اور اسکا نام و نشان و نسب بھی دریا
کر لو اس سے محبت اور بڑھ جاتی ہے اوپٹے جس سے دوستی کرنا ہو اسکا دین و وضع و خیالات اول و ثانی
کر لو ورنہ اثر صحبت سے کہیں تم بھی نہ بگڑ جاؤ اوپٹے اگر اتفاقاً کسی سے رنجش ہو جاوے تو تین دن
تک غصہ ختم کر دو پھر اس سے مل جاؤ اس سے زیادہ بول چال چھوڑ دینا گناہ ہے اور جو پہلے ملاقات
کر لیا اسکو زیادہ ثواب ملیگا اوپٹے کسی پر بدگمانی مت کرو کسی کا عیب مت ڈھونڈو صواب ہم حسد
مت کرو بغض مت رکھو قطع تعلق مت کرو درصاحسی مت کرو سب بھائی بن کر رہو اوپٹے اگر دو شخصوں
میں رنجش ہو جاوے تو اصلاح کر دیا کرو اوپٹے اگر تم سے کوئی عزت کرے اور معافی چاہے اسکا قصود
معاف کرو اوپٹے جو کام کرو سوچ کر سمجھ کر انجام دیکھ کر اطمینان سے کرو جلدی میں اکثر کام بگڑ جاتے
ہیں گریح درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست اوپٹے دانا اسکو سمجھو جو تجربہ کار ہو اوپٹے ہرام میں قسط
محفوظ رکھو اوپٹے تسے کوئی مشورہ لے وہی صلاح و وجہ کو اپنے نزدیک بہتر سمجھتے ہو اوپٹے کفایت اور
انتظام سے خرچ کرنا گویا آدمی معاش ہے لوگوں کی نظروں میں محبوب ہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح
کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے اوپٹے لوگوں سے نرمی و خوش خلقی سے پیش آؤ اوپٹے لوگوں
سے ملنا اور ان کے کام آنا اور ان کی ایذا پر صبر و استقلال کرنا اس سے بہتر ہے کہ گوشہ عافیت میں اپنی جان
بچا کر بیٹھ رہے اور کسی کے کام نہ آوے البتہ اگر نفس کو بالکل برداشت نہ ہو تو لاچار می ہے اوپٹے
غصے کو جہاں تک ہو سکے روکو اوپٹے تواضع سے رنج و کمر گزمت کرو اوپٹے لوگوں سے اپنا کھانا

فرمایا پھر خرقة کی رسم سجاے بحیث جاری ہوئی جب دوسرے خلفائیں زہری صوفیہ نے اُس سنت مردہ کو پھر زندہ کیا (قول جمیل) رہی ابتدا اس لقب صوفی کی سو فیہ القرون میں تو صحابی تابعی تابعی امتیاز اہل حق کے لئے کافی القاب تھے پھر خواص کو زہاد و عبادت کہنے لگے پھر جب فتن و بدعات کا شیوع ہوا اور اہل زینغ بھی اپنے کو عباد زہاد کہنے لگے اُس وقت اہل حق نے امتیاز کے لئے صوفی کا لقب اختیار کیا اور دوسری صدی کے اندر اس لقب کی شہرت ہو گئی (تشریح)

دوسرا باب ریاضت و مجاہدہ میں

اس میں دو رکن ہیں رکن اول مجاہدہ اجمالی میں جاننا چاہئے کہ اصول اسکے چار امور ہیں قلت کلام قلت طعام قلت منام قلت اختلاط مع الانام ان سب امور میں مرتبہ اور سطح تعلیم شیخ کامل ملحوظ رکھے نہ اس قدر کثرت کرے جس سے غفلت و قسوت و کاملی پیدا ہو نہ اس قدر قلت کرے جس سے صحت و قوت و اہل ہو جاوے خلاصہ یہ کہ نفس کے مطالبات و قسم ہیں حقوق و خطوط حقوق وہ جس سے قوام بدن و بقا کے حیات ہے خطوط جو اس سے زائد ہے حقوق کو باقی اور خطوط کو فانی کرے فائدہ عظیمہ سالکان طریق نے عزیز و غم کو اعلیٰ درجے کا مجاہدہ قرار دیا ہے کہ اس سے نفس کو پستی و شکستگی حاصل ہوتی ہے جو کہ آثار عبودیت سے ہے اور یہ امر شاہدہ سے معلوم ہوتا ہے یہاں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ سالک کو جو قبضن پیش آجاتا ہے وہ علامت اسکے بعد و طرد کی نہیں کیا عجب کہ اس کا تصفیہ و مجاہدہ مقصود ہو۔ ہرگز اسکی شکایت نہ کرے سر تسلیم خم کر کے اپنا کام کرتا رہے۔ باغبان اگر پنج روز سے صحبت گل بایدش بہ برجائے خار ہجران صبر بل بایدش ہائے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال بہ مرغ زیرک چوں بہرام افندہ تحمل بایدش ابوعلی وفاق فرماتے ہیں صاحب الحزن یقطع من طریق اللہ تعالیٰ سالک یقطع من فقد حزن من سنین البتہ فکر لایعنی قلب کا استیانا کس کو دیتی ہے دوسرا رکن ریاضت تفصیلی میں اس میں دو قسم ہیں قسم اول اخلاق حمیدہ میں اور وہ چند مقامات ہیں توبہ صبر شکر خوف رجاء زہد توحید توکل محبت و شوق اخلاص و صدق مراقبہ محاسبہ تفکر ہر ایک مقام کو ایک ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے

۵۲

فرمایا پھر فرقہ کی رسم سجاے بحیث جاری ہوئی جب وہ رسم خلفائیں نہری صوفیہ نے اُس سنت مردہ کو پھر زندہ کیا (قول جمیل) رہی ابتدا اس لقب صوفی کی سو فیہ القرون میں تو صحابی تابعی تبع تابعی امتیاز اہل حق کے لئے کافی القاب تھے پھر خواص کو زہاد و عباد کہنے لگے پھر جب فتن و بدعات کا شیوع ہوا اور اہل زینغ بھی اپنے کو عباد زہاد کہنے لگے اُس وقت اہل حق نے امتیاز کے لئے صوفی کا لقب اختیار کیا اور دوسری صدی کے اندر اس لقب کی شہرت ہو گئی (تشریح)

دوسرا باب ریاضت و مجاہدہ میں

اس میں دو رکن ہیں رکن اول مجاہدہ اجمالی میں جاننا چاہئے کہ اصول اسکے چار امور ہیں قلت کلام قلت طعام قلت منام قلت اختلاط مع الانام ان سب امور میں مرتبہ اور سطح تعلیم شیخ کامل ملحوظ رکھے نہ اس قدر کثرت کرے جس سے غفلت و قسوت و کاملی پیدا ہو نہ اس قدر قلت کرے جس سے صحت و قوت و اہل عمل مجاہدے خلاصہ یہ کہ نفس کے مطالبات و قسم میں حقوق و حفظ حقوق و جس سے قوام بدن و بقا حیات ہے محفوظ جو اس سے زائد ہے حقوق کو باتی اور خطوط کو فانی کرے فائدہ عظیمہ سالکان طریق نے عزیز و غم کو اعلیٰ درجے کا مجاہدہ قرار دیا ہے کہ اس سے نفس کو پستی و شکستگی حاصل ہوتی ہے جو کہ آثار عبودیت سے ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے یہاں سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ سالک کو جو تضرع پیش آجاتا ہے وہ علامت اسکے بعد و طرد کی نہیں کیا عجب کہ اسکا تفسیہ و مجاہدہ مقصود ہو۔ ہرگز اسکی شکایت نہ کرے سر تسلیم خم کر کے اپنا کام کرتا رہے۔ باغبان اگر پنج روزے صحبت گل بایںش نہ برجائے خارج ہر جا صبر بلبل بایںش نہ اسے دل اندر بند و نفس از پریشانی منال بہ مرغ زیرک چوں بام افندہ گل بایںش۔ ابوعلی وفاق فرماتے ہیں صاحب الحزن یقطع من طریق اللہ تعالیٰ سلا یقطع من فقد حزنہ سنین البتہ فکر لایعنی قلب کا استیانا اس کی دیتی ہے دوسرا رکن ریاضت تفصیلی میں اس میں دو قسم ہیں قسم اول اخلاق حمیدہ میں اور وہ چند مقامات ہیں توبہ صبر شکر خوف رجا زہد توحید توکل محبت و شوق اخلاص و صدق مراقبہ محاسبہ تفکر ہر ایک مقام کو ایک ایک فصل میں بیان کیا جاتا ہے

۵۲

فصل دسویں شوق میں قال اللہ تعالیٰ مَنْ كَانَ يُرْجُو لِقَاءُ اللَّهِ فَإِنْ أَجَلَ اللَّهُ لَهُ أَتَى اللَّهُ الْبَرَّ وَ
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم واسالك النظر الى وجهك والشوق الى لقائك مرواه
النسائي ما هيئت جس محبوب چیز کا من وجہ علم ہوا اور من وجہ علم نہ ہوا اس کو کہا کہ اجائے اور دیکھنے کی خواہش
طبعی ہونا طریق تحصیل محبت کا پیدا کر لینا کیونکہ محبت کے لئے شوق لازم ہے فصل گیارہویں
النس میں قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ الْآيَةُ وقال رسول الله صلى
الله عليه وسلم لا يفقد قوم مذكروا الله الاحفهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليه
السكينة وذكرهم الله فيمن عنده مرواه مسلم ما هيئت جو چیز من جن ظاہر اور محسوس ہوا اور من وجہ
محسوس اور محسوس ہوا اگر وجہ مخفیہ پر نظر واقع ہو کر اسکے ادراک کی خواہش ہو اس کو شوق کہتے ہیں اور اگر وجہ معلوم
پر نظر واقع ہو کر اُس پر فرح و سرور ہو اس کو انس کہتے ہیں یہ فرحت کبھی بیانتناک غلبہ کرتی ہے کہ مطلوب
کے صفات بجا آئیں نظر نہیں رہتے اور اس وجہ سے اسکے اقوال و افعال میں کسی قدر بے تکلفی ہونے
لگتی ہے اس کو انبساط اور احوال کہتے ہیں چونکہ یہ بھی آثار محبت سے ہے اس کی تحصیل کے لئے کوئی
جادگانہ طریق نہیں ہے فصل بارہویں رضا میں قال اللہ تعالیٰ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ الْآيَةُ
وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سعادة ابن آدم رضاه بما قضى الله له رواه احمد والترمذي
ما هيئت حکم تصا پر اعتراض کرنا زبان سے نہ دل سے بعض اوقات اس کا یہاں تک غلبہ ہوتا ہے کہ
تکلیف بھی محسوس نہیں آتی یہ بھی آثار محبت سے ہے اس کی تحصیل کا جادگانہ طریق نہیں ہے فصل
تیرھویں نیت و ارادہ میں قال اللہ تعالیٰ لَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ حَتَّى يُدْعِيَكَ رَجُلٌ مِنْهُمْ بِالْعَدَاةِ وَ
الْعَشِيِّ يُرِيدُ وَجْهَهُ وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات بالنيات متفق عليه
ما هيئت دل کا ابھرنالسی چیز کی طرف جس کو اپنی غرض اور نفع کے موافق سمجھتا ہے طریق
تحصیل اُس چیز کی مثلاً عمل صالح و سادہ طریق آخرت کے منافع و مصالح کی معرفت حاصل کر کے انہیں
غور کر کے دل کو حرکت پیدا ہوگی فصل چودھویں اخلاص میں قال اللہ تعالیٰ وَمَا أَمُرُّهُ إِلَّا بِجُودٍ اللَّهُ
مُخْلِصِينَ لَهُ الَّذِينَ خُفِّاءُ الْآيَةُ وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم العبد اذا صلى في العاليتين

اے اس میں شکیں
 کی تھی، چہ بھلا قال
 ابوہریرہؓ نے جو
 فرمایا اس کی تھی جو
 کی اتفاقاً نہ ہو
 ہے تو اس کی صورت
 یعنی موت تو کہنے
 ہی والی ہے۔ اور
 فرمایا رسول اللہ ﷺ
 جو کہے کہ تم لوگ
 جو مبارکی کی موت
 تھی کیا فائدہ کا
 احوال میں جو
 میں کہہ چکا ہے
 اور فائدہ کا
 اور فائدہ کا
 اور فائدہ کا

[illegible][illegible]

[illegible]

فاحسن وصلی فی السرفاحسن قللہ تعالیٰ هذا عبدک حقلواہ ابن ماجہ ماہیت اپنی طاعت
میں صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی و رضا مندی یا اپنی کسی نفسانی
خواہش کے قصد کو نہ کرنے و بنا طریق تحصیل عاجز رہنا یہاں معلوم ہو گا کیونکہ یہاں کو دفع کرنا عین اخلاص کا
حاصل کرنا ہے فصل پندرھویں صدق میں مراد اس سے خاص صدق ہے یعنی مقامات میں
صاوق ہونا قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِتْنَةٌ وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِابِي بَكْرٍ وَهُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رِقِيقَةٍ فَالتَفْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ لَعَانِيْزٌ وَصِدِّيقِيْنَ اِلٰی قَوْلِ ابْنِ بَكْرٍ لَا اَعُوذُ
رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبَا الْاِيْمَانِ مَاہیت جس مقام کو حاصل کرے کمال کو پہنچا دے اس میں کسر
نہ رہے طریق تحصیل ہمیشہ نگران ہو اگر کچھ کمی ہو جاوے تو اس کا تذکرہ کرے اسی طرح چند روز میں
کمال حاصل ہو جاوے گا فصل سولھویں رتبے میں قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا
وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاحسان ان تعبد اللہ کانک نراہ فان لم تکن تتراہ
فانہ یراک رَوَاهُ مُسْلِمٌ وقال علیہ السلام احفظ اللہ تجتدہ تجاہک رَوَاهُ اَحْمَدُ التِّرْمِذِيُّ
ماہیت دل سے دھیان رکھنا اس شخص کو جو اس کو دیکھ بھال رہا ہے طریق تحصیل یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ
میرے ظاہر و باطن پر مطلع ہے اور کوئی بات کسی وقت اُس سے پوشیدہ نہیں اور اسکے ساتھ ہی
اسکی عظمت و قدرت و جلال اور اسکے عذاب و عقوبت کو بھی یاد کرے اسکی مواظبت و عودہ دھیان
بند رہنے لگے گا پھر کوئی کلام خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے اس سے نہ ہو گا فصل سترھویں فائز میں
قال اللہ تعالیٰ وَيُضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فائز او ما یبقی علی ما یفنی رَوَاهُ اَحْمَدُ مَاہیت دو معلوم چیزوں کا ذہن میں حاضر کرنا
جس سے تیسری بات ذہن میں آجاوے مثلاً ایک بات یہ جانتا ہے کہ آخرت باقی ہے دوسری
یہ بات جانتا ہے کہ باقی قابل ترجیح کے ہے ان دونوں سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آخرت
قابل ترجیح کے ہے ان دونوں چیزوں کا حاضر فی الذہن کرنا یہی اسکی تحصیل کا طریق ہے ان تعلقات مذکورہ

فصل اول در بیان احوال و حال

کی تصحیح سے اور مقامات بھی درست ہو جائے میں تقویٰ ورغ فتاوت یقین عبودیت استقامت
حیا حریت نعت خلق ادب معرفت جنکا ذکر ان نصوص میں ہے اِنْقُوا لِلّٰهِ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامٍ
اَلْمُرَّةُ تَزَكُّ مَا لَا يَعْزِيهِ الْقَدَّاعَةُ كَذَرَا يَفْنَىٰ ۚ وَبِالْآخِرَةِ اَنْتُمْ يُوقِنُونَ ۚ اَعْبُدُوا رَبَّكَ حَتّٰى يَبْسُطَ
اَلْيَدَيْنِ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَفْتَاوْا الْاٰيَةَ ۚ اسْتَحْيُوا مِنَ اللّٰهِ حَتّٰى يَخْسَأَ ۚ يُؤْتِرُونَ عَلٰى
اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ مَّخَصَصَةٌ ۚ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَرْبَ امْتِي ۚ وَاِنَّكَ لَعَلٰى
خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۚ مَا ذَا عَالَمُ الْبَصَرِ وَمَا طَعْنِيْ وَمَا قَدَّرُوا اللّٰهُ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ (شفا ۱۰۰) چونکہ یہ ترتیب
بہت ظاہر ہے اسلئے ہم نے تفصیل کو موجب تطویل سمجھا۔

دوسری قسم اخلاق فہمہ میں

اور وہ چند چیزیں ہیں شہوت آفات لسان غضب حقد حسد حب دنیا بخل حرص حب جاہ
ریا یا عجب غرور ان چیزوں کا زائل کرنا سالک کو ضرور ہے ان کو بھی چند فصولوں میں ذکر کرتے
ہیں مثل قسم اول کے یہ بھی ایمائے نقول ہے **فصل شہوت میں** قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیُزِیْدُ الَّذِیْنَ
یَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمْلُوْا اَمِیْلًا عَظِیْمًا مَاہِیْت ظاہر ہے معالج مجاہدہ کرنا چاہئے مجاہدہ
کا طریق باب دوم میں معلوم ہو چکا ہے **فصل آفات لسان میں** قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَا لَیْفُظُ مِنْ
قَوْلٍ اَلَا لَدِیْكَ رَقِیْبٌ عَظِیْمٌ الْاٰیۃ ۚ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَنْ صَمَتَ نَجَّاهُ
اَحْمَد وَالتَّوْذِیۃ ۚ یہ بہت سی آفتیں ہیں فضول باتیں کرنا خلاف شرع باتیں کرنا۔ بحث و مباحثہ
ناحق کا۔ تکرار لڑائی کرنا۔ کلام میں بناوٹ و تکلف کرنا گالی گلوچ کرنا کسی پر لعنت کرنا۔ گانا بجانا
دل لگی کرنا جس سے دوسرے کو ایذا پہنچے یا اس میں زیادہ مشغولی کرنا۔ کسی کا راز ظاہر کر دینا جھوٹا وعدہ
کرنا۔ جھوٹ بولنا یا جھوٹی قسم کھانا یا جھوٹی گواہی دینا غیبت کرنا۔ چٹا خوری کرنا۔ دونوں طرف
جا کر دوریہ باتیں بنانا۔ کسی کی زیادہ تعریف و خوشامد کرنا۔ ذات و صفات الہی میں محض شکل پچھنتلو
کرنا۔ علما سے فضول باتیں پوچھنا۔ معالجہ جرات کہنا ہو تو خوری دیر پہلے تامل کر لے کہ اس سے

کچھ خاص باتیں تھیں جن کی طرف توجہ دینی چاہیے

۵۷

پھر جاہ
تہن
پھر جاہ
اس
بہت سی باتیں
ان کی طرف توجہ دینی چاہیے

تبرہ بھی میں اس کی کھان۔ جس میں وہ جنت علیہ السلام علیہم وسلم اور کونوں کی کتبہ سہمیں اس کی کتبہ

ہر گیارہ سو تین چالیس ہر گیارہ سو تین چالیس ہر گیارہ سو تین چالیس
فصل مکہ میں قال الله تعالى اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ + وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
 لا يدخل الجنة احد في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر رواه مسلم ماہیت اپنے کو صفات
 کمال میں دیکھ کر سے بڑھ کر سمجھنا معالجہ اللہ تعالیٰ کی غفلت کو یاد کر کے اس کے مقابلے میں اپنے
 کمالات کو تیج پامیہ اور جس شخص سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کے ساتھ تعظیم و تواضع سے پیش آوے
 یہاں تک کہ اس کا نوکر ہو جاوے **فصل عجب میں** قال الله تعالى اِذَا حُجِبْتَ كُفِّرْ كُفْرَكَ + وقال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم واما المملكات فمروءى متبعم وشم مطاع واعجاب المرء بنفسه وهي
 اشد هن رواه البيهقي وشمع الایمان ماہیت اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا حق
 نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جاوے معالجہ اس کمال کو عطاے خداوندی سمجھو اور اس کی استغناء قدرت
 کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جاوے **فصل غرور میں** قال الله تعالى وَلَا يُغْنِيكُمْ بِاللّٰهِ الْغُرُورُ
 الاية + وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم التجابي من داد الغرور رواه البيهقي وشمع الایمان
 ماہیت جو اعتقاد خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس کی طرف طبیعت مائل ہو کسی شبہ اور شیطان کے
 دھوکے کے سبب سپر نفس کو اطمینان حاصل ہونا معالجہ ہمیشہ اپنے اعمال احوال کو قرآن و حدیث
 و بزرگان دین کے اقوال و افعال سے ملاتا رہے۔ ان ردائل کے ازالہ سے باقی ردائل سب دفع
 ہو جاوے گئے چنانچہ ظاہر ہے ان اوصاف حمیدہ و ذمیہ کو کسی بزرگ نے دور باعمیوں میں اختصار
 و اجمال کے ساتھ جمع فرما دیا ہے وہ رباعیاں قابل یاد رکھنے بلکہ وظیفہ بنانیکے ہیں۔

ریاضی

عبر و شکر و قناعت و علم و یقین

بابی

خواهی که شود دل تو جوی آئینه
دو چیز برون کن از درون سینہ

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

حرص و امل و غضب و دروغ و غیبت | بخل و حسد و ریاء و کبر و کینه

فصل جاننا چاہئے کہ مقام مراقبہ کے متعلق دو چیزیں اور ہیں ایک مشارطہ کہ مراقبہ سے پہلے ہے دوسری محاسبہ جو مراقبہ کے بعد ہے مشارطت یہ کہ روزانہ صبح کو اٹھ کر تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس کو خوب فہمائش کرے کہ دیکھو فلان فلان کام کیجو فلان فلان مت کیجو اسکے بعد مراقبہ یعنی نگہداشت اُس معاہدہ کی رکھنا چاہئے جب نختہ ہو پھر سوتے وقت محاسبہ کرے یعنی صبح سے شام تک جو اعمال کئے ہیں اُن کو تفصیلاً یاد کرے جو نیک کام کئے ہوں اُن پر شکر الہی بجا لاوے جو برے کام ہوئے ہوں یا نیک کاموں میں کوئی آمیزش ہو گئی ہو اُس پر نفس کو ملامت و زجر و توبیخ کرے اور اگر خالی زجر و توبیخ کافی نہ ہو تو کچھ مناسب سزا بھی تجویز کر کے عملہ راہد کرے
قال اللہ تعالیٰ وَلَنَنْظُرَنَّ نَفْسًا لِّمَا قَدَّمَتْ لِعَيْنِدِ (از احیاء العلوم)

تیسرا باب مسائل فرعیہ میں

اس باب میں بعض بعض ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں چند فصلوں میں فصل بعد اصول کے مردود نہیں ہوتا جو مردود ہوا و اصول سے پہلے ہوا فصل اولیا کو عبادت میں دوسروں سے زائد ثواب ملتا ہے کیونکہ عبودیت و اخلاص زیادہ ہوتا ہے فصل خرق عادت کئی قسم پر ہے ایک قسم کشف ہے وہ دو طرح ہے کشف کوئی کشف الہی کشف کوئی یہ کہ بعد مکانی یا زمانی اسکے لئے حجاب نہ رہے کسی چیز کا حال معلوم ہو جاوے کشف الہی یہ کہ علوم و اسرار و معارف متعلق سلوک کے یا متعلق ذات صفات کے اسکے قلب پر وارد ہوں یا عالم مثال میں یہ چیزیں متشکل ہو کر کشف ہوں دوسری قسم الہام ہے کہ صوفی کے قلب پر اطمینان کے ساتھ کوئی علم اُلقا ہو کبھی ہاتھ غیبی کی آواز سن لیتا ہے تیسری قسم تصرف و تاثیر ہے یہ دو طرح ہے تاثیر کرنا باطن مرید میں جس سے اسکو حق تعالیٰ کی طرف کشش پیدا ہو اور تاثیر کرنا دوسری شیا ہے عالم میں خواہ ہمت سے یا دعا سے بیشمار حکایتیں اس باب میں اولیا راہد سے منقول ہیں فصل کشف الہام سے علم غیبی حاصل ہوتا ہے

ملاحظہ فرمائیے کہ اس باب میں جو مسائل بیان کیے ہیں وہ سب ضروری و اہم ہیں اور ان سے مراد یہ ہے کہ جو چیزیں بیان کی گئی ہیں وہ سب کشف الہام سے حاصل ہوتی ہیں نہ کہ صوفی کے قلب پر تاثیر سے

اگر موافق قواعد شرعیہ کے ہے قابل ہوگا ورنہ واجب الترتیب ہے اور اگر قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو لیکن خود کشف کشف میں باہم اختلاف ہو تو اگر وہ دونوں کشف ایک شخص کے ہیں تب تو اخیر کشف پر اعتماد ہوگا اور اگر وہ دونوں کشف دو شخصوں کے ہیں تو صاحب صحیح کا کشف بہ نسبت صاحب سکر کے قابل عمل ہے اور اگر وہ دونوں صاحب صحیح ہیں تو جبکہ کشف اکثر شرع کے موافق ہوتا ہو تو قابل اعتبار ہے اور اگر اس میں بھی دونوں برابر ہیں تو جس شخص میں آثار قرب الہی و قبولیت کے زیادہ پائے جاویں اسکے کشف کو ترجیح ہوگی اور اگر تلاش میں بھی برابر ہیں تو جسکو اپنا دل قبول کرے اسے اعلیٰ جائز ہے اور اگر ایک کشف ایک شخص کا دوسرا کشف کئی شخصوں کا ہو تو جماعت کے کشف کو قوت ہوگی البتہ اگر وہ تنہا سب مکمل ہے تو اسکے کشف کو ترجیح ہوگی فصل خوارق کا ہونا ولایت کے لہو ضروری نہیں بعض صحابہؓ سے عمر بھر میں ایک خرق عادت بھی واقع نہیں ہوا حالانکہ وہ سب اولیاء مومنین ہیں فضیلت کا مدار قرب الہی و اخلاص عبادت پر ہے خوارق اکثر جوگیوں سے بھی واقع ہوتے ہیں یہ ثمرہ ریاضت کا ہے خرق عادت کا رتبہ ذکر قلبی سے بھی کم ہے صاحب عوارف نے غیر اہل خوارق کو اہل خوارق سے افضل کہا ہے عارفین کی بڑی کرامت یہ ہے کہ شریعت پر مستقیم ہوں اور بڑا کشف یہ ہے کہ طالبان حق کی استعداد معلوم کر کے اسکے موافق ان کی تربیت کریں شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ بعض اہل کرامت نے مرنے کے وقت تمنا کی ہے کہ کاش ہم سے کرامتیں ظاہر ہوتیں یہ بایہ شبہ کہ پھر اولیا کا اولیا ہونا کس طرح معلوم ہو سوا دل تو ولایت ایک امر خفی ہے اسکے معلوم ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے اور مگر معلوم کرنے سے یہ مقصود ہے کہ ہم ان سے مستفید ہوں تو ان کی صحبت و تعلیم سے شرف حاصل کر جب اپنی حالت روز بروز متغیر پاؤ گے خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ یہ شخص صاحب تاثیر ہے فصل طریق تلاش پیر کمال باطنی کا حاصل کرنا جب ضرور ٹھہرا اور عادت اسدیوں ہی جاری ہے کہ بے توسل پیر کے یہ راہ قطع نہیں ہوتی اسلئے پیر کا تلاش کرنا ضرور ٹھہر طریق اسکا یوں ہے کہ اکثر درویشوں سے جن پر احتمال کمال کا ہو ملتا رہے اور کسی کی عیب جوئی اور انکار میں مبادرت نہ کرے مگر جلدی سے بیعت بھی نہ کرے اول یہ دیکھے کہ شریعت پر مستقیم ہے یا نہیں اگر مستقیم نہیں اس سے علاحدہ

[illegible]

ہوگو خوارق وغیرہ اُس سے صادر ہوتے ہوں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَلَا تَطْعَمُ مِنْهُمَا اَوْ كَفُّواْ الْاٰیٰتِ وَقَالَ
 وَلَا تَطْعَمُ مِنْ اَغْلَاقِ قَلْبِهِ عَنْ نَّكَرِ نَادَاتِهِمْ هُوَاْ وَكَانَ اَمْرًا فَوْطًا اور اگر شرع پر مستقیم ہے تو خود
 اُس کا نیک اور ولی ہونا تو ثابت ہو گیا مگر اس شخص کو تو ضرورت تربیت و تکمیل کی ہے اس لئے ابھی
 بیعت نہ کرے بلکہ یہ بھی دیکھے کہ اس کی صحبت سے قلب میں کچھ اثر دینی اللہ تعالیٰ کی محبت و نیا و
 معاصی سے نفرت پیدا ہوتا ہے یا نہیں کیونکہ حدیث شریف میں اولیاء اللہ کی یہی علامت آئی
 ہے اِذَا دُرِّقَ لَكَ اللّٰهُ لٰكِن اَكْثَرُ عَوَامٍ كُوْهُوْهُمِیْ صحبت میں اس کا محسوس کرنا دشوار ہے اُس وقت
 یوں چاہئے کہ اُس کے مریدوں میں سے جس کو عاقل راست گو دیکھے اُس سے شیخ کی تاثیر کو حال ہر بات
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاسْأَلُواْ اَهْلَ الْاٰیٰتِ كِرَارًا نَّتْلُوْهُ لَكُمْ اور حدیث میں ہے اَمَّا شَفَاءُ
 الْحَقِّ السَّوَالِ اَلَا كَوْنُیْ مُتَعَبِّرًا بِشَہَادَتِ دُہم اُس کا اعتبار کرے اور جو بہت سے آدمی ایسی شہادت میں
 تو زیادہ اطمینان کا باعث ہے مگر وہ گو اہی دینے والے قرائن سے سچے معلوم ہوتے ہوں مریدوں
 می پرانہ کے مصداق نہوں اس اطمینان کے بعد اُس سے بیعت ہو جاوے اور اُس کے ارشاد کو موافق
 عمل درآمد کرے **فصل تعدد پیرپیش** اگر ایک شیخ کی خدمت میں خوش اعتقاد می کیا ملے ایک معتد بہ
 مدت تک باگمراہ کی صحبت میں کچھ تاثیر نہ پائی تو دوسری جگہ اپنا مقصود تلاش کرے کیونکہ مقصود خدا
 تعالیٰ ہے نہ شیخ رباعی باہر نشستی و نشد جمع دلت و وز تو زمرید صحبت آب و گلت بہ زہنا زہر
 صحبت گریزاں میباش ورنہ نکلند روح عزیزاں بجلت لیکن شیخ اول سے با اعتقاد نہ ممکن ہے کہ
 وہ کامل مکمل ہو مگر اس کا حصہ ہاں نہ تھا اسی طرح اگر شیخ کا انتقال قبل حصول مقصود کے ہو جاوے یا ملاقات
 کی امید نہ ہو جب بھی دوسری جگہ تلاش کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ قبر سے فیض لینا کافی ہے دوسرے
 شیخ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ قبر سے فیض تعلیم نہیں ہو سکتا البتہ صاحب نسبت کو احوال کی ترقی
 ہوتی ہے سو یہ شخص تو ابھی محتاج تعلیم ہے ورنہ کسی کو بھی بیعت کی ضرورت نہ ہوتی لاکھوں قبور میں
 کا ملیں بلکہ انبیاء کی موجود ہیں **فصل** اور بلا ضرورت محض براہ ہوسنا کی کئی کئی جگہ بیعت کرنا بہت بُرا
 ہے اس سے بیعت کی برکت جاتی رہتی ہے اور شیخ کا قلب کدہ ہو جاتا ہے اور نسبت قطع ہو چکا

۴۳
 ہوتا ہے
 ۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

اندریشہ ہوتا ہے اور ہر جانی مشہور ہو جاتا ہے **فصل** اور اگر شیخ کی صحبت سے قلب میں کچھ تاثیر معلوم ہوتی ہو تو اُس کی صحبت کو غنیمت سمجھے اور اُس کے عشق و محبت کو دل میں محکم کرے اور اُس کی پوری پوری اطاعت کرے اور اُس کو خوش رکھے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اُس کے تذکرہ کا باعث ہو کہ اس سے فیوض بند ہو جاتے ہیں سوزہ حجرات کی اول کی آیتوں میں آداب نبویہ بتلائے گئے ہیں شیخ چونکہ خلیفہ کامل نبی کا ہے اس کی محبت و ادب کا بھی وہی حکم ہے **فصل** مشہور ہے کہ اپنے پیروں کو سب سے **فصل** سمجھے ظاہر اس میں اشکال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَدَعَا كُرْدِي عَلِيمًا** پس سمجھنا چاہیے کہ اگر سرِ محبت میں ایسا سمجھا تو معذور ہے اور اگر غلبہ سکر نہیں ہے تو اتنا سمجھے کہ میری تاملش سوزندہ لوگوں میں اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا شخص مجھ کو نہیں مل سکتا لہذا قال سیدی سندی مرشدی شیخی الحاج الحافظ محمد امداد اللہ وامت برکاتہم **فصل** شیخ سے اگر احیاناً کوئی فعل قابلِ اعتراض ہو تو ہر جاوے تو اعتراض نہ کرے حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ یاد کر لے اے آں سپر راکش خضر بہرِ حلقہ ستر آں اور نیاید عام خلق پاکر خضر و بحر کشتی رانگشت صد درستی و رست خضر است یا تو تاویل کر لے یا یوں سمجھ لے کہ اولیاء معصوم نہیں ہوتے ہیں اور توبہ سے سب معاف ہو جاتا ہے مگر یہ اُس شیخ کے لئے ہے جو شرع کا پابند صاحب استقامت ہو اور اتفاقاً اُس سے کوئی فعل ہو جاوے اور اگر اُس نے فسق و فجور کو عادت بنا رکھا ہے وہ دلی نہیں اُس کے قولِ فعل کی تاویل کچھ ضرور نہیں اُس سے علحدگی اختیار کرے **فصل** جس طرح اولیاء کے آداب میں تقصیر منع ہے اسی طرح افراط و غلو اور بھی بدتر ہے کہ اُس میں اللہ و رسول کی شان میں تفریط ہوتی ہے مثلاً اُن کو عالم الغیب سمجھنا اس سے کفر لازم آتا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَقُلْ لَا أَتَوَلَّى كُمْ عَنْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ** یا اُن کو کسی چیز کے موجود یا معدوم کروینے پر یا اولاد و رزق و غیرہ دینے پر یا خدا سے زبردستی و لا دینے پر قادر سمجھنا بھی کفر ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ** یا اُن کے ساتھ عبادت کے طریقوں میں کوئی طریق برتنا مثلاً اُن کی منت ماننا یا اُن کا یا اُن کی قبر کا طواف کرنا یا اُن سے دعا مانگنا یا

[illegible]

اُن کے نام کو عبادۃ چننا یہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر و شرک کے طریقے ہیں قال
 اللہ تعالیٰ اِيَّاكَ تَعْبُدُ وَاِيَّاكَ تَسْتَعِيْنُ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف البیت
 صلوٰۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء هو العبادۃ ثم تلا قوله تعالیٰ وقال ربکم
 ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لکمُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ وَ
 وقال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْرِ اللّٰهِ عِبَادًا مِّثْلَکمُ **فصل** ولی کہی کسی نبی کو درجے
 کو نہیں پہنچ سکتا نہ عبادت کہی معاف ہو سکتی ہے بلکہ خواص کو زیادہ عبادت کا حکم ہے البتہ
 مجذوب کہ سلب الحواس ہوتا ہے معذور ہے نہ ولی معصوم ہوتا ہے نہ صحابہ کے مرتبے کو کوئی ولی
 پہنچ سکتا ہے لقولہ تعالیٰ لَکُمُ خَیْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنَ وقولہ علیہ السلام خیر القرون قرنی ولا جماعہم
 علی ان الصحابۃ کلہم عدول ولقول عبد اللہ بن المبارک من التابعین العباد الذین
 دخلوا فی فرس معاویۃ خیر من اویس القرنی وعمر المروانی **فصل** قبریں اونچی اونچی اور اُن پر
 گنبد بنانا عرس میں و صوم سام کرنا بہت سی روشنی کرنا جیسا آج کل رائج ہے زندے یا مرنے کو
 سجدہ کرنا سب ممنوع ہے البتہ زیارت کرنا اور ایصال ثواب کرنا اور اگر صاحب نسبت ہو اُن سے
 فیوض لینا یہ سب اچھی باتیں ہیں **فصل** یہ بھی فارغ نہ بیٹھ رہے کمالات میں ترقی کرتا رہے قال اللہ
 تعالیٰ قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا دعویٰ کمال کا نہ کرے ہاں اظہار نعمت میں مضائقہ نہیں قال اللہ
 تعالیٰ لَا تَزُکُّواْ اَنْفُسَکُمْ وَقَالَ تَعَالٰی وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ اور افشا سے طریقہ پر چلے رہے
 قال تعالیٰ حَرِّیْضٌ عَلَیْکُمْ مَرِیْدُوْنَ کے ساتھ شفقت محبت سے رہے قال تعالیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ تَرْحَمُ
 رَحِیْمًا اُن کی خطا و قصور سے درگزر کرے قال تعالیٰ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا عَلَیْطًا الْقَلْبُ لَا تَفْضَحُوْهُ حَوْلَکَ
 فَاحْفَظْ عَنْهُمْ الْاٰیۃ وَنِیَادِیْوْنَ کی خاطر سے اُن کو علم نہ دے کہ قال تعالیٰ لَا تَقْطُوْاْ لَیْزِیْنَ یَدْعُوْکَ
 رَبَّہُمْ اِلٰی تَوَلَّیْہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اور مریدوں سے متنوع دنیا طالب نفع و فوہی کا نہ ہو قال تعالیٰ

اس میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر و شرک کے طریقے ہیں

چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہی چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض فرمائی ہیں انہیں ہی عبادت کہیں اور بعض کہتے ہیں کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہی چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر فرض فرمائی ہیں انہیں ہی عبادت کہیں

کہیں کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہی چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر فرض فرمائی ہیں انہیں ہی عبادت کہیں اور بعض کہتے ہیں کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہی چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض فرمائی ہیں انہیں ہی عبادت کہیں

اس میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر و شرک کے طریقے ہیں

اُن کے نام کو عبادۃ چننا یہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر و شرک کے طریقے ہیں قال
 اللہ تعالیٰ اِيَّاكَ تَعْبُدُ وَاِيَّاكَ تَسْتَعِيْنُ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف البیت
 صلوٰۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء هو العبادۃ ثم تلا قوله تعالیٰ وقال ربکم
 اذ عُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیُجْزَوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ وَ
 وقال اللہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادًا مِّثْلَکُمْ **فصل** ولی کہی کسی نبی کو درجے
 کو نہیں پہنچ سکتا نہ عبادت کہی معاف ہو سکتی ہے بلکہ خواص کو زیادہ عبادت کا حکم ہے البتہ
 مجذوب کہ سلب الحواس ہوتا ہے معذور ہے نہ ولی معصوم ہوتا ہے نہ صحابہ کے مرتبے کو کوئی ولی
 پہنچ سکتا ہے لقولہ تعالیٰ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ وَقَوْلہ علیہ السلام خیر القرون قرنی ولا جماعہم
 علی ان الصحابة کلہم عدول ولقول عبد اللہ بن المبارک من التابعین العباد الذی
 دخلوا فی فرس معاویۃ خیر من اویس القرنی وعمر المروانی **فصل** قبریں اونچی اونچی اور اُن پر
 گنبد بنانا عرس میں و صوم سام کرنا بہت سی روشنی کرنا جیسا آج کل رائج ہے زندے یا مرنے کو
 سجدہ کرنا سب ممنوع ہے البتہ زیارت کرنا اور ایصال ثواب کرنا اور اگر صاحب نسبت ہو اُن سے
 فیوض لینا یہ سب اچھی باتیں ہیں **فصل** یہ بھی فارغ نہ بیٹھ کرے کمالات میں ترقی کرتا رہے قال اللہ
 تعالیٰ قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا دعویٰ کمال کا نہ کرے ہاں اظہار نعمت میں مضائقہ نہیں قال اللہ
 تعالیٰ لَا تَزُکُّوا اَنْفُسَکُمْ وَقَالَ تَعَالٰی وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ اور افشاں سے طریقہ پر چلے رہے
 قال تعالیٰ حَرِّیْضٌ عَلَیْکُمْ مَرِیْدُوْنَ کے ساتھ شفقت محبت سے رہے قال تعالیٰ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحْمَةً
 رَحِیْمًا اُن کی خطا و قصور سے درگزر کرے قال تعالیٰ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا عَلَیْهَا الْقَلْبُ لَا تَفْضَحُوْهُ حَوْلَکَ
 فَاحْفَظْ عَنْهُمْ الْاٰیۃ و نیا داروں کی خاطر سے اُن کو علم نہ کرے قال تعالیٰ لَا تَقْطُوْا لَیْزِیْنَ یَدْعُوْکَ
 رَبَّهُمْ اِلٰی تَوَلَّیْہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اور مریدوں سے متنوع دنیا طالب نفع و فوہی کا نہ ہو قال تعالیٰ

اس میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر و شرک کے طریقے ہیں

چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہی عبادت کرے جس کا وہی صاحب نسبت ہو

کہ جو کچھ مذکور ہے وہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر و شرک کے طریقے ہیں

اس میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب بعض معصیت و بدعت کے اور بعض کفر و شرک کے طریقے ہیں

جس سے کشف وغیرہ ہوتا ہے اسلئے عوام کو تو بالکل اس سے بچنا چاہئے اور خواص بھی اگر کریں تو احتیاط کی حد تک محدود رکھیں اسکو حاضر ناظر اور ہر وقت اپنا معین و شہید نہ سمجھ لیں کیونکہ کثرت تصور سے کبھی صورت مثالیہ رد و بر و حاضر ہو جاتی ہے کبھی تو وہ محض خیال ہوتا ہے اور کبھی کوئی لطیفہ غلیبی اس شکل میں متمثل ہو جاتا ہے اور شیخ کو اکثر اوقات خبر تک بھی نہیں ہوتی اس مقام پر اکثر اوقات گلوں کو لغزش ہو جاتی ہے **فصل** عورتوں کو دست بدست بیعت ذکر کرنا چاہئے رسول اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو بیعت میں ہاتھ نہیں لگایا اجنبی عورت کو ہاتھ لگانا حرام ہے صاحب محبوب السالکین سے نوید بیعت کنائین السنون این ست اگر نسا غائب ست بوکالت محارم نہی یا رضاعی بیعت کند و آنچه شرائط است بکملہ بفرماید و غرقہ دہنی و ہدو اگر نسا حاضر ست در پردہ مرید کند بیعت و ست نکند چنانچہ عہد بارجال کند با عورت نکند ہم رقم کتاب مذکور است کہ اس در حق مردان است کہ اگر قبول کردی و بعورت امر و نہی پسند است **فصل** سماع میں ہر چند یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن اگر انہیں کے دلائل سے بالکل قطع نظر کر کے اسکو جائز سمجھا جاوے تب بھی توجہ کے بہت سے شرائط ہیں انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ اس مانے میں کون مجلس ان آداب و شرائط کے ساتھ ہوتی ہے نہ انخوان ہیں نہ زمانہ مکان صرف ایک رسم و گہٹی ہے ہر قسم کے لوگ مختلف نفسانی اغراض سے جمع ہوتے ہیں اور بزرگوں کے طریقے کی سخت بدنامی ہوتی ہے اس مقام پر صرف حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ کا ارشاد فوائد العباد سے نقل کئے دیتے ہیں چند چیز موجود شود سماع انگاہ شہود آں چہیت مسیح است و موع و متبع و آلہ سماع ست و مود و مدح گویندہ است مے باید کہ مرد تمام باشند و کو د ک عورت نباشند اما سموع انچہ مے گوید باید کہ ہرل فحش نباشد و اما مستمع آنکمی شنود و باید کہ شنود مملو باشد از یاد حق و اما آلہ سماع و آن مزار پرست چوں چنگ و رباب و مثل آں باید کہ در میان نباشند اینچنین سماع حلال باشد آب آگے انصاف در کار ہے اور اگر ان شرائط سے بھی قطع نظر کی جاوے تب بھی سمجھنا چاہئے کہ سماع میں ایک خاص اثر ہے کہ کیفیت غالبہ کو قوت دیتا ہے اس مانے میں چونکہ اکثر نفوس میں خبیث و حب غیر اللہ غالب ہے اسی کو غالبہ ہوگا پھر حب غیر اللہ حرام ہے تو اسکے سبب کو کیا دیکھا

اگر حضرت
 عبدالمطلب
 بی بی حضرت
 یوسف علیہ
 السلام کا
 معصوم بن
 بنی اسرائیل
 پر کھانا
 اور پانی
 کی کمی
 نہ ہو تو
 یہ سب
 ہمارے
 لیے ہے

فصل نواجم عید السحار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی کیونکہ ترقی دو اہم عمل سے ہے اور اُس میں عمل کا انقطاع ہو جاتا ہے فصل شائع گلشن از فرماتے ہیں کہ محض اہل کمال کی تقلید سے بدون غلبہ حال کے خلاف شریعت کلمات منہ سے نکال کر کافر مت بنو صاحب گلشن راز کا شعر ہے ۱۔ تراگز نیست احوال مواجید مشو کافر بنادانی یہ تقلید ۲۔ فصل مرج البحرین میں ہے کہ اگر سکرو غلبے میں صوفی کے منہ سے کچھ نکال جائے تو اُس پر نہ اعتراض کرو نہ اُس کی تقلید طریقِ اسلم سکوت ہے راقم کہتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اُس شخص پر اعتراض نہ کرو باقی وہ بات تو ضرورتاً بل اعتراض ہے خصوصاً جب کہ غوام کو مضر ہو اُس وقت اُس کی غلطی ظاہر کر دینا واجب ہے فصل قرآن وحدیث کے ظاہری معنی کا انکار کرنا کفر ہے البتہ ظاہر کو تسلیم کرنا اور اُس کے باطن کی طرف عبور کرنا محققین کا مسلک ہے مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کتاب ہو وہاں فرشتے نہیں جاتے اہل ظاہر نے تو کتابا لے کر بڑا سمجھا مگر دل میں صفاتِ کلبیہ کو ہمیشہ جمع رکھا ان میں تو یہ کسر رہی مگر ایمان موجود ہے جس سے مرپٹ کر جنت تو مل جاوے گی منکرین ظاہر نے کتابا لے کر اجازت دی اور کہا کہ مولوی لوگ حدیث کا مطلب نہیں سمجھے بیت سے مراد قلب ہے اور ملائکہ سے مراد اوزار غیبیہ اور کلب سے مراد صفاتِ سبعیہ وغیرہ یا یہ لوگ شرع کا انکار کر کے کافر اور متحقِ جہنم ہوئے محققین نے کہا کہ مطلب تو حدیث کا یہی ہے جو اہل ظاہر سمجھے مگر اس میں غور کرنا چاہئے کہ ملائکہ کو کتے سے کیوں نفرت ہے صرف اُس کے صفاتِ ذمیہ سبعیہ و نجاست و حرص و غضب وغیرہ کی وجہ سے تو معلوم ہوا کہ یہ صفات مذموم ہیں پھر جب ظاہری گھر میں کتاب رکھنا جائز نہیں تو باطنی گھر میں ان صفات کا رکھنا کیسے جائز ہوگا اس محقق نے ظاہر کتابا لے کر بھی حرام کہا کیونکہ وہ مدلولِ مطابقی ہے اور باطناً ان صفات مذمومہ کے ساتھ متصف ہونے کو بھی حرام کہا کیونکہ وہ مدلولِ التزامی ہے فصل اہل کشف نے فرمایا ہے کہ ہر لطیفے میں دس ہزار حجاباتِ ظلماتی و نورانی ہیں اور لطیفہِ قابلیہ کو ملا کر سات لطیفے ہیں تو ستر ہزار حجاب ہوئے ذکر سے ظلمت دفع ہوتی ہے اور نورِ لطیفے کا سالک کو نظر آتا ہے یہ علامت اُن حجابات کے اٹھ جانے کی ہے مثلاً حجابِ نفس کا شہوت و لذت ہے اور حجابِ ذل کا نظر کرنا غیر حق پر اور

۶۸
۱۔ تراگز نیست احوال مواجید مشو کافر بنادانی
۲۔ فصل مرج البحرین
۳۔ فصل شائع گلشن
۴۔ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی کا انکار کرنا کفر ہے

اور حجاب عقل کا معانی فلسفہ میں خوض کرنا اور حجاب روح کا مکاشفات عالم مثال کے عقلی مذاہن میں کسی کی طرف ملتفت نہ ہو مقصود حقیقی کی طرف متوجہ رہے اور غیر مقصود کی نفی کرتا ہے۔ عین عقل آں شعلہ است کو چوں برافروخت ہر چہ جزع عشق باقی جملہ سوخت، تنبیح الادر عقل غیر حق براندہ و رنگہ آخر کہ بعد لاپچہ ماندہ بماند الا اللہ وباقی جملہ رفت، مہر حجابے عشق شریک سوز زلفت، فصل اقسام حجاب و وقوف سالک میں فوائد الفوائد میں ہے کہ سالک وہ ہے کہ راہ چلے اور واقف وہ ہے جو بیچ میں اٹک جاوے پس جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے اگر جلدی سے توبہ واستغفار کر کے بدستور پھر سرگرم ہو گیا تو پھر سالک بچاؤ گیا اور خدا بخو استہ اگر دہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہو جاوے اس آہ کی لغزش کے سات درجے ہیں اعراض حجاب تفاسل سلب مزید سلب قدیم تسلی عداوت اول اعراض ہوتا ہے اگر حضرت توبہ نہ کی حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار نہ تھا تفاسل ہو گیا اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت میں جو ایک حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار نہ تھا تفاسل ہو گئی یہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اپنی بیہودگی چھوڑی واید کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اس کو سلب قدیم توجہ راحت و صلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہو گئی اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر کی توجہ نہ کی کو دل گوار کرنے لگا یہ تسلی ہے اگر اب بھی غفلت رہی تو محبت مبدل بعبادت ہو گئی لغو باد شد منہا۔

چوتھا باب اصلاح اغلاط میں

غلطیاں توبے شمار میں مگر جن میں آج کل لوگ زیادہ مبتلا ہیں ان کی اصلاح چند فصلوں میں کرتے ہیں فصل اس غلطی کی اصلاح کہ نقیصری میں اتباع شریعت کی ضرورت نہیں فتوحات میں ہے کلی حقیقت علی خلاف الشریعۃ زندقۃ باطلۃ اور اسی میں ہے ما لنا طریق الا للہ الا علی الوجہ الم شروع لا طریق لنا الا للہ الا ما شرعہ اسی میں ہے فمن قال ان ثم طریقاً الى اللہ خلاف ما شرعہ فقولہ زور فلا یفتدہ بشیخ لا ادب لہ حضرت بایزید فرماتے ہیں لو نظرتم الی رجل اعطی من

۴۹
 حجاب عقل کا معانی فلسفہ میں خوض کرنا اور حجاب روح کا مکاشفات عالم مثال کے عقلی مذاہن میں کسی کی طرف ملتفت نہ ہو مقصود حقیقی کی طرف متوجہ رہے اور غیر مقصود کی نفی کرتا ہے۔ عین عقل آں شعلہ است کو چوں برافروخت ہر چہ جزع عشق باقی جملہ سوخت، تنبیح الادر عقل غیر حق براندہ و رنگہ آخر کہ بعد لاپچہ ماندہ بماند الا اللہ وباقی جملہ رفت، مہر حجابے عشق شریک سوز زلفت، فصل اقسام حجاب و وقوف سالک میں فوائد الفوائد میں ہے کہ سالک وہ ہے کہ راہ چلے اور واقف وہ ہے جو بیچ میں اٹک جاوے پس جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے اگر جلدی سے توبہ واستغفار کر کے بدستور پھر سرگرم ہو گیا تو پھر سالک بچاؤ گیا اور خدا بخو استہ اگر دہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہو جاوے اس آہ کی لغزش کے سات درجے ہیں اعراض حجاب تفاسل سلب مزید سلب قدیم تسلی عداوت اول اعراض ہوتا ہے اگر حضرت توبہ نہ کی حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار نہ تھا تفاسل ہو گیا اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت میں جو ایک حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار نہ تھا تفاسل ہو گئی یہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اپنی بیہودگی چھوڑی واید کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہ سلب مزید ہے اگر اب بھی اس کو سلب قدیم توجہ راحت و صلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہو گئی اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر کی توجہ نہ کی کو دل گوار کرنے لگا یہ تسلی ہے اگر اب بھی غفلت رہی تو محبت مبدل بعبادت ہو گئی لغو باد شد منہا۔

[illegible]

انکرامات حتی یرتقی فی المہواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروہ کف تجد ونہ عند الامر والنہی و
حفظ الحدود واداء الشریعہ حضرت جنید فرماتے ہیں الطریق کلہا مسدودۃ علی الخلق الاعلی
من اقفی انہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتوحات میں ہے فمأ عند اللہ من لم یعلم بحکمہ
بمکان فان اللہ ما اتخذ ولیا جاہلا وفیہ از البطلانۃ مع العلم خیر من العلم مع الجہل (التاس) اور
اس باب میں ہزاروں ارشادات بزرگوں کے مذکور ہیں کہاں تک لکھا جاوے تفسیر میں حضرت
ذوالنون مصری و سہری سقطی و ابوسلیمان و احمد بن ابی الحارثی و ابوحنیفہ حداد و ابو عثمان و توری ابو سعید
حزارے اور دوسری کتابوں میں بھی مثل دلیل العارفین ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی مکتوبات
قدوسیہ حضرت شیخ قطب العالم عب القدوس گنگوہی اور قوت القلوب ابوطالب مکی وغیرہا میں مضمون
منہایت استحکام کے ساتھ مذکور و نقول ہے جسے معلوم ہوتا ہے کہ فقر میں اول علم شریعت پھر عمل شریعت
کی سخت ضرورت ہے اور بدون اسکے آگے راہ نہیں کھلتا اور کبھی کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی مخالفت کر کے اور طریق بدعت کو اختیار کر کے ولی نہیں ہو سکتا جب بدعت قاطع طریق ہے
تو کفر و شرک کا تو کیا پوچھنا ہے آج کل لوگوں نے علم و عمل کے اڑانے کو دو لفظ یاد کئے ہیں علم کی
نسبت حجاب الکر اور عمل کی نسبت دعویٰ آزادی صاحب حجاب الکر کہ اگر معنی ہوں تو جتنے بزرگوں
کے نام لکھے گئے ہیں یہ چھوٹے بلکہ محجوب ٹھہرتے ہیں یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے حقائق کے قاعدے
سے اسکے بہت باریک معنی ہیں مگر موٹے سے معنی یہ سمجھو کہ حجاب الکر اس پر دے کو کہتے ہیں جو بادشاہ
کے قریب پڑا ہوتا ہے کہ وہاں پہنچکر بادشاہ کا بہت ہی قرب ہو جاتا ہے تو اس میں علم کی مح سہیجے
جب علم حاصل کر لیا تو جتنے حجاب تھے سب اٹھ گئے یہاں تک کہ حجاب الکر تک پہنچ گیا اب ایک
تجلی سے حیرت کا غالبہ ہو یہ حجاب بھی اٹھ جاوے واصل ہو جاوے اور جس نے سر سے ہی سے علم
نہیں حاصل کیا خواہ تحصیل سے یا صحبت علمائے وہ تو ابھی بہت پردوں کے پیچھے سہا و بہت
دور رہا دعویٰ آزادی تو آزادی کے معنی باب اصطلاحات میں گذر چکے ہیں کہ قید شہوت و غفلت کے
آزاد ہونا ہے نہ کہ احکام محبوب حقیقی سے ۱۰ گر تو خواہی تخری و دل زدگی، بندگی کن بندگی کن بندگی

نہایت ہی دلچسپ و دلکش ہے۔

زندگی مقصود ہر بندگی است : زندگی بے بندگی شر مندگی است : بجز خضوع و بندگی واضطرارہ اندیل
حضرت مدار و اعتبار ہر کہ اندر عشق یابد زندگی : کفر باشد پیش او جز بندگی : ہذاوق باید تادہ طاعات
برہ مغز باید تادہ داندہ شجرہ : اور اگر یہ شبہ ہے کہ علم حقیقت اگر علم شریعت کے خلاف نہیں ہے
تو بزرگوں نے اسرار کو کیوں پوشیدہ کیا ہے شریعت تو اظہار کے قابل ہے تو اسکا حل اچھی طرح
سمجھ لو کہ ہمارا یہ دعوے نہیں کہ علم شریعت ہی کو علم حقیقت کہتے ہیں بلکہ دعوے یہ ہے کہ علم حقیقت
علم شریعت کے خلاف نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ شریعت نے ایک چیز کو حرام یا کفر کہا ہے
حقیقت میں وہ حلال اور ایمان ہو جاوے مثلاً دیوانی کا قانون اور ہے فوجداری کا اور اگر یہ نہیں
کہ جو چیز قانون اول میں جائز ہو وہ قانون دوم میں ناجائز ہو یا بالعکس ہاں البتہ ہر ایک کے مضامین
جداگانہ ضرور ہیں سو یوں تو شریعت میں بھی مضامین مختلف ہیں اور جو حقیقت میں بھی مگر وہ مضامین
شریعت کے مضامین کی نفی نہیں کرتے پوشیدہ کرنے سے جو شبہ پیدا ہوا تھا وہ تو رفع ہو گیا اب
بیانات سمجھ لینے کی ہے کہ پوشیدہ رکھنے کی کیا وجہ ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قابل اخفا کے تین امر ہوتے
ہیں ایک اسرار و امام غزالی نے اُس کی کئی وجہ فرمائی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مضامین خلاف
شرع تو نہیں ہوتے مگر دقیق زیادہ ہوتے ہیں جو عوام کے فہم میں نہیں آسکتے اور اُن کو مضمر ہوتے
ہیں دوسرے تعلیم سلوک کے طریقے اُس میں اخفا کی وجہ یہ ہے کہ اعلان میں اُسکی ہفیدی اور دوسرے
طالب کی ہوسناکی کا احتمال ہے تیسرے اثرات مجاہدہ و کمکافات وغیرہ اسکا اخفا وجہ احتمال
زیادہ دعوے کے ہے غرض کسی امر کا اخفا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ مخالف شرع ہے اور اگر
فرضاً ایسا ہو تو وہ قابل رد و انکار کے ہے خلاصہ کلام یہ کہ جسکو دولت وصول میسر ہوئی ہے علم شریعت
اور اتباع سنت سے ہوئی ہے اور اگر کسی بزرگ کا کوئی قول فعل خلاف سنت منقول ہو یا تو سکر
اور غلبہ حال میں وہ امر صادر ہو یا وہ حکایات غلط منقول ہے یا اُن سے کُشی باریک مشاہدہ میں
جہاں دلیل شرعی حنفی و دقیق تھی خطا اجتہاد حنفی ہو گئی جس میں وہ شرعاً معذور رہے اور خدا عزوجل اسی سے
اُن کو عُبد نہیں ہوا یہاں تو کلمہ کھٹا مخالفت بلکہ اُس کی نفی اور اُسکے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا جاتا ہے جسکے

۱۴
سے شروع
عالمگیر
بلکہ نام
برہمن
پانچویں
جین سے
تک درگاہ
درویشوں
صاحب
رحیم آباد
موجودت
تختی
رستہ
سیماوی
نظام
بانی بنابر
اشعار
احسان
موراجع
علی خان
اور شیراز

[illegible]

کفر میں نے میں کوئی شک و شبہ نہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ خلاف شرع کوئی کام کرنا درست نہیں
مثلاً طواف قبر و مسجدہ مشائخ وغیرہ ان کا ذکر باب مسائل میں آ بھی چکا ہے تاویہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ
کی اطاعت بھی جیسی تک ہے کہ وہ اللہ و رسول کے خلاف نہ کہے ورنہ اس شیخ ہی کو سلام خست
کرنا چاہئے حضرت نور محمدی فرماتے ہیں مَن لَیْسَ بِدَعِیٍّ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی حَالَتِ تَحْضِرِ جَبَّ عَزَّ وَجَلَّ الْعِلْمُ
الشَّرْعِیُّ فَلَا تَقْرَبُ مَنْتِ شَيْخِ سَعْدِ الدِّینِ شَرْحَ صَالِ الْکِیْمِیْنِ فَرَمَاتے ہیں اگر بناوینی خود سجاول یا اہل
بعثت ارادت آور دیا از دست او غرق باطل ہو شید باز پنجاست شیخ قریب ہو تجوید ارادت کند تا گمراہ نشود۔

فصل عورتوں اور مردوں کی مخالفت کا مضبوطی

جو اہم غیبی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا اللہم انی اعوذ بک منک
کسی نے اس کا حال دریافت کیا کہنے لگا کہ اکیبا کسی امر حسین کو نظر شہوت سے دیکھتا تھا اسی وقت
غیب سے ایک طمانچہ لگا جس سے آنکھ جاتی رہی یوسف بن حسین فرماتے ہیں رایت افاضت للصوفیہ
فی صحبۃ الاحداث ومعاشرة الاصداد ورفق النسوان شیخ واسطی فرماتے ہیں اذا مراد الله
هو ان عبد القادر الہی ہوا لانا والجنیف یدبہ صحبۃ الاحداث منظر قرسینی فرماتے ہیں آخر
المرفاق ارفاق النسوان علی ای وجہ کان کسی نے حضرت شیخ نصیر آبادی سے کہا کہ لوگ
عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے دیکھنے میں ہماری نیت پاک ہے انہوں نے
فرمایا مادامت الاشباح باقیۃ فان الامر والنہی باقی والتعلیل والتحریر مخاطب بہ اور غضب
یہ ہے کہ بعض اس کو ذریعہ قرب الہی سمجھتے ہیں خدا کی پناہ اگر معصیت ذریعہ قرب الہی کا ہو تو سارے
زندی بھڑے کامل ملی ہوا کریں اور یہ جو مشہور ہے کہ بدون عشق مجازی کے عشق تحقیقی حاصل
نہیں ہوتا اول تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں دوسرے عشق حلال موقع پر بھی ہو سکتا ہے صرف نکتہ اس قاعدے
میں یہ ہے کہ عشق مجازی سے قلب کے تعلقات متفرق قطع ہو جاتے ہیں اور نفس ذلیل ہو جاتا ہے
اب صرف ایک بلا کو دفع کرنا رہ جاتا ہے اس کے دفع کرتے ہی کام بن گیا سو یہ عرض تو اولاد دینی کا ع

بچپن سے ہر چیز کے ساتھ زیادہ محبت کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے غیر عورت اور امرد کی کیا تخصیص ہے
 اور اگر اتفاقاً بلا اختیار کہیں دل بچپن ہی گیا تو اس وقت مجازی سے حقیقی حاصل ہونے کے لئے یہ
 شرط ہے کہ محبوب اور محب میں دوری ہو ورنہ وصل و قرب میں تمام عمر اسی میں مبتلا رہیگا اسی لئے
 مولانا جامی فرماتے ہیں سہ ولی باید کہ در صورت غامی بہ دوزیں پل زد و خود را بگذرانی یہاں تو ہر روز
 نیا معشوق تجویز ہوتا ہے بقول شاعر سے زن نو کن اسے یار در ہر بہار کہ تقویم پارینہ ناید کار بہ خطوط
 نفسانیہ و لذات شہوانیہ حاصل کرنے کے لئے ہرگزوں کے قول کو اڑھٹا رکھا ہے اور دل کا حال سد تھا
 کو خوب معلوم ہے اور خود ان سے بھی پوشیدہ نہیں انصاف اور حق پرستی ہو تو سب کچھ امید ہوتی ہے
 خلق را گیرم کہ بغیر ہی تمام و در غلط انداز ہی تمامہ خاص و عام کا کار با با خلق آری جملہ راست و با خدا
 تزویر و حیلہ کے رداست و کار با اور است باید داشتن و راست اخلاص و صدق و فراشتن + فصل
 بر نرخ مرشد کو خدا جاننا اس غلطی کی اصلاح باب مسائل میں چوکی ہے فصل جنت و دوزخ کو موجود سمجھنا
 یا اعتقاد صریح قرآن مجید کے خلاف ہے اور اگر اسکی تفسیر بدلی جاوے تو اسکی تحقیق اور پر باب مسائل میں
 ہو چکی ہے اس سے اطمینان کر لیجئے فصل قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھنا مٹی بات
 ہے کہ اس صورت میں ایسی آیتوں کا کیا مطلب ہوگا مثلاً کِتَابُ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ یعنی یہ کتاب ہی جسکو
 ہم نے آپ کی طرف نازل کیا یہ کون کہہ رہا ہے اور کس سے کہہ رہا ہے الہی تو بہ ایمان تو گیا ہی تھا غفل
 بھی گئی گندری خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْبَیِّنُ ابراہیم خواص حمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
 ایک شخص کو شیطان نے گرا رکھا تھا میں اُس کے کان میں دُفیعہ کے لئے اذان کہنے لگا اندر سے
 شیطان نے پکارا کہ مجھے چھوڑ دو اسکو قتل کر ڈالوں یہ قرآن کو مخلوق کہتا ہے فقط اللہ اکبر قرآن کو حادث
 اور کلام مخلوق کہنے سے شیطان کو بھی نفرت ہے اور افسوس کہ آدمی کا ایسا اعتقاد ہو چھوڑ لی ہنر کا دُغوی
 فصل ایک غلطی یہ کہ زبان اور پیٹ کی اختیاط نہیں کرتے یعنی زبان سے جو کلمہ چاہتے ہیں بیباک
 ہو کر نکال دیتے ہیں خواہ اُس سے کفر ہو جاوے یا حق تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور کُستافی ہو جاوے
 یہ نہیں سمجھتے کہ بے ادب را اندیز رہ باز نیست + جامی او بردار شد در دار نیست + از خدا جویم

۲۰
 ۲۱
 ۲۲

۴۳

قرآن مجید
 میں ہی
 نقصان
 نہ پہنچا

سنت اہل بیت علیہم السلام ائمہ کرام علیہم السلام ائمہ کرام علیہم السلام ائمہ کرام علیہم السلام ائمہ کرام علیہم السلام

سنت اہل بیت علیہم السلام ائمہ کرام علیہم السلام ائمہ کرام علیہم السلام ائمہ کرام علیہم السلام ائمہ کرام علیہم السلام

توفیق ادب ہے ادب محروم ماند از فضل رب ہے ادب تنمانہ خود را داشت بدہ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زدہ ہر کہ گستاخی کند اندر طریق ہا باشد اور در لجنہ حسرت غریق ہر کہ گستاخی کند در راہ دوست ہر مہزن مرواں شد نامرداوست ہر بد گستاخی کسوف آفتاب ہر شد عزیزی ز جرات روباہ ہر خصوصاً وحدۃ الوجود کے دعوے میں تو زبان کو لگام سی نہیں کبھی خدا کو بندہ بنادیا کہیں بندے کو خدا ٹھیرادیا رباعی اسے بردہ گمان کہ صاحب تحقیقی + واند صفت صدق و یقین صیقلی ہر مرتبہ از وجود حکمہ وارو + اگر حفظ مراتب نمکنی زنیقنی ہر اس مسئلے کی جو خاص غرض تھی کہ غیر اسہ کو دل سے نکال دیا جاوے اسکی توہوا بھی نہیں لگتی زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے از ساحت دل غبار کثرت رفتن خوشتر کہ ہرزہ دوز حضرت شفقت ہر مغرور سخن مشوک توحید خدا + واحد ویدن بود نہ واحد گفتن + اور شکم کی بے احتیاطی یہ کہ حلال و حرام کی کچھ پروا نہیں کرتے سو و خوار زن بازاری جو کوئی ہو سب کی دعوت نذرانہ قبول کر لیتے ہیں بزرگوں نے صاف فرمادیا ہے کہ بدوں اکل حلال نوار آئی نصیب نہیں ہوتے شاہ کرمائی فرماتے ہیں من غش بصر عن المحارم وامسک نفسه عن الشهوات وعمر باطنہ بد و ام المراقبۃ و ظاہرہ باتباع السنۃ و عود نفسہ اکل الحلال لہ تخطی فراستہ

فصل ایک غلطی یہ کہ بعض کا اعتقاد ہے کہ فقیر ہی میں کوئی ایسا درجہ ہے کہ وہاں پہنچا کر احکام شرعی ساقط اور معاف ہو جاتے ہیں یہ اعتقاد صریح کفر ہے جب تک کہ ہوش و حواس قائم ہیں ہرگز احکام شرع معاف نہیں ہو سکتے البتہ بیہوشی کی حالت میں معذور ہے حضرت ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں علیہ الفناء والبقاء یدور علی اخلاص الوحدانیۃ وصحۃ العبودیۃ وماکان غیر ہذا فیہو المغالطۃ والزندقۃ کسی نے حضرت علیہ السلام سے ذکر کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو واصل ہو گئے اب ہم کو ان ظاہری احکام کی کیا حاجت ہے آپ نے فرمایا بے شک واصل تو ہو گئے مگر جہنم واصل ہوئے خدا سیدہ نہیں ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ دنیا کرنے والا اور چوری کرنے والا بہتر ہے ایسے شخص سے جب کا یہ اعتقاد ہو اور فرمایا کہ اگر میں ہزار برس زندہ رہوں بلا عذر شرعی و وظیفہ بھی ناغہ نہ کروں

فصل ایک غلطی یہ ہے کہ اپنے کمالات کا صراحت یا اشارۃ دعوے افتخار کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسروں کی تحقیر و توہین قال اللہ تعالیٰ فلا تزکوا انفسکم

باز عارفانہ کلام

البتہ اگر اطہارِ نعمت کی غرض سے کوئی بات موقع کی کمی جاوے اور اسکو اپنا کمال نہ سمجھیں محض فضلِ خداوندی
 سمجھیں مضائقہ نہیں قال اللہ تعالیٰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ بعضُ جہلایک عجیب عوے کیا کرتے
 ہیں کہ ہماری نسبت ایسی قوی ہے کہ گناہ کرنے سے بھی اُس میں فتور نہیں آتا اور بعض کہتے ہیں کہ
 ہکونوٹوں رنڈیوں کے گھورنے سے ترقی ہوتی ہے یا دیکھنا چاہئے کہ یہ نسبت جبکو مصیبت
 سے بقایا ترقی ہو شیطانی نسبت ہے اور ایسی ترقی کو مکروہ و اسد راج کہتے ہیں خدا کی پناہ ایسے شخص
 کے راہ پرانے کی کوئی امید ہی نہیں عمر بھر اسی وھوکے میں پھنسا رہتا ہے رشحات میں ہر حضرت خواجہ
 عبداللہ احمد ازفر موند کہ مکر آتی دوہست یکے بہ نسبت عوام دیگرے بہ نسبت خواص ملکہ کہ بہ نسبت
 عوام ست ارفادِ نعمت ست باوجود تقصیر در خدمت و مکر کی بہ نسبت خواص ست ابقا سے حالت
 باوجود ترک ادب حضرت شیخ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی فرماتے ہیں درکار مستقیم باش و در شرع
 مستدیم ہر چند انتقامت شرع ست و در کار ست انوار انوار ست و اسرار اسرار و مے آرد مریدے نورے
 می دیدیش پیر عرض است کہ من جنیں نورے یتیم پیر دانا سے روزگار فرمود برکشت کاہ از حق غیرے
 بے اذن بگیرم مرید پچھناں کروم نور و پرودہ شد مرید پیش پیراں حال عرض داشت پیر بخت رسیدہ فرمود
 خاطر حج وار کہ آن نور حق ست کہ اگر باز کتاب خلاف شرع آں نور کشوف بودے نور نبودے بلکہ
 ظلمت بودے حق نہ بودے باطل بودے شعر ہرچہ درود اعینہ شرع نیست ہوسوئہ یو بود و بزنا ع
 فصل ایک غلطی یہ ہے کہ احادیث کے بیان کرنے میں نہایت بے احتیاطی ہوتی ہے حدیث
 کی تحقیق علماء حدیث سے کرنا چاہئے یہ کسی طرح درست نہیں کہ کسی اردو فارسی کی کتاب یا کسی
 عربی کی غیر معتبر کتاب میں حدیث کا نام دیکھ لیا اور اس سے استدلال شروع کر دیا بہت سی عجیب غریب
 حدیثیں جنکا کہیں پتہ نہیں مشہور ہیں جیسے انا عرب بالاعین اور مثل اس کے جنکۃ الفاظ کا پتہ نہ معانی
 کا نشان حدیث شریف میں اس مقدمے میں سخت وعید آئی ہے منکذب علی متعدد افلیتیم معتدا
 من اللہ اسی قبیل سے یہ دعویٰ کرنا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اکرمؓ کو جو کوشی
 ہزار کلمات تصوف کے جو شب معراج میں آپ لائے تھے سبے علیحدہ تعلقین فرمائے اور کوئی اس

قابل نہ تھا اس معوسے میں کتنے جھوٹ جمع ہوئے ہیں اول یہ کہ آپ کو کئی ہزار کلمہ تصوف کے معراج میں عطا ہوئے مگر اسکی اطلاع کس طرح ہوئی وہاں تو اسقدر ابہام ہے کہ فرشتے تک کو اطلاع نہیں ہوئی یہ کہاں کھڑے سُنتے تھے بھلا ایسے مقام کار از کس کو معلوم ہو سکتا ہے ۵ اکون کرادماغ پر سز باغباں پہل چگفت و گل چشنید و صبا چہ کرد ۶ دوسرا جھوٹ یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے تلقین خفیہ فرمایا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خاص باتیں بتلائی ہیں آپ نے نہایت اہتمام سے اسکا انکار فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہمارے پاس کوئی خاص چیز نہیں مگر قرآن مجید کا سمجھنا جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہو تا ہر سو یہی قسم فرماتا تھا اس نور نسبت کا جو بدلت صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سینے میں پہنچی تھی اور وہی اب تک سینہ بسینہ منتقل ہوتی آتی ہے یہی معنی ہیں اس قول کے کہ تصوف سینہ بسینہ آتا ہے اور یہ نہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوشیدہ باتیں کا ناچھنوسی کے ذریعے سے اب تک آرہی ہیں اگر ایسے بااصل معوسے کا اعتبار کیا جاوے تو تمام کارخانہ ہی درہم برہم بوجھتا ہے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میں کتابوں میں گو لکھا ہے کہ حاتم بڑا سخی تھا مگر یہ علم سفید ہے اور جو کواپنے بزرگوں سے سینہ بسینہ یہ راز پہنچا ہے کہ بڑا کجخوس تھا مگر یہ بات کسی سے کہنا نہیں ورنہ شک ٹلانے تکو جھٹلادینگے اسی طرح جس چیز کو چاہو سینہ بسینہ لے آؤ پھر کس چیز کا اعتبار رہے گا تیسرا جھوٹ یہ کہ سب صحابہ کو غور و بالہ ناقابلِ تحیر آیا اور قرآن و حدیث سے صحابہ کے خصوصاً خلیفہ اول کے فضائل دیکھو تو سب اشتباہ جاتا رہے سیر الاولیاء میں ہے کہ نائل ترین ہمہ امت حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر رسید اہلِ تجرید و بادشاہ اہلِ تفرید مشائخ حضرت ایشاں را مقدم اربابِ مشاہدہ میدارند (جو اہر غیبی) فصل ایک غلطی یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ کا جنت میں دیدار ہو گا اُسی طرح دنیا میں دیدار کے قائل ہیں جاننا چاہئے کہ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے کہ دنیا میں دیدار کی تمنا کی اور لڑائی جواب سنا حدیث شریف میں موجود ہے انکم لئن تزادکم حتی تنوتوا یعنی موت سے پہلے کبھی خدا سے تعالیٰ کو نہ دیکھو گے دوسری حدیث میں

کتابخانه عمومی
مکتبہ اسلامیہ
۱۰۸

قابل نہ تھا اس معوسے میں کتنے جھوٹ جمع ہوئے ہیں اول یہ کہ آپ کو کئی ہزار کلمہ تصوف کے معراج میں عطا ہوئے مگر اسکی اطلاع کس طرح ہوئی وہاں تو اسقدر ابہام ہے کہ فرشتے تک کو اطلاع نہیں ہوئی یہ کہاں کھڑے سُنتے تھے بھلا ایسے مقام کار از کس کو معلوم ہو سکتا ہے ۵ اکون کرادماغ پر سبز باغباں پہل پہل چگفت و گل چشنید و صبا چہ کرد ۶ دوسرا جھوٹ یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے تلقین خفیہ فرمایا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خاص باتیں بتلائی ہیں آپ نے نہایت اہتمام سے اسکا انکار فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہمارے پاس کوئی خاص چیز نہیں مگر قرآن مجید کا سمجھنا جو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہو تا ہر سو یہی قسم فرماتا تھا اس نور نسبت کا جو بدولت صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سینے میں پہنچی تھی اور وہی اب تک سینہ بسینہ منتقل ہوتی آتی ہے یہی معنی ہیں اس قول کے کہ تصوف سینہ بسینہ آتا ہے اور یہ نہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوشیدہ باتیں کا ناچھنوسی کے ذریعے سے اب تک آرہی ہیں اگر ایسے بااصل معوسے کا اعتبار کیا جاوے تو تمام کارخانہ ہی درہم برہم بوجھاتا ہے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میں کتابوں میں گو لکھا ہے کہ حاتم بڑا سخی تھا مگر یہ علم سفید ہے اور جو کچھ اپنے بزرگوں سے سینہ بسینہ یہ راز پہنچا ہے کہ بڑا کجخوس تھا مگر یہ بات کسی سے کہنا نہیں ورنہ شک ٹلانے تکو جھٹلادینگے اسی طرح جس چیز کو چاہو سینہ بسینہ لے آؤ پھر کس چیز کا اعتبار رہے گا تیسرا جھوٹ یہ کہ سب صحابہ کو غور و بالہ ناقابلِ تحیر آیا اور قرآن و حدیث سے صحابہ کے خصوصاً خلیفہ اول کے فضائل دیکھو تو سب اشتباہ جاتا رہے سیر الاولیاء میں ہے کہ نائل ترین ہمہ امت حضرت امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر رسید اہلِ تجرید و بادشاہ اہلِ تفرید مشائخ حضرت ایشاں را مقدم اربابِ مشاہدہ میدارند (جو اہر غیبی) فصل ایک غلطی یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ کا جنت میں دیدار ہو گا اُسی طرح دنیا میں دیدار کے قائل ہیں جاننا چاہئے کہ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے کہ دنیا میں دیدار کی تمنا کی اور لڑائی جواب سنا حدیث شریف میں موجود ہے انکم لئن تزادکم حتی تنوتوا یعنی موت سے پہلے کبھی خدا سے تعالیٰ کو نہ دیکھو گے دوسری حدیث میں

کتابخانه شخصی حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب

سلا
الاول
الغالبین
۱۲

۷۸

از ظہور ذات و صفات الوہیہ است جل جلالہ و روح را نیز تجلی باشد و بسیار روزندگان درین مقام غرور شدہ اند و پنداشتند کہ تجلی حق یافتہ اند اگر شیخ صاحب تصرف نباشد ازین و در طہ خلاصی و ثواب و اکتواں بدو کہ فرق است میان تجلی ربانی و تجلی روحانی چون آئینہ دل از کہ و رت وجود ماسویہ الصغائر پذیرد و مشرقہ آفتاب جمال حضرت گرو و دو جام جہاں نما سے ذات و صفات او شود و لیکن نہ ہر کس ایں سعادت مشاہدہ نماید از میان روزندگان صاحب دو آئینہ باشد کہ چون آئینہ دل از صفات بشریت صاف کند بعضی صفات روحانی بر دل و سے تجلی کند پس گاہ بود کہ ذوات روح کہ خلیفہ حق است در تجلی آید و بخلاف خود و عو سے انا الحق کردن گیرد و گاہ بود کہ جلیہ وجودات را پیش تخت خلافت روح در سجود بندد و غلط افتد و اند کہ مگر حضرت حق است قیاس بریں حدیث اذا تجلی اللہ لشیء خضع لہ کل شیء و ازین جنس غلط ما بسیار افتد کہ تجلی روحانی بسمت حدوث دارد و آں را قوت افشا نباشد و از تجلی روحانی غرور و پندار پدید آید و در طلب نقصان پدید آید و از تجلی حق سبحانہ و تعالیٰ ایں جملہ برخیزد و مستی نبرد و بیچ دل شود و در طلب بمیزاید و تشنگی زیادہ گردد و در بعض بزرگوں کے جو اس قسم کے اقوال ہیں سے دیگران را وعدہ فرما بود کہ لیک ما را نقد ہم اینجا بود کہ اسکے معنی شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں معنی او اُن سے انتہا بجا وعدہ برویت بود اینجا چشم بقیں مشاہدہ ایں منظور در محققان مشاہدہ خوانندہ محض رویت دانند۔

رفع شبهہ

بعض بزرگوں کی کلام میں جو تجلی ذاتی کا لفظ پایا جاتا ہے اُس سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ یہ صیغہ صلاحي لفظ ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ یا لاک کہ توجہ الی الذات میں اس قدر استغراق ہو جاوے کہ غیر ذات کی طرف اصلا التفات باقی نہ رہے جسکے صفات بھی اُس وقت ذہن میں مستحضر نہ ہیں اور ایک معلوم کے حضور سے دوسرے معلومات کی غیبت محل استنباط و نہیں بلکہ کثرت واقع ہے سو اسکو رویت سے کوئی علاقہ نہیں عالم الکتاب میں اس تفسیر کی تصریح کی ہے علاوہ اسکے خود لغوی معنی کے اعتبار سے بھی تجلی و رویت میں فرق ہے کیونکہ تجلی کے معنی ہیں ظہور کے سو یہ صفت حق تعالیٰ کی ہر اور رویت کے

مخبر ہیں دیکھنا سوریت ذات میں صیفت عہد کی ہے تنجلی کے اثبات سے رویت کا اثبات لازم نہیں آتا کیونکہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ ذات کی طرف سے ظہور ہو سکتا ہے مگر عہد کی طرف سے وید وینش نہیں ہوتی سو اس میں کوئی اشکال نہیں یہی وجہ ہے کہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تنجلی کا اثبات فرمایا ہے بقولہ تعالیٰ فلما تنجلی لہ اور رویت کی نفی فرمائی ہے بقولہ تعالیٰ لن ترانی عرض قرآن وحدہ وکلام اہل حق سے واضح ہے کہ رویت ذات تعالیٰ کی آخرت میں بالکیف واقع ہوگی اور دنیا میں مستح ہے اور بعض اکابر کی کلام میں جو امکان کا کلمہ لیا ہے اور امتناع کو معتزلہ کا مذہب قرار دیا ہے اس سے مراد امکان و امتناع عقلی ہے نہ شرعی اور بدعا ہمارا امتناع شرعی ہے جو درود و نصوص عدم الوقوع کے دنیا میں اور امتناع عقلی مدعا نہیں ورنہ آخرت میں کیسے وقوع ہوتا اس لئے کہ مستحیل عقلی ممکن نہیں ہو سکتا چاہے وقوع۔ فقط فصل ایک غلطی یہ کہ شیخ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت جسد عنصری خدا سمجھنا یا اعتقاد صریح کفر ہے اس سے اللہ تعالیٰ کا تغیر تبدیل حدوث احتیاج تنقید علول و افتخاد ہزاروں خرابیاں لازم آتی ہیں ظاہری جسد ظاہری جو اس سے محسوس ہے وہاں تو استدلال مندرجہ ہے کہ حاسن باطنی اور عقل کی بھی رسائی نہیں خیال و فکر میں جو چیز آوے اللہ تعالیٰ اس سے بھی منزہ ہے عمرو بن عثمانؓ کی فرمائے ہیں کل ما توهمہ قلبک او سمعہ فی مجارمے فکرتک او خطر فی معارضات قلبک من حسن او بھاء او انس او جمال او ضیاء او شیعہ او نور او شخص او خیال فاللہ تعالیٰ بعید من ذلک الا تسمع الی قولہ تعالیٰ لیسرکم مثلہ شیء و هو الذمیم البصیر۔

پانچواں باب موانع طریق میں

یوں تو جتنے محاصی اور تعلقات ماسویہ میں سب اس راہ کے رہن ہیں مگر چند ضروری چیزوں کو چند فصول میں بیان کیا جاتا ہے **فصل** ایک مانع مخالفت کرنا سنت رسول اللہ علیہ وسلم کا ہے اسکا بیان اوپر گذر چکا ہے افسوس اس زمانے میں رسوم بدعات کی بڑی کثرت ہے اور قصوف ان ہی رسوم کا نام رہ گیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یأتی علی الناس مان لا یبقی

[illegible]

من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ الحدیث رواہ البیہقی فی شعب الایمان جو حقیقت تصور کی گئی کہ فنا و بقا کی نسبت حاصل کریں اس کے معنی بھی نہیں جانتے ان رسوم کے مقتید ہو گئے ابوالبباس و یوزجی نے اپنے زمانے کا حال بیان فرمایا ہے تو ہمارے زمانے کا کیا ٹھکانا ہے ان کا ارشاد ہے نفقثوا ارکان التصوف و ہد مواسلہا وغیرہ و اعینہا با سامی احد ثوہا سمو الطمع زیادة و سوء الادب اخلاصا و الخروج عن الحق شطحا و التلذذ بالمد موم طیبة و اتباع المہوی ابتلاء و الرجوع الی الدنیا و صلا و سوء الخلق صولة و البخل جلادة و السؤال عملا و بذاعة اللسان ملائم و ما کان ہذا طریق القوم حضرت شاہ ولی اسے صاحب ان رسوم کی نسبت فرماتے ہیں نسبت ضویہ غنیست کبری و رسوم النشائ ہج نمی ارز و فصل ایک مانع یہ ہے کہ غلطی سے کسی بے شرع پر سے بیعت کر لی اب ساری عمر کسی کو نباہنا رہا جب خود اصل نہیں تو اس کو کیسے اصل کرے گا حضرت بزرگ کا قول ہے صحبۃ اہل البدع توردث الاعراض عن الحق شیخ قوام الدین فرماتے ہیں اسے درویش محک و معیاریں کار کتاب و سنت و سیرت کہ اہل اقتدا بودند نہ اجازت مجرور و تمام متبرک کہ فلان فرزند درویش است ورجائے آبا و اجداد و خوش و چہرے کے ارشاد نشان شیخی مخالف معیارت اس فاسد و باطل یعنی اگر قول و فعل شیخ مخالف کتاب و سنت و اجماع بود ہیچ نباشد ان شیخ لایں شیخی و مقتدائی ہو دہر کہ بدو اقتدا کنند بمقتود نزد بلکہ اسکو چھوڑ کر دوسرے کامل سے بیعت کرے شیخ سعد الدین فرماتے ہیں اگر از نادانی خود سجاہل یا اہل بدعت ارادت آورد تجدید ارادت کند و از دست او خرقہ پوشد تا گمراہ نشود اور یہ مشہور ہے شیخ من خیر سنت اعتقاد من بس منت سواول تو ایسے جاہل فاسق آدمی سے اعتقاد باقی رہنا مشکل ہے دوسرے قاعدہ کلیہ نہیں شاد و ناوار سیاہی ہو گیا ہے جو اس فن سے ذرا بھی واقف ہے جانتا ہے کہ وصول طلب کا طریقہ شیخ کامل کی صحبت و تعلیم ہے بس اور شیخ کامل یہی ہے جو جامع ہو ظاہر و باطن کا تیسرے یہ کہ اس سے بے شرع پیرمرا نہیں بلکہ طلب یہ ہے کہ اگر یہ بہت بڑے درجے کا کامل نہ ہو مگر شرع کے خلاف بھی نہ ہو تو یوں سمجھے کہ اگرچہ ان سے بڑھ کر اور کامل ہوں مگر میرے لئے یہی کافی ہیں اور یہ اعتقاد مجھے مقصود تک پہنچا دیا فضل ایک مانع لڑکوں عورتوں کو دیکھتا یا ان کے پاس بیٹھتا اٹھتا ہے اسکا

[illegible]

چھٹا باب وصایا جامعہ میں

اس میں چند فصلیں ہیں فصل امام قشیرؒ کے وصایا کا خلاصہ یہ ہے کہ اول عقاید موافق اہل سنت و جماعت کے درست کرے پھر ضرورت کے موافق علم حاصل کرے خواہ درس سے یا صحبت علما سے اور اختلافی مسئلہ میں احتیاط پر عمل کرے اور سب معاصی سے توبہ خالص کرے اہل حقوق کو راضی کرے مال و جاہ کے تعلقات کو قطع کرے اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے نہ اپنے کوئی اعتراض کرے اپنے باطنی حالات شیخ سے پوشیدہ نہ کرے اور کسی سے ظاہر نہ کرے اگر کچھ قصور شیخ کا ہو جاوے فوراً معذرت کرے اور اقرار خطا کا کرے تاویل نہ کرے بلا ضرورت شدیدہ سفر نہ کرے بہت ہنسے نہیں کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے اپنے پیرو بھائیوں پر حسد نہ کرے لڑکوں غورتوں کی صحبت سے بچے بلکہ ان سے زیادہ گھل ملکہ باتیں بھی نہ کرے جب تک صاحب نسبت نہ ہو جاوے کسی کو مرید نہ کرے آداب شرع کا بہت پاس رکھے مجاہدہ و عبادت میں سستی نہ کرے تنہائی میں رہے اور اگر مجمع میں رہنے کا اتفاق ہو تو ان کی خدمت کرے اپنے کو ان سے کم سمجھ کر بڑاؤ کرے دنیا داروں کی صحبت سے پرہیز رکھے فصل شاہ دلی احمد صاحبؒ کی وصایا کا خلاصہ یہ ہے کہ بلا ضرورت مصلحت و مینا غنیا سے صحبت نہ رکھے صوفیان جاہل اور جاہلان علماء و علما سے زاهدان خشک اور جو محمد بن اہل فقہ سے عداوت رکھیں اور جو لوگ کلام و معقول میں انہماک رکھتے ہیں ان سب کی صحبت سے بچے ایسے شخص کے پاس بیٹھے جو عالم صوفی ہو دنیا کا تارک نوکر اللہ و اتباع سنت کا عاشق ہو اور مذاہب میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے کہ حنفیوں کا مذہب سب سے اچھا ہے یا شافعیہ کا سب سے بڑھ کر ہے اپنے مذہب پر عمل کرتا رہے نہ صوفیوں کے طرق میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کہ چشتیہ کی نسبت بڑھ کر رکھتی ہے دوسرا کہے واہ نقشبندیوں میں اتباع سنت زیادہ ہے اور اسی قسم کے خرافات سے بچے جو لوگ مغلوب الحال ہیں یا کسی تاویل سے کوئی امر کرتے ہیں جو اس شخص کے نزدیک

مذہب طالب حق پر لازم ہے کہ اول مسائل ضروری و عقاید اہل سنت و جماعت کے حاصل کرے پھر ان ردائیل سے تزکیہ کرے حرص اہل غضب جھوٹ غیبت بخل حسد ریا کبر و کینہ اور یہ اخلاق پیدا کرے صبر و شکر قناعت علم یقین تفویض توکل رضا تسلیم اور شرع کا پابند رہے اور اگر گناہ ہو جاوے جلد ہی کر کے نیک عمل سے تدارک کرے نماز باجماعت وقت پر پڑھے کسی وقت یا د آئی سے غافل نہ ہو لذت و کر پرشگر سجالا دے کشف و کرامات کا طالب نہ ہو اپنا حال یا سخن تصوف غیر محرم سے نہ کہے دنیا و مافیہا کو دل سے ترک کرے خلاف شرع فقر کی صحبت سے بچے لوگوں سے بقدر ضرورت خلق کے ساتھ ملے اپنے کو سب سے کمتر جانے کسی پر اعتراض نہ کرے بات نرمی سے کرے سکوت و خلوت کو محبوب رکھے اوقات منضبط رکھے تشویش کو دل میں نہ آنے دے جو کچھ پیش آوے حق کی طرف سے سمجھے غیر اسد کا خطرہ نہ آنے دے دینی کاموں میں نفع پہنچاتا رہے نیت خالص رکھے خورد و نوش میں اعتدال رہے نہ اتنا زیادہ کھائے کہ سہل ہو اور نہ اس قدر کم کہ عبادت سے ضعف ہو جاوے کسب حلال مفصل ہے اگر توکل کرے تو بھی مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھے نہ کسی سے امید و خوف کرے حق تعالیٰ کی طلب میں بیچین رہے نعمت پر شکر بجالا دے فقر و فاقہ سے تنگدل نہ ہو اپنے متعلقین سے نرمی برتے ان کی خطا و قصور سے درگزر کرے ان کا عذر قبول کرے کسی کی غیبت و عیب جوئی نہ کرے عیب پوشی کرے اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے کسی سے ہتکرا نہ کرے مہمان نواز و مسافر پرور رہے غریب و مساکین و علماء و صلحا کی صحبت اختیار

الادب الاریضی
درست و نادر
از آیت الله العظمی
سید محمد باقر
مجلسی
مجلد اول
صفحہ ۱۰۸

خلاف سنت ہے اُن کو بُرا بھلا نہ کہے اور خود وہی کرے جو قواعد شرعیہ کے موافق ہے فصل اس فصل میں حضرت سیدنا و مرشدنا الشیخ الحافظ الحلج محمد امجد الد صاحب کی وصایا کا خلاصہ لکھ کر رسالہ ہذا کو ختم کرتا ہوں اس کو آخر میں اسی واسطے لکھا کہ خاتمہ میں برکت ہو ورنہ میرا حق یہ تھا کہ اس کو سب سے مقدم کرتا۔ وللاس فیمایعشوقون مذاہب طالب حق پر لازم ہے کہ اول مسائل ضروری و عقاید اہل سنت و جماعت کے حاصل کرے پھر ان ردائیل سے تزکیہ کرے حرص اہل غضب جھوٹ غیبت بخل حسد ریا کبر و کینہ اور یہ اخلاق پیدا کرے صبر و شکر قناعت علم یقین تفویض توکل رضا تسلیم اور شرع کا پابند رہے اور اگر گناہ ہو جاوے جلد ہی کر کے نیک عمل سے تدارک کرے نماز باجماعت وقت پر پڑھے کسی وقت یا د آئی سے غافل نہ ہو لذت و کر پرشگر سجالا دے کشف و کرامات کا طالب نہ ہو اپنا حال یا سخن تصوف غیر محرم سے نہ کہے دنیا و مافیہا کو دل سے ترک کرے خلاف شرع فقر کی صحبت سے بچے لوگوں سے بقدر ضرورت خلق کے ساتھ ملے اپنے کو سب سے کمتر جانے کسی پر اعتراض نہ کرے بات نرمی سے کرے سکوت و خلوت کو محبوب رکھے اوقات منضبط رکھے تشویش کو دل میں نہ آنے دے جو کچھ پیش آوے حق کی طرف سے سمجھے غیر اسد کا خطرہ نہ آنے دے دینی کاموں میں نفع پہنچاتا رہے نیت خالص رکھے خورد و نوش میں اعتدال رہے نہ اتنا زیادہ کھائے کہ سہل ہو اور نہ اس قدر کم کہ عبادت سے ضعف ہو جاوے کسب حلال مفصل ہے اگر توکل کرے تو بھی مضائقہ نہیں بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھے نہ کسی سے امید و خوف کرے حق تعالیٰ کی طلب میں بیچین رہے نعمت پر شکر بجالا دے فقر و فاقہ سے تنگدل نہ ہو اپنے متعلقین سے نرمی برتے ان کی خطا و قصور سے درگزر کرے ان کا عذر قبول کرے کسی کی غیبت و عیب جوئی نہ کرے عیب پوشی کرے اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے کسی سے ہتکرا نہ کرے مہمان نواز و مسافر پرور رہے غریب و مساکین و علماء و صلحا کی صحبت اختیار

کرے قناعت و اثبات کی عادت رکھے بھوک پیاس کو محبوب سمجھے کم ہنسے زیادہ روئے
 عذاب الہی اور اُس کی بے نیازی سے لرزاں رہے موت کا ہر وقت خیال رکھے روزانہ
 اپنے اعمال کا محاسبہ کر لیا کرے نیکی پر شکر بدی پر توبہ کرے صدق مقال و اکل حلال اپنا
 شعار کرے غیر مشرور مجلس میں نہ جاوے رسومِ جبل سے بچے شکر گین۔ کم گو۔ کم سنج۔ صلح جو
 نیکو کار۔ نیکو فرتار۔ بافتار۔ بار بار ہے ان صفات پر مغرور نہ ہو اولیاء کے مزارات سے
 استفیدہ ہوتا رہے گاہ گاہ عوامِ مسلمین کی تسبیح پر جا کر ایصالِ ثواب کرے مرشد کا ادب
 و فرمانبرداری کامل طور پر بجالاوے اور ہمیشہ استقامت کی دعا کرے۔ الحمد للہ کہ، حضرت
 ربوہؑ شبِ ۱۵ شوال ۱۳۱۵ھ وقتِ چاشت مقامِ کان پور مدرسہ جامع العلوم میں سالہ تعلیم الدین
 اختتام کو پہنچایا الہی اسکو قبول فرما کر اپنے بندوں کو نفع بخش ۛ

نہ نقش بستہ مشوشم نہ بحرِ ساختہ سرخوشم
 نفسے بیاد مے کشم چہ عبادۃ و چہ معانیم

اللہم اختتم لنا بالخير والسعادة

تمام شد

رسالہ تکمیل الیقین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً و مصلیاً و مسلماً

مقدمہ - اس وقت ہمارے زمانہ میں جو فلسفہ شائع ہے اسکے دو شعبے ہیں تہذیب (فلسفہ اخلاقی) اور سائنس (فلسفہ طبعی) اور ہر ایک کے نئے رنگ کے شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے دونوں قسم کو جدا جدا بالترتیب لکھنا ضروری ہوا۔

پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف طبقات کی لوگوں کے دو برسالت کا دعویٰ فرماتے ہوئے دیکھ کر یا سنکر گروہ فلاسفہ کا تحقیق حق کے لئے بظرف انصاف مستعد ہو جانا اور ان کی تحقیق کا مال کار

فلاسفہ اخلاق کا نتیجہ تحقیقات

اُن میں سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق و آداب کے فلاسفر تھے شریع سابقہ سے بخوبی واقف تھے اُنکے اسرار و فوائد کی شناخت میں اُن کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے اُنکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت بڑے بھلے کاموں میں اچھی طرح تیز کر سکتے تھے انتظام ملکی اور دیگر مختلف اوصاف امور کے حسن تدبیر کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لئے دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں بہت کچھ

ف
چھاپہ خانہ طبعی
اور آداب کا فکاہ
نفا ۱۲

ف
رسالہ تکمیل
کی دلیلیں
ہیں عقلی

عقل درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر ان کو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی منزاوار ہے کیونکہ ان کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو نہایت دانشمند و فیہم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ و اصول پسندیدہ طریقے عمدہ حالات فتح پانے والے علوم اور مضبوط دلیل ہیں جو رسولوں کے لئے ثابت ہوا کرتی ہیں و ہری قسم مجرہ یا خارق عادت امور میں جبکہ اس سے اور اک ہوتا ہے اُسکے طلب کرنے والے وہی قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اُس سے قصاص ہوتے ہیں اور جو سے ایسی چیزیں مطالب ہوتے ہیں جبکہ وہ اپنے حواس سے دریافت کر لیں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو باوجود اس نقص کے غنا پر بھی کمزور ہوتے ہیں اور ان کا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ نافع جھگڑا کریں پس یہ اس رسول سے لایعنی باتوں کی فرمایش کیا کرتے ہیں کہ تم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لائینگے ماں یا تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیجئے یا آپ ایسے باغ کے مالک بن جائیں جس میں کھجوروں اور انگوروں کے درخت لگے ہوں جا بجا نہیں رہ رہی ہوں ورنہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجئے یا خدا اور فرشتوں کو بلا لائیے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونے کا بن جائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جائیں اور آپ کے چڑھنے کو بھی ہم جب مانیں گے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتو آئیے تاکہ ہم اُس سے پڑھ بھی لیں اور ان مساندوں کا جواب رسول کے پاس یہ ہوتا ہے کہ سچان اس میں تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا ہے مجھ سے یہ سہل سوال کیسے؟ مطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں یہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس قبیل کی چیزوں کو ایجاد کر کے میری تائید کر دیتا ہے اور جب اُسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرتا یہ ضرور ہے کہ اُس نے مجھے منصب رسالت عطا کیا ہو میرا کام اتنا ہے کہ جو کچھ اُس نے مجھے حکم دیا ہے تمہیں پہنچا دوں سو وہ میں کرچکا ہوں تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو خدا کے فضل و کرم سے رسولوں کی ان علامات کو سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں جو عقلی لاثال کے قبیل سے شمار کی جاتی ہیں بلکہ تم تو دانشمندوں اور سمجھداروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو عمدہ اوصاف جو ان رسولوں میں ہوا کرتے ہیں جنہیں خدا خلق کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ بھی چکے ہیں مثلاً آپ کا شریف النسب ہونا۔ خوبصورت اور خوش اخلاق ہونا۔

ف
اس فرقہ کے
اسد مال کا
اجالی بیان ۱۲

نہایت تیز اور زور دہم ہونا۔ آپ کی دلیل کا قومی ہونا اور آپ کے طریق کا مستقیم ہونا۔ اب ہمیں مناسب یہ ہے کہ آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی شریعت میں غور کریں پس اگر آپ کی شریعت میں یہ سب باتیں پائی جائیں گی کہ وہ ہکولیسے صحیح عقیدوں کے یقین کرنے کا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور ان سے یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اُس کی تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاقی حسنہ اور آداب مضیہ کے ساتھ اپنے کو مزین کریں اور وہ صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہمارے باہم معاشرت کرنے کے انتظام میں خلل نہ آئے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جن سے خالق الکریم نعمتوں کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو۔

اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے واجب کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جبکہ نفع آخر کو ہمیں لوگوں کو ملتا ہے جیسا کہ رسولوں کی سکھلائی ہوئی عبادتوں میں اس کی ضرورت رعایت کی جاتی ہے کیونکہ خدا کو ان کی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں سے بالکل بے پروا ہے اور آپ کی شریعت محض خرافات اور غلط عقیدوں سے روکتی بھی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ ایسی باتیں ماننی پڑتی ہیں جو مشاہدہ اور یقینی دلیل کے بالکل خلاف ہیں۔ اور برہم عبادتوں سے منع کرتی ہوگی اور اس بات کو جائز نہ رکھتی ہوگی کہ آدمی سچاے آداب کے ساتھ موصوف ہونے کے ایسے رذیل اوصاف میں آلودہ ہو جائے جو نہایت محبوب اور مذموم خیال کئے جاتے ہیں اور ایسی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں سخت پرے سے اور انتظام درہم و برہم ہو جائے اور ہکولیسے عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بے ادب ٹھہریں اگر یہ سب کچھ ہو گا تو بیشک آپ یقینی امد کے بھیجے ہوئے ہیں کیونکہ رسولوں کی ہی شان ہوتی ہے اور ان کی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات بھی نہ ہو جس میں آپ کا کوئی ذاتی نفع ہو اور عام صلحت کے خلاف ہو پس اس وقت ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کر لیں گے اور اگر کہیں اسکے خلاف ثبات ہو تو آپ کے دعوے کو الگ کرینگے اور پھر نہایت سختی سے مقابلہ پر آمادہ ہو جائیں گے یہ تمکروہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تعقیب اور آزمائش کے بعد انہوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت انہیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ

شریعت کے عقاید
حق پر مشتمل ہوتے
سے انکا استدلال

ہیں اور اُن کے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت بھی نہیں لازم آتی اور اس کا یہ بھی حکم ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنے میں پسندیدہ خلاق پیدا کرے اور اس بات کو صفات حسنہ کے ساتھ موصوف ہو۔ اعلیٰ درجہ کی تدبیروں کو اختیار کرے جس سے انتظامِ عالم میں خلل نہ پڑے پائے اور وہ ختم انداز می سے محفوظ رہے اہل عالم کو فائدہ پہنچے اور اسکے نقصانات سے انکی حفاظت ہو جن عبادتوں کا اُس نے حکم کیا ہے وہ بھی ایسی ہیں جسے خدا کی نعمتوں کا نہایت خوبی سے شکر ادا ہوتا ہے۔ اس میں اور بھی بہت سی حکمتیں نظر آئیں جن سے لوگوں کو تفرار واقعی نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع کرتی ہے۔ اور اس کے بے بہرہ ہو کر بری اوصاف اور مہیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کاموں کو جائز رکھتی جو جن سے عالم کا انتظام ختم ہو۔ اور ایسی باطل عبادتوں سے روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھ بے ادبی لازم آئے اور ناشکری اُن کا ثمرہ ٹھہرے اسکی تفصیل یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ خدا کو ذات و صفات اور انحال کے اعتبار سے منفرد اور یکتا سمجھو اور اس بات کا یقین اور اعتقاد کرو کہ وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے اور سارے موصوفوں سے پاک ہے چنانچہ اہلِ عالم بالغ کے ذمے یقین کرنا ضروری بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے اسکا علم نہایت ہی کامل ہے اسکا ارادہ نہایت ہی تام ہے۔ اسکی قدرت نہایت ہی عظیم ہے اس کے سوا تمام چیزیں اسی کی محتاج ہیں اس کو ان ساری چیزوں میں سے کسی کی بھی حاجت نہیں۔ نہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اُس کے مشابہ ہو سکتا ہے وہ ازلی یعنی ہمیشہ سے ہے ابدی یعنی ہمیشہ رہیگا۔ نہ اُس کی اولیت کی کوئی ابتدا ہے اور نہ اسکی ابدیت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ حکیم ہے سارے کام محض اپنے قصد و اختیار سے حکمت کے موافق کرتا ہے اگرچہ اسکی پابندی اسکے ذمے ضروری نہیں۔ بندوں کو کسی ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو انکی وسعت سے باہر ہو۔ اس کے سوا نہ کوئی پیدا کر سکا ہے اور نہ تدبیر کرنے والا اُس نے خلق کو عدم سے پیدا کر دیا اور پہلے ہی سے اُن کے سارے حالات کو تجویز کر دیا ظلم سے بالکل پاک ہے اور نہ اسکی نسبت ظلم کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ ظلم صرف دوسرے کے ملک میں بغیر اسکی مرضی کے بجا تو صرف کرنا نام ہے اور نہ سب جانہ تمام کا متنا کا علی الاطلاق حقیقی مالک ہے اس دنیا کے علاوہ اُس نے دو اور ایسے مقام پیدا کئے ہیں جن میں سے ایک

میں تو مطیعین کو آرام و آسائش میں رکھیں گے اور دوسرے میں نافرمانوں کو سزا دیگا پس اُس نے جس طرح کہنا ہم
 خلق کو عدم سے پیدا کیا ہے اسی طرح بعد فنا ہو جانے کے اُن سب کو پھر زندہ کرے گا تاکہ مطیع کو جزا دے اور
 نافرمان کو سزا دی ورنہ لازم آئیگا کہ مرنے کے بعد وہ شخص جو دولت مند خوش حال - دوسروں پر ظلم و جبر کرنا والا خدا کے
 ساتھ کفر کرنے والا ہو اُس شخص کے ساتھ برابر ہو جائے جو محتاج - ضعیف بیچارہ مظلوم یا یتیم اور اُن دونوں
 میں کوئی فرق باقی نہ رہے حالانکہ یہ خداوندی حکمت کے خلاف ہو خدا کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں جس طرح
 چاہے تصرف کرے لیکن خدا اس کا پاک ہے کہ اُس کے حکمت کے خلاف منع ہوں بلکہ اُس کا فعل ہوگا
 عین حکمت ہی ہوگا اور جو کچھ اُس سے صادر ہوگا اس اعتبار سے کہ خدا سے صادر ہوا ہے ضرور متحسن ہوگا اُن
 نے لوگوں کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ خدا کی نسبت صحیح اور واقعی عقیدوں کی تعلیم کریں کیونکہ انکی
 عقلیں اگرچہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا موجود ہے اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہو جیسا
 کہ اُس کی الوہیت کا مقتضا ہے لیکن خدا کی بہت سی ایسی عظیم صفتیں ہیں کہ جب تک وہ رسولوں کے
 ذریعہ سے اُسکی اطلاع نہ دے محض انسانی عقل اُسکو سمجھ نہیں سکتی اسی طرح رسولوں کے بھیجنے سے یہ بھی مقصود
 ہے کہ لوگوں کو اُن کی مصلحت کی باتیں سکھائیں اور اُن کے تمام حالات کی تکمیل کریں کیونکہ مقتضا حکمت
 خداوند تعالیٰ نے آدمیوں کے دو قسم کے اخلاق یعنی قوتیں یا خواہشیں پیدا کئے ہیں ایک تو اخلاق حسنہ
 جسے اُن کے حالات درست ہوتے ہیں اور دوسرے اخلاق اُن کے خلاف ہیں جو محض اس غرض سے پیدا
 کئے گئے ہیں کہ لوگ اُن کے ذریعے سے اس عالم کے آباد کرنے میں ترقی کریں جہاں کہ اُنہیں ایک
 خاص زمانہ تک رہنا ہے لیکن اگر ہر خواہش کو ترقی اور زیادتی کے لحاظ سے کسی حد کے ساتھ محدود کر دیا جاتا
 تو ہر خواہش کو روکنے والے کو اُسی حد تک پہنچ کر رک جانا پڑتا اور آگے قدم بڑھانے سے ایسا ہی ہو جاتی جس
 سے ترقی کی رفتار میں فرق آتا اسی لحاظ سے اخلاق (یعنی قوتوں یا خواہشوں) کی اصل فطرت میں اعتدال
 نہیں رکھا گیا بلکہ اُن کو اس قابل بنایا کہ اپنے مقصد و اختیار کے موافق اُن قوتوں سے اعتدال کے ساتھ
 کام لیا جاسکے اسلئے ان اخلاق سنیہ کی نسبت یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ ہمیں یہ اعتدال سے بڑھ کر بجائے
 نفع کے نقصان کا باعث نہ ہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس اب مصلحت اسی کی مقتضی

رسولوں کے بھیجنے میں ایک حکمت ہے

۸۹

جیسا کہ اسی معلوم
 ہوا جاتا ہے

ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کر دی جاتے اور ان سے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا اندیشہ نہ رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہو جائے اسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ ان ہی باقاعدہ کام لینا اور ان کے تفریق و تشتمل جو ان کی کور و کنا سکھائیں یہاں تک کہ وہ ایسی حد پر آ لگیں جن سے ان کا ضرر نہ ہو جائے اور نفع حاصل ہو جائے اور اس طرح سے اخلاق سیئہ بھی اخلاق حسنہ بن جائیں اس کام کے لئے رسول و مومنین و مومنینوں سے کام لیتے ہیں لوگوں کو غم نہ دینا اور ان کو ڈرانا اور اس کے ساتھ ہی وہ عمدہ چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیا کی بُرائی ثابت کرنے کے لئے دلائل بھی قائم کرتے ہیں جس سے ان دنیاوی طریقوں کی اور بھی تقویت ہو جاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اس طرح سمجھئے کہ لالچ ایک بُرا وصف ہے لیکن اگر یہ نہ ہو تو لوگ کسب معاش کرنے باغ لگاتے اور کائنات بنانے وغیرہ کی تکلیف ہرگز نہ اٹھاتے اور اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے تو طرح طرح کے جھگڑے اور برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اس قوت سے باقاعدہ کام لینا لوگوں کو تعلیم کرے اور یہ سکھائے کہ بجائے زیادہ مال جمع کرنے اور دوسرے کے نقصان پر اپنے نفع کو مقدم رکھنے کے اس قوت کو زندگی کی ضروریات کے حاصل کرنے اور مناسب امور کی کوشش میں متحمل کریں اس طرح سے اسکی ترقی کی رفتار میں فرق بھی نہ آنے پائے گا اور بلا کسی ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے کہ میں حکام اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نہایت کامل صفات کے ساتھ موصوف ہوں۔ سچائی امانت داری ان کا شعار ہو ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور ان کے ساتھ نیکی اور سلوک سے پیش آنے والے ہوں اور جو امور منصبِ رسالت کے خلاف ہوں اُس سے مُبرا اور پاک رہیں اسی بنا پر وہی تباہی باتیں ان میں نہیں پائی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ ان میں کوئی ایسا امر نہایت جس سے لوگوں کو ان سے نفرت ہو اور ان کی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں ان سے کوئی بات مصیبت کے مشابہ نہ ہو گئی ہے اور خدا نے اُس پر مصیبت کا اطلاق کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں جن سے نہ ان کا مرتبہ ہی گھٹتا ہے اور ان کی شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسے امور پر مصیبت کا

و
رسولوں کی
کیا بات تھی
ہے۔

اطلاق کرنا اور اُس کے جائزے اُن سے پاؤں پر ہونا محض اُن کے منصبِ عالی اور مقامِ رفیع کے لحاظ سے ہے
 یہی بات کہ اُن سے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اس بات سے متنبہ ہو جائیں
 کہ خدا تعالیٰ ہے اور وہی اکیلا علی الاطلاق کمالات کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی عالی
 کیوں نہ ہو لیکن خدا کے ہم پائے نہیں ہوتے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اسے معاصی سے بہرہ لیں کیونکہ گناہ سے توادنی اپنے
 متقی پر ہزیر کیا کرتے ہیں رسولوں کا تو مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہو کرتے ہیں
 پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ نہ رہیں پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبروریزی کرنا بے حیا
 عورتوں سے اختلاط کرنا جھوٹ بولنا وغیرہ باہمی کرنا۔ کفر کرنا نسبت پرستی کرنا یا اور ایسے ہی گناہ ان سب سر
 رسول بالکل پاک و صاف ہیں بشریت محمدیہ اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں کی تعریف کریں اُن کے
 نام تعظیم و تکریم سے لیں اُن کے ساتھ توقیر سے پیش آئیں اُن کا ادب کریں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اس پر
 عمل کریں ہاں وہ احکام اس سے مستثنیٰ ہیں جو انہیں اسلئے بقیہ کے زمانہ کے مناسب تھے اور اس شخصیت
 میں زمانہ کی مناسبت کے لحاظ سے خدا نے جمیع حکیم کے حکم سے بدل دیے گئے ہیں جس نے پہلے ہی ہزیرا
 کے مناسب احکام تجویز کر لئے تھے۔

۹۱

ف
 خدمتِ سرِ افلاک
 حسنہ کا حکم کرتی ہے
 اور کمالِ خلق پیش
 سے منع کرتی ہے
 زبان کی کیا اختیار
 ہیں اور کون سے
 اعمالِ نوح میں ان
 سب کا بیان ۱۶

اور شریعت محمدیہ ہر شخص کو کم سے کم قدر ضروری علم سکھانے کا بھی حکم کرتی ہے جو عقیدوں کی تصحیح عبادات
 اخلاق اور آداب میں نافع ہو اس کا سب سے پہلا اور نہایت ہی متم بالشان حکم ایمان و اسلام قبول کرنا ہے
 یعنی جتنی چیزوں کی نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہو اُن کی تصدیق جازم کرنا
 اور جو کچھ احکام آپ لائے ہیں اُن کی سجاوڑی بجا چوں و چرا کرنا۔ اسی طرح اس کا حکم ہے کہ اخلاق و عادات حسنہ
 کو اختیار کرنا چاہئے چنانچہ وہ حکم دیتی ہے کہ آدمی تقویٰ کرے یعنی تمام اُن چیزوں سے احتراز کرے جو اس کے
 دین میں مضرت ثابت ہوں اور خدا کے واسطے خالص نیت سے عمل کرے۔ نیکی کرے عمل میں احسان کی عایت
 کرے اور احسان یہ ہے کہ آدمی اس طرح اپنے رب کی عبادت کرے گویا کہ وہ اُس کی آنکھوں کے سامنے
 ہے۔ خلق اللہ کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئے صبر کیا کرے یعنی دہشت دار الم کے مقابلہ میں ثابت قدم
 رہے جو چیز خدا کی پسندیدہ ہو اس پر راضی رہے۔ حیا کیا کرے اور حیا ان کتاب افعالِ شنیعہ کے خوف سے جی تک جانیکا

کا نام ہے۔ حلم سے پیش آئے یعنی جوش غضب میں نرمی سے کام لے کر عفو کیا کرے اور عفو کے معنی خطا کار سے باوجود قدرت کے بدلہ نہ لینا ہے مگر عفو دو بوجہ ضرغام ہونے کے اس سے مستثنیٰ نہیں اچھے کاموں میں لوگوں کی حرص کرے سخاوت و کرم میں کوتاہی نہ کرے شجاعت کرنے میں ہیشقدمی کے ساتھ موصوف ہو غیر کیا کرے یعنی دین و آب و کو ثمت سے محفوظ رکھے ثبات قدم ہے یعنی خوف کے وقت نہ گھبرائے دوسروں کو اپنے فائدے پر ترجیح دے مروت سے پیش آئے اور وہ بقدر امکان لوگوں کو نفع پہنچانے کی سعی و محنت کا نام ہے ضبط نفس کو ماتہ سے نہ جانے دے یعنی خواہش نفسانی کے ہیجان کے وقت اپنا جی قابو میں رکھے تو محنت کرے صاحب قرار بنے یعنی مطالب کی طرف متوجہ ہونے کے وقت سنبھلا رہے سکون سے پیش آئے یعنی لڑائی جھگڑوں میں جلد بازی سے کام نہ لے رفیق کا بتاؤ کرے اور وہ امرِ میل تک پہنچانے والی چیز کی عمدہ طور سے پیروی کرنے کا نام ہے حسن میرت کو اختیار کرے یعنی جو چیز نفس کے کمال کا باعث ہو اس سے محبت کرے حکمت کے ساتھ موصوف ہو شکر کرتا رہے خدا سے دُزار ہے اس کی ذات سے امید رکھے۔ اپنے سارے کام خدا کے سپرد اور اس کے حوالہ کر دے الغت کا برتاؤ رکھے اور وہ مصلح میں تدبیر معاش میں متفق الراے ہو کر سعی کرے نیک نام ہے وفادار بنے صلہ رحمی اپنے اہل قریب سے سلوک کرتا ہے خلق اللہ پر شفقت کیا کرے اس کے بندوں کی مصلح میں مصروف ہو۔ امانت دار بنے وعدہ اور عہد کو پورا کرتا ہو دوستی اور دشمنی جو کچھ کرے خدا کے اسطے کرے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھے سلامت روی اختیار کرے سکوش پر آمادہ رہے بھاری بھر کم بنا رہے نیک کاموں میں جلد باز ہو۔ دین کے معاملہ میں مضبوط ہو۔ خدا کو ساتھ اُنس حاصل کرے دل میں اس کی محبت اور شوق پیدا کرے پارسائی اپنا شمار رکھے ورع کو ضروری سمجھے یعنی اعمالِ حمیلہ کو اپنے ذمے لازم کرے۔ تنہا مست اور راستی اختیار کرے۔ عالیٰ حوصلہ ہے یعنی ایسی چیزیں اختیار کرے جس سے نیک نام ہو دل کا نرم ہے یعنی دوسرے کی تکلیف پر علی العموم اس کا جی دکھے۔ پاک کمانی حاصل کرے یعنی بغیر کسی قسم کی دولت اٹھائے اور بدون کسی ظالمانہ کارروائی کے مال حاصل کرے مال اچھے موقعوں پر خرچ کیا کرے۔ غصہ کو ضبط کرے۔ خدا کے ساتھ پستی اور بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے اپنے نفس کا حساب

لیتا رہے۔ اور اُس کی جانچ کیا کرے اور نازیبا امور سے ملامت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصائل
 حمیدہ ہیں شریعت نے سبھی کا حکم دیا ہے پس آدمی کو چاہئے کہ ان عمدہ خصائل کو اختیار کر کے اپنے
 نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے اور یہاں تک کوشش کرے کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے، اسی طرح
 یہ شریعت برائیوں سے بھی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی اجازت نہیں دیتی۔ عبادت میں کسی کو خدا کا
 شریک ٹھیکرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اُس کا حکم ہے کہ خدا کے اوامر و نواہی
 کی مخالفت نہ کی جائے۔ خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے۔ ریا کو چھوڑ دے معجزہ لوگوں
 کے دکھانے کی غرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لئے اپنے کو بٹانہ سمجھے۔ کہینہ نہ رکھے۔ خوب بینی
 سے کنارہ کش رہے اور خود بینی یہ ہے کہ آدمی عمل کر کے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہئے تو یہ کہ
 اُسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جس نے اُسے عمل کرنے کی توفیق عنایت کی۔ حسد نہ کرے اور وہ دوسرے
 سے نعمت ذائل ہو جانے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہو اگر کسی کی عداوت پر
 اقدام نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لئے ہوا اُس کا بھلائی نہیں توڑے باز رہے اور وہ ایسی شے پر
 جو اُسکے قابو کی نہ ہو بیجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔ بدگوئی اور بدنامی
 جسکی شریعت میں کوئی مسند نہیں نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خج میں نہ تھامو جسکی
 تنگی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اڑانے پر آمادہ ہو جائے۔ نازیبا امور کے لئے مال سے محبت نہ کرے
 کاہلی اور بیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلد بازی سے بچے۔ سنگدلی اور دھڑستی اختیار نہ کرے ہمیشہ
 اور بے حیائی کے پاس نہ پھٹکے بے استقلال نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھ انکار اور ناشکری سے
 پیش نہ آئے۔ غضب و غصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابلہ میں دلیری نہ کرے
 اُسکے غصہ اور عذاب سے بے خوف نہ ہو۔ امور دنیا میں سے اگر کوئی چیز فوت ہو جائے تو اس پر افسوس نہ کرے
 دین کے معاملوں میں ڈھیلا نہ ہو سبکی اور اوچھے پن سے اپنے آپ کو بچاتا رہے ناحق کسی کی الزامی
 کے درپے نہ ہو۔ حق بات سے جان بوجھ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اُسکے مقابلہ پر
 آمادہ ہو۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور حرص نہ کرے پرمودہ دلی سے علاحدہ رہے گناہوں

پر اصرار نہ کرے بے موقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جوش میں نہ آجائے۔ خدا کی
 رحمت سے نا اُمید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے۔ ایسا
 دل سخت نہ کرے کہ کسی مضطر کی مدد نہ کر سکے۔ زبان کی بہتیری آفتیں ہیں جسے آدمی کو چاہئے کہ
 ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چٹا خوری نہ کرے یعنی کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کر دے جس کا ظاہر ہونا اُسے ناگوار
 ہو کسی کا راز فاش نہ کرے سخرہ پن اور دل لگی بازی نہ کرے لوگوں کی سبکی اور تذلیل کے درپے
 نہ ہو۔ لعن طعن اور کالی گلوں ج کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے یہودہ چیزوں کو کھلے کھلے الفاظ میں نہ کہہ
 بیٹھا کرے۔ لوگوں کے حسب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے۔ ناحق نہ جھگڑے یعنی دوسرے کی بات
 میں بلا اس قصد کے کہ حق ظاہر ہو جائے خواہ مخواہ اعتراض نہ کرے محض دوسرے کے تنگ کرنے
 کے لئے گفتگو نہ کرے۔ بیجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔ ندیدہ پن نہ کرے ہاں جو بھوکوں مرنے لگے وہ
 معذور ہے۔ مُنہ دکھی باتیں نہ کرے لوگوں سے دوصلی باتیں نہ کہے۔ بیوقوف سفارش نہ کرے نیکی سے
 منع اور بُرائی کا حکم نہ کرے۔ سخت کلامی اور درشتی سے باز رہے۔ مانگنے سے بچے۔ لوگوں کو عیبوں
 کی تفتیش نہ کرے ظالم کی زندگی کی دغا نہ مانگے مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے لوگوں کے نام
 بگاڑ بگاڑ کر نہ لپکا کرے۔ خدا کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے زیادہ قسم کھانے سے اگرچہ سچی بات
 پر کیوں نہ ہو خدا کے نام کی عظمت قائم رکھنے کے لئے احتراز کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرے
 رو نہ کرے قرآن شریف کی من گھڑت تفسیر نہ کرے۔ بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کاٹے
 ہر شخص جسکے ماتحت ہوا سکے کلام کے قبول کرنے سے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور
 اُس کی مخالفت سے بچے کسی تمیرے کے سامنے دو شخص سرگوشی نہ کریں جس سے اُسے منہج ہو۔ پرانی
 جوان عورت سے باتیں نہ کرے جو گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہو اسکو گناہ کا راستہ بتائے ایسی خوش
 خوشی نہ کرے جسکی شرع نے اجازت نہ دی ہو یا جس سے شرٹھ کھڑا ہو یعنی باتوں کے نظم سے علیحدہ رہے
 غلام کو اُسکے مالک سے اور عورت کو اُسکے شوہر سے بدکار کر پرستہ خاطر نہ کرے۔ جھوٹی شہادت نہ دے۔ سچی
 گواہی دینے سے جان نہ چرائے لھولی پار سا عورتوں کو تہمت نہ لگائے۔ مردوں کو گالیاں نہ دے یا تہاں

کو دشنام سے یاد نہ کرے اُن کی صلاحیت کی دُعا سے باز نہ رہے۔ علم نہ چھپائے۔ جان بوجھ کر خدا و رسول پر چھوٹ نہ باندھے۔ مفسدہ پرداز می کی باتوں سے احتساب کرے تاکہ لوگ ضرر سے محفوظ رہیں۔ جیانی کی باتوں میں بہت نہ مارے جس سے کہ لوگ اندیشیاک ہو جائیں۔ مانگنے میں ایسا بھی الحاح نہ کرے جس سے دینے والے کو ایذا پہنچے۔ خیرات کر کے احسان نہ جائے مخلوق کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمتوں کا ناشکر ٹھہرے۔ مرخصی پر جو کچھ قرض ہو اُسے نہ چھپائے بلکہ صاف اقرار کر دے۔ کسی کے نسب کا نہ جھوٹا قرار ہی کرے اور نہ اُس سے انکار کرے۔ لوگوں کی آبروریزی میں زبان درازی نہ کرے اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنا کر۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ترک نہ کرے نہ غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اُس کی غیبت میں ایسی بات کہتا ہے جو اُسے بُری معلوم ہو اور یہ زبان کی ایسی آفت ہے کہ لوگ اس میں اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے اس کے علاوہ اور بہت سے قبیح اعمال و افعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے۔ مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرنے سے ممانعت کرتی ہے۔ دغا بازی اور مکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی۔ فتنہ پرداز می کی سخت مخالفت ہے اور وہ لوگوں میں گڑبڑ مچا دینے کا نام ہے۔ حلال اندازی اور بغیر کسی مبنی مصلحت کے اختلاف کرنے کو جائز نہیں رکھتی۔ خونریزی خودکشی حرام کاری اور لواطت کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتھ کیوں نہ ہونا جائز بتلاتی ہے کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور انسانی نسل گھٹتی ہے۔ خصوصاً زمانے سے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم سہرو می نہیں رہتی۔ نسب کے بارہ میں لوگ دھوکا کھاتے ہیں مال و متاع کے ایسے لوگ مالک بنا لے جاتے ہیں جن کا ذرا بھی استحقاق نہیں۔ بچہ لہجہ سے کہ اُس کا پورے طور سے کوئی پرورش کرنے والا نہیں ہوتا۔ جدا صلح ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس میں طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کما شاک کوئی بیان کرے شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے کہ پرانی عورت کو کوئی چھوٹے یا نہناتی میں اُس کے پاس رکھے کیونکہ اس سے ناجائز مخلوق کا اندیشہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس بے ریش لڑکے کے بارہ میں بھی

یہی کہا جاسکتا ہے اسی طرح اسکا حکم یہ بھی ہے کہ عورتوں کے معمولی ایام میں ان سے مقاربت نہ کی جائے اسلئے کہ اس میں سراسر گندگی ہے۔ سوائے کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنے کی اجازت ہے جہاں اسے اپنی آبرو کئے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی ماور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرنے سے روکتی ہے اور اس بات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت نور ابھی بے پردگی نہ ہونے پائی اور اس کے حکم کے موافق جو نکاح پر قدرت رکھتا ہو اور اسکو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں نسل کی افزائش کے اعتبار سے خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں کوئی عورت ہو یعنی وہ اسکا ولی ہو تو نکاح کرنے سے اسے ہرگز نہ روکے مرد اپنی عورت کا اور عورت اپنے مرد کا ازافاشش نہ کرے بن سوار کر کوئی عورت نہ نکلے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں مہجرتی نہ اختیار کرے۔ اسی طرح کوئی پرائے مرد اور عورتوں میں متوسط نہ بنے کوئی نشہ نہ پئے کیونکہ اس میں عقل ایسی افضل نعمت جو خدا نے انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گزیرے ٹھوٹا ہے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ پھر اس کے نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اس سے نفع خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی قمار بازی نہ کرے کیونکہ اس سے مال ناقص خطرے میں پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاسی کے لئے کوئی چھوٹی قسمیں نہ کھایا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے صاحب وسعت باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالاکرے بیجا موقعوں پر مال نہ اڑائے اپنے پڑوسی کو اگرچہ غیر مذہب الا کیوں نہ ہو کسی قسم کی تکلیف نہ دے۔ چوری ٹوکانہ زنی نہ کرے کیونکہ سود لینے سے مالدار جو فرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا اور جاہتمند کا اس طرح پر آسانی سے کام چل جاتا تھا اس کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانے والوں سے بالابالا ملکہ دام نہ توڑ لیا کرے۔ اگر کوئی کچھ سود اچکارنا ہو تو اس پر بھاؤ نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکاء ایک دوسرے سے خیانت نہ کریں مالک کی بے اجازت عاریت میں کوئی بیجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام لے کر اس کی مزدوری نہ مارے بلکہ اس کے ادا کرنے میں دیر بھی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر یا کسی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اس سے لوگوں کو نہ روکے کسی خاص دستہ میں مالک کی بلا اجازت

کوئی تصرف نہ کرے۔ اسی طرح عام راستوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ امانت میں خیانت نہ کرے جانداروں کی نہ تصویر کھینچے اور نہ ان کی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ حیوانات اور ان کی تصویر کی پرستش کرنے والوں کی مشابہت سے بچا رہے کھانا اتنا زیادہ لمبی نہ کھا کر کہ جس سے صحت میں فرق آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور تعدی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو بعض بہن بھینج نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چھوڑے۔ آپس میں بگاڑ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو صنائع نہ ہونے دے بلا اجازت شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے۔ جادو کے سیکھنے سکھانے اور اسکے عمل پر کچھ لینے سے باز رہے۔ فال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اسکے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے حاکم سے بغاوت نہ کرے اور نہ کسی کو بیادہی غرض کے قوت ہونے کی وجہ سے اُس سے عہد شکنی کرے ایسی حالت میں ہرگز حکومت نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھ سے ضرور خیانت ہوگی۔ اسی طرح کوئی انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لائق شخص کو معزول کر کے اُس سے کم درجہ والے کو مقرر نہ کرے۔ ذی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے جہاں متغیثوں کو سائی مشکل ہونہ اپنے مذہب والے پر اور نہ کسی غیر مذہب والے پر ظلم کریں مثلاً ضرب و شتم سے نہ پیش آئیں۔ کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا منہ نہ قبول نہ کرے جس سے اس قسم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔ اسی طرح اُس دعوت میں شریک نہ ہو جس میں اس کی خصوصیت مد نظر رکھی گئی ہو کسی سے خواہ وہ تہی پر ہو یا باطل پر رشوت نہ لے ایسے ہی وہ شخص جو دغا بازی کے درپے ہو رشوت مند سے ہاں جو شخص حق پر ہو اور وہ اپنی پریشانی دُفع کرنے کے لئے مجبوراً کچھ دے دلا کر کام کمال دے دے کچھ گناہ نہیں۔ رشوت کے لینے دینے میں دلائی نہ کرے مگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو ایسے سے علحدگی نہ اختیار کرے بغضیت کرنے کے لئے کسی کے عیوب کی جستجو اور پردہ درمی کے درپے نہ ہو۔ بغیر اذن کے کسی کے گھر کی دیکھ بھال نہ کرے تنہا کہ دروازہ سے بھی نہ جھانکے ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو اس کو سنانا پسند نہیں کرتے۔ جب دشمن بہری پر آ پڑے تو اُس وقت کم ہمتی نہ کرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑے۔ جو لوگ عہد و پیمان کر کے

مسلمان کی امان میں آگئی ہوں شدت کی کر کے نہ انہیں قتل کرے اور نہ کسی قسم کا اُن پر ظلم روا رکھے۔
 فتنوں حرب یکھ کر نہ بہلاوے۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جاننا ہو کہ اپنی جہالت یا ظلم کی وجہ
 سے کارِ منصبی کے ادا کرنے میں قاصر رہے گا۔ ناحق نہ جھگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے
 کے لئے جھوٹ نہ بولے براہِ عناد اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جھگڑا نہ کرے باٹنے میں تقسیم
 کرنے والا بے انصافی نہ کرے۔ اسی طرح اشیاءِ مشتملہ کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے۔
 بد وضع اور آوارہ لوگوں کے پاس بیٹھے۔ کسی بار بار درخت کے نیچے یا دریا یا نہر کے کنارہ قضاے
 حاجت نہ کرے گناہوں سے توبہ کرتا رہے توبہ سے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظامِ عالمِ جان
 مال و عقل یا آبرو کو ضرر پہنچانے والی ہیں سب منع ہیں کہانتک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر اُن
 سب کو منع اُن دلائل کے جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوئے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں
 بھر جائیں اور پھر بھی ختم نہ ہوں۔

اُسکے بعد اُن لوگوں نے اُن عبادتوں میں غور کرنا شروع کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطہیین پر
 واجب کی ہیں پس انہوں نے دیکھا کہ اُس میں ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سراسر
 عظمت ظاہر ہوتی ہے اُس کی بے شمار نعمتوں کا تھوڑا بہت شکرا داتا ہوتا ہے علاوہ بریں اُن میں اسرار
 حکمتیں اور طرح طرح کے فائدے بھی موجود ہیں جن کی بدولت عبادت کرنے والے کو کامیابی اور سعادت
 کے بڑے سے بڑے مرتبے تک سائی نصیب ہوتی ہے اُس کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مذہب
 بناتا ہے اخلاق کو صبر کو ترک کرنے کے عمدہ خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی ذمیت کا باعث ہوتی ہیں۔ اپنے
 خالق کی یاد میں لگا رہتا ہے تاکہ نشوونما و تغذی جو اُسکے دل کو گھیرے رہتے ہیں کمیں اُسکو غضب میں
 نہ ڈال دیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور شیطانی امیدوں کو الگ کرتا ہے وہ اس طاعت
 کا دھیان کیا کرتا ہے کہ اُس کا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گویا ہر وقت اُس کے قریب ہی رہتا
 ہے۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ اوقاتِ عبادت میں تمام لوگ یکجا جمع ہو جایا
 کریں جس سے آپس میں محبت بڑھے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہو چاہئے

ف
 شریعت محمدیہ کی
 عبادتوں کی جو
 شان ہے اور جو
 اُن کی حکمتیں ہیں
 تو پرنظم و ترتیب
 اُن کا اجمالی بیان

گئی مدد کرنے میں سہولت ہو ان کے درمیان حالات معلوم ہو سکیں تاکہ اذرا و شفقت و احسان ان کے کام
 نکال دیئے جائیں کہیں رسل سابقہ اور ان کے کنبہ والوں کے حالات یاد آیا کریں کہ جنہوں نے کہ اپنے
 رب کی عبادت کی ہے اُسکے حکموں کو مانا ہے اُسکے منیات سے احتراز کیا ہے تاکہ اسی طرح سو لوگوں
 کو ان کی اقتدا کرنے کی رغبت پیدا ہو اور یہ بھی انہیں کی روش اختیار کریں۔ پھر ان کی اور ان کے
 مطیعین کی تعریف کرتے رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑھانے میں کوشش کر سکیں مخالفین کو راہ راست
 دکھائیں۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں۔ اسی طرح پرانے عبادات میں جا بجا طرح طرح کے ثمرات مفیدہ
 اور تدابیر نافعہ موجود ہیں جنہیں ہر شخص نہیں سمجھ سکتا ان کا سمجھنا کچھ اہل علم ہی کا حصہ ہے جو مختصر
 ان عبادتوں پر ظاہری نظر ڈالے اور ان کے حکم۔ اسرار اور فوائد سے غافل رہے تو اس کی یہی
 ہی مثال ہے جس طرح کہ کوئی نفیس مویوں سے بھری ہوئی سیپ کو پتھر کا ٹکڑا خیال کر کے بڑبڑی
 سے پھینک دے اور اُس کی کچھ قدر نہ کرے اُس کی نظروں کو اُسکے ساتھ کچھ بھی ڈھپسی نہو۔ اس
 میں کچھ شک نہیں کہ ایسا نادان بڑی قیمتی شے کو جسکے حاصل کرنے میں سیکڑوں روپے صرف
 مونتے ہیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ضائع کرتا ہے بہتیرے نادان ایسے
 بھی ہیں گے جنہیں تمیز تو خاک نہیں لیکن ان عبادتوں میں نقص نکالنے کے لئے آمادہ ہیں انہیں
 خوبیاں بھی عیب نظر آتی ہیں ایسے لوگوں کی ٹھیک مثال اُس مریض کی سی ہے جسکو پانی بھی بڑبڑا
 ہوتا ہو اور شیرینی کو تلخ بلاتا ہو کاش یہ لوگ بھی جب انہیں عبادتوں کی خوبیاں نظر نہ آئیں تو اسی مریض
 کی طرح کریں جو کڑوی دوا کو مفید سمجھ کر زبردستی گلے سے اتار ہی جاتا ہے اگرچہ اس میں کچھ کلفت ہی ہیں
 نہ اٹھانا پڑے خدا اس جہالت کا بڑا کرے سارے گل اسی کے کھلائے ہوئے ہیں ان لوگوں کو تو اُس
 نے اپنا کھلوانا بنا رکھا ہے اسی کی وجہ سے ان کو طرح طرح کے نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔

اب آئیے آپ کو اس فتنہ کے لوگوں کو جو شریعت محمدیہ کی عبادتوں کے ابراہان نظر آئے ہیں اُس کی
 تجبڑی سی تفصیل کہہ سنائیں پہلے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ ہر عاقل بالغ کو بخلا اور عبادات کے ایک
 عبادت ادا کرنے کا جسے نماز کہتے ہیں حکم دیتی ہے نماز چند مخصوص اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے جو

خدا کی عظمت کے اظہار یعنی تکبیر سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہو جاتی ہے نماز پڑھنے والا اسکو اس طرح پراوا کرتا ہے گویا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہے اُس نے مقرر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک منادی یعنی مؤذن سارے نمازیوں کو نہایت فصیح الفاظ میں بلایا کرے چنانچہ اُسکے حکم کے موافق وہ چار مرتبہ خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے گویا وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم جو دنیوی اور اخروی عزتوں میں پھنسے ہوئے ہو یہ بھی خبر ہے کہ خدا نہایت ہی بڑا اور سب بات کا زیادہ متحق ہے کہ سارے موعظیات کو چھوڑ کر اُسکی جناب کی طرف راغب ہو جاؤ پھر دو مرتبہ گواہی دیتا ہے کہ خداوند تعالیٰ معبودِ مکیا ہے اُسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں گویا وہ یہ بتلاتا ہے کہ تمہاری دنیوی اور اخروی حاجتوں کو نہ ہی پورا کر سکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہو اور اپنے ماسوا سے بے نیاز ہونے میں یکتائی اُسکے خاص اوصاف میں شمار ہو اور ساری خلق اُسی کی محتاج ہو اور ایسا معبود اللہ ہی ہے جسکی ذات واقعی معبودیت کے شایاں اور اس امر میں یکتائی کے ساتھ موصوفے پس تمہیں چاہئے کہ اپنی ساری حاجتیں خواہ دنیوی ہوں یا اخروی سب اُسی کی جناب میں لے جاؤ اور اُسی کی درگاہ کی طرف رجوع کرو پھر دوبارہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہی رسول تمہارے اور تمہارے ذمی عظمت معبود کے درمیان میں واسطہ ہیں انہیں کے ذریعے سے تمہیں اپنی دنیوی اور اخروی مصلحتوں کی اطلاع ہوتی ہے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو ورنہ کم سے کم دلیل سے تو ضرور تمہیں اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ یہ تمہارے بڑے ہی خواہ اور تمہیں بہلائی کے طریق سکھانے والے ہیں پس اب تمہیں چاہئے کہ تم اُس عبادت کے ادا کرنے میں بدل و جان کوشش کرو جو انہوں نے تمہارے لئے مقرر کی ہے اور جس میں تمہارا سراسر نفع متصور ہے۔ اسکے بعد وہ دو دفعہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے اسکو اس مضمون کی تفریح سمجھنا چاہئے جسکی طرف وہ تکبیر و تشہد میں اس سے پہلے اشارہ کر چکا ہے کہ اس ذمی عظمت خدا کی درگاہ میں تمہیں ضرورتاً التجا کرنا چاہئے۔ یا یوں سمجھئے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ جب یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت براری کے اعتبار سے مکیا ٹھیرا اور اس خیر خواہ رسول نے تمہیں اُس کی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم

اسکی بدولت اپنی امیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تمکو چاہئے کہ نماز کی طرف ضرور متوجہ ہو جاؤ خدا سے جلیل کی درگاہ میں حاضر ہو اور نماز ادا کر کے اسکے وسیلہ سے خدا کی درگاہ میں اپنی چھوٹی بڑی حاجتوں کی درخواست پیش کرو پھر وہ نماز کے فوائد اور ثمرات کی طرف اجمالی طور پر ”حی اعلیٰ الفلاح“ یعنی کامیابی اور دستگاری کی طرف دوڑو کہ مکر اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے ”آجی کے لئے فلاح ساری مرغوبات سے بڑھ کر ہے اور فلاح خواہ دنیوی ہو یا آخروی اسی عبادت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں خلاق کی غفلت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ قیامت میں اس کی جزا کے ملنے کی امید ہو جاتی ہے پس اس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسکے بعد وہ مرغوبات میں سے جو نہایت ہی کامل شے ہے اس کی طرف نمازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور اس بات پر اُن کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جب اس عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو کم میں خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصود اصلی نہ ٹھہرا لیں بلکہ اُن کی مشاق نظر میں اُسی کی جناب کی طرف رہیں اُسی کا تقرب مد نظر ہو اور اُن کا مقصد اصلی اور مدعا دلی کیا دنیا اور کیا آخرت دونوں میں خدا ہی خدا ہو اسی وجہ سے وہ اس موقع پر دو مرتبہ تکبیر کہتا ہے اور خدا کی معبودیت کے لحاظ سے کتنا فی ظاہر کرتا ہے یہ تو مودُن کی کیفیت تھی اب مجھے سننے والے کیا کرتے ہیں وہ لوگ بھی مودُن کے اقوال کو دہراتے جاتے ہیں گویا کہ وہ اُنکی ہر بات میں نصیحت کرتے ہیں اور اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ بھی اُسکے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ اُن کو مبارک اور فلاح کی طرف بلاتا ہے تو اُسکے الفاظ کو نہیں دہراتے کیونکہ بلا منہ دے کے الفاظ جواب میں بھی کہنا تو مسخرہ پن کی بات ہے اسلئے وہ لائحہ عمل لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں کہ نماز میں داخل ہو کر اس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پالینا سوا سے خداوندی مدد اور قوت کے کسی اور طور پر ممکن نہیں ہم تو اُسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور اُن کا یہ قول بطور استکراہ و تنفر کے نہیں ہوا کرتا جیسا کہ بعض ناواقف یہ سمجھ کر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پھر جب اُس موقع پر جو کہ اسی عبادت کے ادا کرنے کے لئے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو نماز کرنے والا مزید تاکید کے لئے اُپہیر

الفاظ کا اعادہ کرنا سہنہ تاکہ یہ سب باتیں لوگوں کے خوب ذہن نشین ہو جائیں اور وہ شخص بھی سُن لے جس نے اذان وغیرہ پڑھنی تھی اور بلا اذان سے ہی اگیا تھا یہاں تک کہ اس بارگاہ عالی کی جنوری کے وقت یہ بیمار ہے مگر اس کے دل سے یہی صورت نظر ہوں اسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی پڑا کرتا نہیں کہ بلکہ قدامت کے الفاظ سے اس کو بہتر چاہتا ہے یعنی اب نماز قائم ہو گئی۔

شخصیت نے اس عجب و معجزہ سے ارادہ کر لیا کہ لے لے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو اب مقرر کئے ہیں وہ بھی سن لیجئے چنانچہ اس نے یہ مقرر کیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اس کا لباس ظاہر ہو اس مکان میں جہاں وہ نماز ادا کرے گا کسی قسم کی نجاست نہ پڑی ہو اس کا بدن حکمی ناپاکی سے بھی پاک ہو اور اس کے ایسے حالات نہ ہوں جن سے اس کا نام سے موسوم ہوتے ہیں اور ان کا اس وقت اعتبار کیا جاتا ہے جب بدن کے کسی قسم کی نجاست نہ کھلے۔ اور اس طہارت سے نماز کو اس بات پر تشبیہ کرنا مقصود ہوتی ہے کہ اس کا نماز میں داخل ہونا گویا اپنے موٹے کے سامنے اور اس کی بارگاہ عالی میں اس کے احسان کا اُمیدوار بن کر شکر کے لئے حاضر ہوئے ہیں جس طرح کہ شامان دنیا میں سے کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اس بات کا بڑا اہتمام کیا کرتے ہیں کہ کہیں بارگاہ کی نظر کسی چیز پر نہ جائے جو اسے ناگوار خاطر ہو اسی طرح یہاں بھی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپسندیدہ اعمال سے بالکل پاک و صاف ہوں جبکہ منشا خود اس کی خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے ان کا مرتکب ہوا ہو اور جملہ اخلاق و صیغہ سے اس کا دل بھی پاک ہو یہاں تک کہ سارے میل کچیل کو تو بادرہ پشیمانی کے پانی سے دھو دھلا کر صاف و ستھرا بن گیا ہو علاوہ بریں بدن کو پانی سے دھونے کی وجہ سے اس خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ پایا جاتا ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی لئے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے میں اس کا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دھونے کے وقت کیسی شاداں و فرحاں نظر آتی ہے اور اس کی ساری کلمندی دور ہو جاتی ہے گویا کسی نے اس کے سارے بندھن کھول دیے جس میں وہ

نماز کے لئے
طہارت کے
مشروط ہونے
کی حکمت

جکڑی ہوئی تھی خصوصاً اس حالت میں جبکہ غریزوں سے بچت کرنے کے بعد شل کی جاوے اور طبی فوائد اس کے علاوہ ہیں جو کسی پرچنداں مخفی نہیں۔

شرعیّت نے اُن اعتباری حالات سے طہارت کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں وہ خصوصاً منقسم کیا ہے ایک کا نام طہارت کہہ سکتے ہیں جس سے سارے بدن کا دھونا یعنی غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغیر یا وضو کہتے ہیں جس سے مقصد وہ ہے کہ بعض اعضا کو دھویا جائے اور بعض کا مسح کیا جائے اب اُس نے سارے بدن کا دھونا اُس وقت واجب کیا ہے جب بدن میں تلے چلتے چلتے ہی کیوں نہ ہو راور حکماً منی نکلنے کی یہ صورت ہے کہ جماع کرنے سے منی نکلنے کا پتہ نہ لگے یا جب عورت کے رحم سے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو۔ چونکہ ان عجیب اسموں کا پھر نہ کچھ حصہ سارے بدن سے ٹالتے اسلئے شرعیّت نے بھی اُس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ بدن کے نکلنے سے عید اہم ہوتی ہے سارے بدن کو ملوث قرار دیا اور اسی وجہ سے اُن کا نام حدث اکبر کہہ کر کہا گیا سارے بدن کو دھوئے اور پاک کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن سارے بدن کو دھوئے تو پاک ہو جائے گا جبکہ تمام بدن سے علاوہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصاً انڈیا میں ہمیشہ سے پاک ہونا اور طبی غرض سے اس کی حکمت اس میں یہ بھی ہو کہ یہی چیزیں ہیں جن سے بچہ بنتا ہے یا جنہ منی جل ٹھیرنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اس کے نوحہ اور ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی ایک بخت ہوتا ہے کبھی دو بخت ہوتا ہے بچہ کے نیک بخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعاً قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ امید ہو سکتی ہے کہ ان دونوں میاں بی بی کو جن کی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عرصہ جزائے خصوصاً اُس وقت تک جب کہ اُن دونوں کی نیت بھی نیک ہو اور مقصد ہو کہ اس طرح نسل میں خدا کے طبع موجب کی ترقی ہو اور بچہ کے نیک بخت ہونے کے لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت حکمت کے لئے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج ہوتی ہے اور جس میں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے دوسرا بچہ پیدا ہو جو خدا کی مافرائی

فصل وضو اور
اعتباری وضو
خاص تربیت
دھوئے اور
کرنے کی حکمت
اور یہ کہ باہل

اور اُسکے ساتھ کفر کرے پس سارے بدن کے دھونے سے اس بات پر آگاہی حاصل کرنا چاہئے کہ ایسے امر سے بھی تو بکرنا مناسب ہے جس میں گناہ کی سببیت کا احتمال بھی ہو۔ اور وہ گویا زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے جن میں میرا سارا بدن شریک ہے مجھے اس بات کی تشخیص ہوگئی کہ اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اس کا سبب ٹھہروں گا اس لئے میں اپنا سارا بدن دھوئے ڈالتا ہوں اور میں اسکو اپنی اُس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس سببیت سے تیرے سامنے کرنا چاہئے اور یہ بات گناہ سے انتہا درجہ کی علحدگی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ اور اہتمام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ حقیقت یہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہر اب میں ایسی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقتہً خارج ہوں جیسے کبدان سے خون ہے یا قضا سے حاجت کے دونوں مقاموں میں سے کسی سے سوانے منی۔ خون حیض یا نفاس کے کوئی اور شے خارج ہو اور خواہ کمال اُن کا خروج پایا جائے جیسے کہ اس طرح سونے کے وقت جب اعضا دھیلے ہو جائیں اعتبار کیا جاتا ہے پس ان کے پائے جانے کے وقت شریعت نے اُس اعتبار کی سبب سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے خاص خاص اعضا کو ملوث قرار دیا ہے گویا اس طہارت صفرے کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں (اور وہ بعض اعضا کے دھونے اور بعض کے مسح کرنے کا نام ہے) اسکا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضا کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہئے اور اُن اعضا کی تخصیص اور اس ترتیب میں جان کی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب نہ کہ کی رعایت مد نظر ہے بیان اسکا یہ ہے کہ سارے بدن میں ہی ایسے اعضا ہیں جو مخالفت کرنے کے لئے نہایت مُرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اسی لئے اُن کے دھونے سے اُن کی طہارت باطنی کے اہتمام پر تنبیہ ہو جائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ اُن کے کثیر الوجود گناہوں سے توبہ کی جائے۔ اعضا کو دھونے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے اس میں یہ لحاظ ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت مُرعت سے حرکت کرتا ہو اُس کو سب سے مقدم کیا جائے پھر اُس کے بعد اُس سے کم اسی طرح آخر تک سمجھنا چاہئے پس سب سے پہلے چہرہ کے دھونے کا حکم ہے جس میں منہ ناک اور آنکھیں پانی جاتی ہیں اور چہرہ میں سے پہلے منہ

سے دھونا شروع کیا جاتا ہے اسلئے کہ تمام اعضا میں سے زبان مخالفت کرنے میں زیادہ چلتی ہے کیونکہ اُسی سے کلمہ کفر کا کہا جاتا ہے اُسی سے غیبت چیلوڑی کی جاتی ہے۔ فحش بکا جاتا ہے اس سے غلامہ بھی زبان کی ہبت سی آفتیں ہیں جن میں سے کچھ پہلے بھی بیان ہو چکی ہیں پس اُنہ کے دھونے سے جب یاد آ جاتا ہے کہ طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُس نے بجا کہا تھا اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اسکی طرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کر کے اُن چیزوں سے جنکو اُس نے بلا اجازت شرعی سونگھا ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح اُن چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جنکو دیکھنا حرام تھا اور اُس نے اُنہیں نہ دیکھا ہے چہرہ کے بعد کہنی تک دونوں ہاتھوں کے دھونے کا حکم ہے اس لئے کہ جہان زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظریں پڑیں تو فوراً دست و رازی کرنے کے لئے ہاتھ بڑھتا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر جابھی لگتا ہے پس جب اُن دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ اُن کی طہارت باطنی کا بھی خیال پیدا ہوگا اور اپنی دست و رازیوں سے توبہ کر گیا اس کے بعد سر کے مسح کرنا حکم ہوا اور غسل کا حکم نہیں دیا کیا اور محض مسح ہی گویا اس لئے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوئی تھی اگر ہوئی تھی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تھی جو سکر ملی ہوئی ہیں اسی وجہ سے سر کے لئے متوسط درجے کا حکم یعنی مسح تجزیر کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح چونکہ کان میں بسا اوقات بلا قصد کوئی بات پڑتی ہے اسکے لئے بھی مسح ہی پر اکتفا ہوا اور غسل کی طرح اب مسح کرتے وقت بھی توبہ کی یاد آ جائے گی کانوں نے جو کچھ بجا سنا ہوگا اور سر سے باعث مجاورت ان اعضا کے جو کچھ سرزد ہوا ہوگا اُس سے بھی اپنے کو پاک کر لے گا۔ گردن کے مسح کی نسبت بھی اسی طرح کہا جاسکتا ہے۔ اسکے بعد پیروں کے دھونے کا حکم ہے اس لئے کہ جب آنکھیں دیکھ چکتی ہیں زبان سے کچھ باتیں ہو جاتی ہیں ہاتھ بڑھ چکے ہیں کانوں میں آواز آتی ہے اس وقت پیروں کی باری آتی ہے اور آدمی اُن سے چلتا ہے پس مخالفت میں سب سے پیچھے سر ہی ٹھہرے اسلئے سب سے پیچھے اُن کے اوصوفے کا حکم ہوا اور اُن کے دھونے سے بھی پیروں کے لحاظ سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور

عدیئے کی بجائی جلد کھلی ہے پہلے چہرہ ٹھیک دھوئے جاتے ہیں وہ دھل میں کھلی ہی کرنے کے لئے صاف کر دیتے ہیں وہ مترجم

جہاں کہیں اُس سے پہچا قدم اٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ پھر اعصنا کے تین تین مرتبہ دھونے میں ایک عجیب و غریب کلمہ پایا جاتا ہے گویا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کرتینوں رکن یہ ہیں (۱) جو گناہ ہو چکا ہو اسپر نامہ ہو (۲) اُس گناہ سے باز آئے اور (۳) اس بات کا پختہ قصد کر لے کہ آئندہ اُس کا مرتکب نہ ہو گا پس ہر مرتبہ دھونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تنبیہ ہوتی ہے۔ وضو کرنا جب وضو سے فانی ہو چکتا ہے اور توبہ کر کے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اُسے مناسب ہے کہ یہ دعا پڑھے اللہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین یعنی اے خدا مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف بننے والوں کے زمر سے پس کر دے اس میں اُس کے لئے گویا یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ خدا سے وہ یہ استدعا کرے کہ اُس نے جہاں توبہ اور تطہیر باطن کی توفیق دیکر اُس پر احسان کیا ہے اُسے قبول بھی کر لے۔ اور جب نمازی کو پانی کا بیسوا نہ مل سکے استعمال پر قدرت نہ ہو تو اس وقت شہریت نے بجائے غسل یا وضو کے تحیم مقرر کیا ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو کہ مٹی کے قبیل سے ہو نہایت تطہیر کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے کمینوں تک مسح کرنے کا نام ہے اور یہی ایسے اعصنا ہیں کہ انسان کو جن کے پاک کرنے کی پورا اعصار سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اس میں گویا بندہ کے لئے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اسپر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے حاصل کرنے کی اُسے توفیق نہ ہو تو اس سے تو گویا گذرانہ ہو کہ اپنے گناہ و کیجہ کر عجز اور انحرار کرنے لگے کیا محب کہ اسی بہانہ خدا اُس کے گناہ بخشہ سے چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ جو گناہ عجز و انحرار پیدا کرے وہ اسی اطاعت سے توجھا ہی ہے کہ جس سے آدمی غیب و تکبر کرنے لگے علاوہ بریں جب اس مسح کے اس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ اُس پر اب توبہ کے تمام ارکان کا حاصل کرنا بھی آسان ہو جائے اور وہ حقیقت توبہ ہی کر لے پھر چونکہ اعصائے وضو میں سے پیروں کے دھونے میں زیادہ پانی صرف ہوتا تھا اور کچھ شدت کا بھی اندیشہ تھا اس وجہ سے اگر چرمی موزے پہن لئے جائیں تو بغرض آسانی خاص شہطوں کے ساتھ اُن پر پانی سے مسح کرنا بھی جائز رکھا گیا اور اس طرح پُران کے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ بھی نہایت چمکیلا

شرعیت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نماز ننگے ہو کر نہ پڑھی جائے بلکہ نمازی بدن ٹھاناک بیا کرے اور اس سے جو کچھ ادب کی رعایت پائی جاتی ہے وہ تو ظاہری ہے علاوہ اس کے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ منہ کو گونا گوں اور اخلاق ذمیمہ سے اگر پورے طور پر توبہ کر کے پاک و صاف بنانا نصیب نہ ہو تو جب نماز پڑھنے لگے یا یوں کہئے کہ اپنے مولے کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ ان ساری مخالفتوں کو دبا کر رکھے تاکہ ان کا زور و شور گھٹا ہے اور ان کی یہ حالت ہو جائے کہ گویا انہیں پروہ میں چھپا دیا ہے اگرچہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

بدن چھپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اُس کی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو اوہ اُدھر جی نہ جھکنے پاوے گا۔ اور چونکہ عورتوں کے سارے بدن میں یہ قیامت پائی جاتی تھی کہ اُس پر نظر پڑنے سے طبعیت بگڑتی تھی اس لئے اسے حکم ہے کہ سارا بدن چھپائے ہاں آزاد عورت کے لئے اتنے بدن کے کھولنے کی اجازت ہے جسکے کھولنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ۔ کلائی تک دونوں ہاتھ اور قدم ان کا چھپانا ضروری نہیں اور وہ عورت لٹوئی ہو تو چونکہ کام کاج کرنے میں ان اعضا کے علاوہ اور اعضا بھی اکثر کھل جاتے ہیں اور ان کے چھپانے سے واجب کرنے میں حرج مقصود تھا اس لئے اُس کو ان کے علاوہ بھی کسی قدر بدن کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی۔

شرعیت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نمازی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اس لئے کہ انسان کے لئے کسی جہت پائی جاتی ہیں جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور ان جہتوں کے نام یہ ہیں آگے پیچھے دھنے بائیں۔ اور پیچھے پس اگر اُسے اختیار ہو یا جانا کہ جد ہر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے لے حالانکہ نماز میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف یک سو ہو جائے اور اپنے خیالات کو جمع کر کے خدا ہی کے کام میں لگا دے تو اُس کا جی پریشان ہو جاتا اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑتا اور اسی حیرت میں رہ جاتا کہ ہر منہ کر دے کب نہ کروں معلوم نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لئے لائق ترکوں سی جہت ہے کہ جس سے میری دعا مقبول ہو جائے۔ پس خدا نے بقدر کم لطف انسانی عقل و فطرت کا کاخا کر کے کعبہ مکرمہ کو مقرر کر دیا کہ اُسکی

منہ
شرعاً چھپانا بھی
نماز میں شرط
ہو یا اور عورت کو
برسنت مرد کے
زبانہ بدن چھپانے
کا حکم ہونا ۱۱

نماز میں کعبہ کی طرف
منہ کرنے کی حکمت ۱۲
اور نیز اس کا بیان
کس مذکر جیسے
مقصود خدا ہی کی
عبادت ہونے سے
نہ کعبہ کی ۱۳

طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے کیونکہ خدا نے اس قطعہ زمین کو مشرف و مکرم بنا دیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنے ملک میں سے جس شے کو چاہے فضیلت دیکر محکم و مکرم بنا دے اسلئے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علی الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ یعنی خدا کا گھر نام رکھا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ وہ اس سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ لیکن اس تعیین سے مقصود یہ ہے کہ نمازی کا دل خدا سے عرض و معرض کرتے وقت یحجار ہے اور اُسکے جی کو اس بات کا طمینان ہو جائے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اُس نے تمام جہتوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے جس سے امید ہے کہ اُس کی دعا ضرور مقبول ہو جائیگی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ نماز اور کچھ کہ نماز میں مثل رکوع و سجدہ وغیرہ کے پابا جانا ہے اگرچہ اُس وقت منہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اُس سے مقصود جناب باری تعالیٰ ہی ہے کعبہ ہرگز مقصود نہیں اسلئے کہ جو شخص (خدا نپاہ میں رکھے) اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اُس کی نسبت شریعت کفر کا حکم دیتی ہے پس اس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا انتہا درجہ کی نادانگینی پر مبنی ہے۔

پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکریم سے شروع ہوتی ہے اور اُس سے مقصود بندہ کا "اللہ اکبر" کہنا ہے اور اس وقت نمازی اگر مرد ہوتا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے اور عورت اپنے مؤذن ہوں تک ہاتھ اٹھاتی ہے اللہ اکبر کہنے میں اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے اس طرح بارگاہ شاہی میں گویا تحیت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ معنوں پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اُس کا مولے جسکے سامنے وہ حاضر ہونے کو ہے تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اُس کی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی۔ پس مناسب ہے کہ اپنے مولے کے سوا خواہ دنیوی تعلقات ہوں یا اخروی مرغبات سب سے اپنے دل کو پاک کر کے اُسکے حضور میں حاضر ہو اور دونوں ہاتھوں کے اٹھانے سے بھی اسی بات کی تاکید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کر کے اُس چیز سے جو اُسکے سامنے ہو

منہ
نماز کی تکبیر سے
شروع ہوتا ہے
شروع کرتے وقت
ہاتھ اٹھائیے

ہاتھ کھینچتا ہے گویا کہ نمازی نے یہ فرض کیا ہے کہ خدا کے سوا تمام اشیاء اس کی آنکھوں کے روبرو
حاضر ہیں اور یہ کہہ کر کہ خدا جملہ اشیاء سے بڑا ہے وہ اُن سب سے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ کہتا ہے
کہ میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں لیتا اُسی کو اختیار کرتا ہوں اور لو میں اپنی ساری مرغوبات کو
چھوڑ دیتا ہوں میں تو اُسی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا بے غتہ قصد کر چکا۔ مرو کے خلاف
بجائے کانوں تک کے عورتوں کے شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانے میں اس بات کی طرف
اشارہ ہے کہ اپنے جی کو قابو میں رکھنے پر قادر ہونے کے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ
ذرا گھٹا ہوا ہے گویا کہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے مرتبہ کو زبان حال سے بیان کرتے ہیں
علاوہ بریں عورتوں کے لئے محض شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانا کافی سمجھے جانے میں اُن کے
پردہ کی بھی رعایت ہو جاتی ہے۔ پھر بندہ تکبیر کہہ کر غلاموں کی طرح اپنے مالک کے سامنے
نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اس کی نظر ہے کہ زمین کی طرف لگی ہوئی ہے
دونوں قدم برابر رکھے ہیں نہ کوئی عضو ملنے پاتا ہے نہ اوپر اُدھر جھکتا ہے۔

اسلئے بعد وہ نماز شروع کرنے کی دُعا پڑھتا ہے جس میں پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے
برائت بیان کرتا ہے۔ پھر اُس کی تعریف کرتا ہے اُسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لے کر اُسکی
سلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اُسکی وحدانیت کا مقرر ہوتا ہے اسکیوں سمجھے جیسے کہ
بادشاہوں سے کچھ عرض کرنے سے پہلے چند القاب ذکر کیا کرتے ہیں جن سے اُن کی عظمت ظاہر ہو چلا
خدا سے بھی عرض کرنے کے وقت اس کی رعایت کی گئی پس تکبیر گویا درگاہ خداوندی میں حاضر ہونے
کے وقت آداب بجالانا ہے اور یہ دعا گزارش کرنے سے پہلے بمنزل القاب ذکر کرنے کے ہے
پھر چونکہ انسان پر شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اُسے یہی فکر رہتی ہے کہ کسی طرح اسکے دل میں سوہ
ٹال کر خدا سے عرض و معروض کرنے میں جی نہ لگنے دے اور اُسے پریشان کر دے اسلئے شیطان
کی عداوت سے بچنے کے لئے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھتا ہے یعنی میں اس مردود شیطان
سے اور وہ دُعا یہ ہے سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَدِّكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى فَتَبَارَكَ وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ

سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ
اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
کے شروع نماز میں
پڑھنے کی حکمت ۱۲

۱۲ مترجم

کہ بعض لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جب اُن پر احسان ہوتا ہے تو اور زیادہ تر اترانے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُن کے ساتھ عدل نہ برتا جائے اور اُن کی تادیب نہ کی جائے اُنکی اصلاح نہیں ہو سکتی اس لئے اُس کی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف و جزا کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے پس جس طرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی امید کرنا چاہئے اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرنا بھی زیادہ ہے اب وہ اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اُس کی نعمتوں کا تھوڑا بہت شکریہ ادا کرتا ہے پیش کرتے وقت دو ضروری اموروں کا لحاظ کرتا ہے اول تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے اسلئے اپنے اُن موصد بھائیوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنی عبادت کو پیش کرتا ہے جن میں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کر کے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ انہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اس کی عبادت بھی خدا کی درگاہ میں مقبول ہو جائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کو شایاں نہیں بہتیرے شرکاء بھی ٹھیرائے ہیں اسلئے وہ اپنی عبادت پیش کرتے وقت اس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لئے عبادت کا انحصار معلوم ہو پھر جب اس موقع پر اُس کی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اُس شکر کے ادا کرنے سے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُس وقت وہ کچھ کر سکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کر دے اُسکے دل میں اس کی رغبت پیدا کر دے اور سارے موانع دور کر دے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اسلئے وہ اُس سے اس طور پر مدد کا طلب گار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اُسے مطلوب نہیں۔

پھر سب بات کا خیال کر کے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ راستی کے ساتھ کئے جائیں اور اُس میں کجروی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہ راست کی رہنمائی مکی درخواست کرتا ہے تاکہ اس

بے ایک فیرونیاک نستیں مترجم عہدہ اینا الصراط المستقیم کہنے کی حکمت ہے مترجم

ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے اور وہ کامیاب ہو۔

اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہِ راست کو پایا اور اس طرح سے وہ فائز المرام ہو گئے اور بعض عمل میں کج روی کو دخل دے کر خدا کے موردِ غضب بن گئے اور بعض نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اس طرح سے حق سے ہٹنا گئے پس نمازی کو راہِ راست کی درخواست کے بعد یہ رغبت بھی پیدا ہوئی کہ یہ بھی اُنہیں لوگوں میں سے ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خداوندی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے تاکہ اس ذریعہ سے یہ بھی اُن کے انوار و ثمرات سے خوشہ چینی کر کے بہرہ یاب ہو اس میں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لئے کوئی نہ کوئی ضرور رہنا ہونا چاہئے کہ جو اسکو راہِ راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے وہیں گویا نمازی یوں کہتا ہے کہ اے رب میں اپنے موحّد بھائیوں سمیت تجھ سے اُسی فرقہ کی راہِ راست کا طالب ہوں جیسے تو نے عقیدے اور عمل دونوں کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی فحشیر نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی اُنہیں کے زمرہ میں داخل ہو کر اُن کی نیک صحبت کی برکت سے کامیاب ہو جائیں اور اُن لوگوں کے طریقے سے بچے رہیں جن پر اس وجہ سے کہ اُنہوں نے بُرے عمل کئے تو غضبناک ہوایا جو غلط عقیدوں کی وجہ سے راہِ راست سے ہٹنا گئے اے ہمارے رب ان لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رکھنا کہ میں ہم بھی اسی آفت میں نہ مبتلا ہو جائیں اور پھر اُنہیں کی طرح ہمکو بھی نقصان اٹھانا پڑے اب وہ مقبولیت کی درخواست پر اپنی اس دعا کو ختم کرتا ہے چنانچہ اسی لئے وہ اس موقع پر لفظ آمین کہتا ہے یعنی اے سدا ب ہمارے دعا کو قبول کر لے کیونکہ تو نے تو اپنے رسول کی زبانی ہم سے وعدہ کر کے ہمیں امیدوار بنا رکھا ہے اور تیری تو عادت ہی ہے کہ دعا کر نیوالی کے بہت جلد سن لیا کرتا ہے پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طبیب سے کوئی شخص علاج کراتا ہے تو اُسکے لئے وہ جو دوا تجویز کر دیتا ہے اسکو استعمال کرتا ہے اور اُسکے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے اسی طرح پر یہاں بھی سمجھئے کہ بندہ کا خدا سے راہِ راست کی رہنمائی کا طالب

ہونا گویا کہ اپنے سچا اعمال اور بُرے عقیدوں کے امراض کے لئے دوا سے شافی مانگنا ہو پس
گو یا خدا کی جانب سے اُس کے جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا اعلان یہی ہے کہ تم میرے
کلام کی تلاوت کرو اور اس میں سے جو کچھ پڑھ سکو پڑھو اس سے تم کو شفا حاصل ہوگی کیونکہ یہی کلام
ایسی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق شرک ریا۔ تکبر حسد کینہ وغیرہ سارے مرضوں کو صحت حاصل
ہوتی ہے اس لئے کہ اُس میں کافی طور پر دلائل بیان ہوئے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس
اگر تم اسے پڑھو گے تو تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہو جائے گی اور تمہارا مرض زائل ہو جائیگا
اس وجہ سے نمازی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو بمنزلہ مرض بیان کرنے کے تھی اپنے طبیب کی بتلائی
ہوئی دوا کے طور پر قرآن میں سے تھوڑا بہت اسکے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے۔ اب اس دوا کو
استعمال کر کے یعنی کلام اللہ سے کچھ پڑھ کر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اس دوا
کی واقفیت و شفا حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو اپنے مولے کا محتاج پاتا ہے اور یہ بھی دیکھتا
ہے کہ یہ بات سوا سے خدا کے اور کسی کے قبضہ قدرت میں نہیں پس اس وقت اپنی ہیئت سے بھی
اپنا عاجز ظاہر کرنے کے لئے اپنے مولے کی بڑائی بیان کرتا ہوا اُسکے سامنے جھک جاتا ہے اور
اسی کو رکوٹھ کہتے ہیں۔ پھر وہ اسی حالت میں اپنے با عظمت مولے کی کہ جو سب سے بے نیاز
ہے اور جس کے کہ سب محتاج ہیں پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اُس نے اپنی ہیئت سے
بھی اپنی عاجزی ظاہر کر دی اُس کی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار بھی کر لیا۔ اُس کی عظمت و جلال
کی تعظیم بھی کر چکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کرنے کے لئے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ جس کو کہ دوا
شافی عنایت کر کے اُس پر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی
کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور اُسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتھ
ہی وہ لوگوں کی سنتا بھی ہے اور اُن کی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو اس کی تعریف کرتا ہے وہ اُسے
بھی سُن لیتا ہے۔ پس اسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانے کے لئے وہ ”سمح اللہ لمن حمدہ“ کہا
کرتا ہے جو خدا کی تعریف کرتا ہے خدا اُس کی سُن لیتا ہے۔ اور پھر وہ اپنی تعریف و حمد ”اللہم ربنا

ف
فاتحہ کے ساتھ
نہم سورہ کی حکمت
۱۲

ف
رکوٹھ و قور اور
چو کلام اس وقت
شروع ہیں ان
کی حکمت ۱۲

لک الحمد کہ کر پیش کر دیتا ہے۔

اسکے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور وہ اگر ابد تک بھی عطا
اور عاجزی کرتا رہے جب بھی محصوروں میں سے ایک حصہ بھی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا پس اس موقع
پر گویا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے
سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے پھر میں کون سا کام کروں کہ تیرے
بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان جو نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن
بھلا مجھ بچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑھ کر تیرے مقابلہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہی ہے
کہ میں اپنے اعضا میں سے جو نہایت ہی شریف اور باعزت ہے اور وہ میرا چہرہ ہے تیری عظمت
وجلال کی تعظیم کرنے کے لئے زمین پر تیرے سامنے رکھ دوں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی
وعظمت میں اس سے کچھ زیادتی نہ ہو جائے گی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے مولیٰ
کی تعظیم کرنے کے لئے "اللہ اکبر" کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اُسکے سامنے زمین پر
رکھ دیتا ہے اور سجدہ میں اپنے کو نہایت ہی ہستی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اُس نے یہ حالت
اپنے ایسے مولیٰ کی تعظیم کی غرض سے اختیار کی ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے اسلئے وہ سُجَّانِ
رَبِّیْ الْأَعْلٰی کہنے لگتا ہے یعنی میرا رب جو جملہ چیزوں سے عالی ہے تمام عیبوں سے پاک ہے
اور پھر یہ خیال کر کے کہ اگر وہ تمام عمر بھی خدا کے سامنے عاجزی کرتا رہے جب بھی اُس کی تعظیم کا
پورا پورا حق ادا کر کے سبکدوش نہیں ہو سکتا "اللہ اکبر" کہتا ہوا اپنا سر سج سے اٹھا لیتا ہے گویا
وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اُس کی عظمت و کبریائی کے سامنے تمام لوگوں کی تعظیم و تکریم
بیہج ہے اُسکا کما حقہ کوئی حق ادا ہی نہیں کر سکتا پھر سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ
سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف و بزرگی کی حالت تھی اور ابھی تو اس مقصد عالی سے میرا
مدعا حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور سہی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بدبختی کی وجہ سے ایک سجدہ
بھی نہیں کیا تھا خدا کا شکر ہے کہ مجھے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا یہ سجدہ کہ شیطان کے خلاف پھر اُس

بارگاہ عالی میں اپنے مولے کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے سر کو سجدہ میں رکھ دیتا ہے اب بعد اسکے سجدہ سے
 سر اٹھا کر نماز کے بقیہ اعمال و افعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور اسی طرز سابق سے
 جس میں کہ طرح طرح کی حکمتیں اور راز پائے جاتے ہیں اپنی نماز کی تکمیل کے درپے ہوتا ہے اگر ان سب
 کا بیان کیا جائے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پھر وہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری
 عبادتوں کی سجا آوری کے لئے اس بارگاہ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہو کر غلاموں کی طرح باادب و وزانو
 بیٹھ جاتا ہے اور اپنے مولے کے حضور میں جو کہ زمین و آسمان کا مالک ہے "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَ
 الطِّبَّاتُ" کہہ کر تحیت و سلام عرض کرنے لگتا ہے ٹھیک اسی طرح سے جیسے کہ شاہی دربار سے باہر آتے
 وقت آداب سجالایا کرتے ہیں اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو یاد کرتا ہے جنکے ذریعے
 سے اس کو اس بارگاہ عالی میں باریاب ہونا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور آپ کے
 لئے برکت و رحمت کی دعا کرتا ہے اسی لئے اس موقع پر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا
 ہے پھر اسے یہ رغبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے اسے اس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب
 کیا ہے وہ اس کو اور اس کے موصد بھائیوں کو امن و امان میں بھی رکھے پس وہ السلام علیہا کہہ کر اس غنیمت کو
 خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے پھر اسے اپنے ان بھائیوں کی یاد آتی ہے جنکی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنے
 اپنی عبادت خدا کی درگاہ میں مابعد قبول عیش کی تھی اور اس وجہ سے ان کا حق اُسکے اوپر کسی قدر خصوصیت
 کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا چنانچہ خدا نے جو کچھ نعمتیں انہیں دی تھیں اُنکے لئے بھی حفاظت کی دعا کرتا
 ہے اور "وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ" کو اور بڑھاتا ہے پھر گویا کہ یہ بات اُسکے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ منعم
 حقیقی خداوند تعالیٰ ہے اور اس جہلائی تک جنکے ذریعے سے رسانی ہوئی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے اعتبار سے یکتا ہونے کی
 شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انجلی اٹھا کر اسی یکتائی کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد و قول اور فعل
 جملہ اعتبار سے موصد بخائے اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ معبودیت کے لحاظ سے وہی یکتا
 خیال کیا جاسکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار سے بھی فرد ہو۔ اسکے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خدا خیر و رحمت
 چیزوں پر مشتمل
 ہے سب کی حکمت

کے لئے خدا کی عبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ کہتا ہے۔

اب اسکا اس بات کی دعا کی جانب میلان ہو جاتا ہے کہ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کنبہ والوں پر خلق کی رہنمائی کے بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جس طرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے گھروالوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے عوض میں رحمت و برکت نازل کی تھی اور یہ خیال کر کے کہ اسکو خواہ دنیوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کی طرف احتیاج ہے اسلئے اپنی حاجتوں کے لئے بھی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اس بات کا وقت آپہنچتا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے باہر اگر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش و معیشت کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اُسکے لئے ضروری کر دیا ہے کیونکہ اُس نے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ تمام چیزوں کے کچھ نہ کچھ سبب ہوا کرتے ہیں اور وہ شیار بذر یعنی اپنے سبب ہی کے حاصل ہوا کرتی ہیں۔ اسلئے اس درگاہ سے وہ اس طرح غلطیہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اُسی طرف رہنے دیتا ہے اور فقط چہرہ ادا کر دھڑکھڑکھاتا ہے گویا کہ اپنی زبانِ حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجھ کو ضرورت نہ درپیش ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کبھی جدا نہ ہوتا اور اس کی جدائی کا صدمہ نہ اٹھاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا ہوں اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرنا۔ اُس سے دعا مانگنا۔ اُس کی تعظیم کرنا۔ اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاجزی اور فروتنی سے پیش آنا ہیں۔ اب وہ اپنے مسلمان بھائیوں اور فرشتوں کی طرف جنگی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تھا۔ "السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کہہ کر متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف رہتا ہے۔

پھر چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مر کر زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا بھی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس کرنے سے معطل رہتے ہیں مرنے ہی کی مثل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اُسکو اُس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اُٹھا کھڑا کیا اور اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر ہانے اور دائمی قوت سر کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اُس کی قوتوں میں ضعف ہو چلا تھا اس نیند سے اُسکی تلافی کر دی کہماں تو وہ

نزدیک جگہ کو لے
خاص خاص لفظ
میں ادا کئے گئے
کی حکمت ۱۲

بالکل تھکا ماندہ سویا تھا اور اٹھنے کے وقت اسکا سارا کسل دور ہو گیا بطبعیت خوش اور لبثاش ہو گئی
 علاوہ اس کے خدا نے اسکو سونے کی حالت میں تمام موزمی چیزوں سے بچی محفوظ رکھا اور اسکا
 کھانا بخوبی ہضم کر کے اُسکو ایسی عجیب و غریب صورت سے جسکے سمجھنے میں عقل جکڑیں آجاتی ہو
 جزو بدن بنا دیا اور اُسکو اسکا پتہ بھی نہ لگا کہ فعل انضمام نے کیونکر انجام پایا اور اُس سے اُس کو
 کیا کیا فائدے پہنچے اور کون کون سی مضر چیزیں دفع ہوئیں اُس کی غایت درجہ کی کوشش یہ تھی کہ اُس
 نے کھانا نخل کر معدہ میں پہنچا لیا تھا اور اس طرح سے اُس نے کھانے کی لذت حاصل کر لی تھی۔
 اسکے بعد ہضم وغیرہ کا خیال بھی اُس کے دل میں نہ گذر ا تھا صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے نیند
 سے اور بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بے شمار نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ
 جو سب تحریر و تقریر میں آہی نہیں سکتیں اسلئے اُسکے ذمے یہ بات ضروری ہو گئی کہ بیدار ہونے کے
 ساتھ ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑھے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے
 پھر جب اُدا نہ کر گذر جاتا ہے اور خدا کے اُپر بڑے بڑے احسانات ہو لیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو
 تاکہ اُسے اپنی معاش کی اہل صاف نظر آنے لگیں روشن کر دیتا ہے اُسکے حواس کو تقویت
 پہنچا دیتا ہے جسکے ذریعے سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اُسپر کسب معاش کے ذریعے
 آسان ہو جاتے ہیں اُسکو غذا مل جکتی ہے کوئی کہاں تک بیان کرے اسکے علاوہ بھی بے شمار احسانات
 خدا کی جانب سے اُسپر ہو لیتے ہیں اُس وقت بھی اُسکے ذمے خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس
 وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پھر جب دیکھتا ہے کہ دن چلنے لگا اور شمس ہونے کے قریب آگیا اور اس
 عصر میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہو چکے اور اُس نے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے
 مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُس وقت بھی اُسپر اس خدمت کی سجا آوری واجب ہو جاتی ہو
 اور پھر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکھتا ہے کہ دن شمس ہو گیا اور رات آ پہنچی جس میں
 کو اُسے راحت نصیب ہوگی اور یہ بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جس میں اُسے راحت و آرام
 کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ وہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا تو اُس پر اس وقت بھی یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ

خدا کی عبادت کی خاطر چہرہ مزاج جو جائے جو کہ اس کے لئے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ نماز مغرب
 کو اکرنا ہے پھر جب یہاں طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور سونے کا وقت آ پہنچتا ہے اور وہ
 خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں رُج سے لے کر اب تک ایسے ہوتی رہیں اُن کا شکریہ ادا نہ کر سکا اور جو کچھ
 انعامات اور اس نعمتیں اُس سے سوحصول میں سے ایک حصہ بھی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکھتا
 ہے کہ نماز کا اس وقت کو پیدا کرنا بھی کہ جس میں بہت اچھی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اسکی ہمیشہ
 نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور پھر وہ بھی اُس حالت میں جبکہ اُسے کسی کا خوف
 نہ ہو اور اپنے مکان میں نہایت ہی نرم بچھونے پر اُسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز
 ادا کر لئے لگتا ہے تاکہ خدا کا جو کچھ شکر ادا ہو سکے اتنا ہی ادا کر دے پورے طور سے شکر ادا کر کے
 سبکدوش ہے۔ اتنا تو ساتھی عمر بہت کر۔ وہ نہ ممکن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات دن
 بلکہ ہر لحظہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اسکی عظمت و ہمیشہ نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور
 قاصر ہی سمجھا جائیگا۔

پھر دیکھئے کہ خدا کا فیادہ۔ اے شکر کے لئے جو نمازیں ضروری ٹھہرائی ہیں تو اُس شخص کے لئے جو مسافر
 نہ ہو تین رکعتیں ہیں دس دن کو اور دس رات کو اور مسافر کے لئے تخفیف کر کے چودہ رکعتیں کر دی
 گئی ہیں چھ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا وقت ہے اور اٹھ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے
 جس میں مسافر ٹھہر کر تیس دن پنج وقتی نمازوں کے ساتھ کچھ اور نمازیں بھی مقرر کی ہیں کہ جو جب
 تو نہیں ہیں لیکن شائع علیہ السلام نے اُن کے ادا کرنے کا اس عوض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر
 کہ میں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچھ نقصان رہ گیا ہو تو اُن کے ذریعے سے وہ پورا کر دیا جائے
 اور ایسی نمازوں کو سنت کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کرے اُس میں تین رکعتیں سنت
 علاوہ ان کے اور مقرر کی ہیں تاکہ اُس کی نمازوں کی اور زیادہ تکمیل کر دی جائے یہ تو ہر چکا اگر بھی
 ان نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدے اور حکمتیں نظر آئیں گی مثلاً اُن سے لوگوں
 کے نفوس میں منہبہ ہوتے ہیں خصوصاً جاہلوں اور متکبروں کے نفوس جو کہ زمین سے

اپنے دامنوں کے چھو جانے سے بھی ناک بڑھاتے تھے اور اس سے بھی انہیں غارتا تھا چنانچہ
وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی عادت پڑی ہے۔ غافل اور اُن
لوگوں کو جو کہ دنیاوی تفکرات میں اپنے کو کھپاتے ڈالتے ہیں اسی بہانہ سے اپنے پیہم آکر اپنے فرائض
اور اپنے نگہبان کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس خدمت گذاری کے لئے اپنے پروردگار کے
سامنے نہ کھڑے ہوتے اور اس امر کی اطاعت اُن کے ذمہ ضروری نہ کر دی جاتی تو دن و رات
سالہا سال تک بھی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ گذرتی کہ اُن کا کوئی فرائض ہے جسے اُنہیں
حساب دینا ہوگا اور وہ اُن کی حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے اور اس امر کی شہادت کے
لئے یہ کیا کم ہے کہ یہ لوگ اب بھی اس غفلت میں پڑ کر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بن جاتے ہیں
اور تمام فسادات کے باعث ہوتے ہیں علاوہ بریں نماز کے وقت از سر نو توبہ کرنی بھی نصیب
ہوتی ہے اسی موقع سے اس بار کا بھی پتہ لگتا ہے کہ ساز بندہ کو اُس کے پروردگار سے ملنے کا کیونکر
ذریعہ ہے اور بے شرمی کی باتوں سے کیسے باز رکھتی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں نماز کی نسبت
واقع ہوا ہے۔

اب لیجئے جماعت سے نماز پڑھنے اور تمام اعمال نمازیں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے
کا حکم سنئے اور وہ یہ ہے کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہو جائیں جو امام
ہم سرداران لشکر کو دیکھتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جن کی نسبت
اُن کا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اُن کی بخوبی رعایت نہ کر سکیں گے اور اس سے مقصود
ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بنے رہیں اور اس نکتہ
کو فارسیوں کے سپہ سالار رستم نے خوب ہی سمجھا تھا جبکہ اُس نے صحابہ کو کوکھا کہ اپنے پیشہ کے پیچھے
نماز پڑھ رہے ہیں اور ساری حرکات و سکنات میں اُسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اس موقع پر عرضی اللہ
عنه کی نسبت جو کچھ اُس نے کہا تھو تلیخ ہیں بخوبی مذکور ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم منافقت ہو جاتی

جماعت سے نماز پڑھنے
اور جہدین اور
جو خود و خدا و
میں جماعت سے نماز پڑھتے

ہے اور اس طرح سے آپس میں محبت و ہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اسی لئے اس امر کی اور عبادتوں میں بھی رعایت مد نظر رکھی گئی ہے اور یہ کام اس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لئے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد میں پانچوں وقت نماز پڑھنے جایا کریں اسی طرح اہل شہر کو بھی چاہئے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں جمع ہو جایا کریں۔ یہی عید الفطر و عید الاضحیٰ کی نماز اُسکے لئے شہر تو شہر اُسکے قرب و جوار تک کے لوگ بھی سال میں دو بار جمع ہوا کرتے ہیں علاوہ ہر برس سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کر دی گئی ہے کہ اُن میں سے خدا جن کو قدرت دے وہ تمام عمر میں کم سے کم ایک مرتبہ ضرور ہی حج کے لئے جمع ہو جایا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے اِس شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں کے لئے ان دینی جمعوں سے بعض بعض میں یہ بھی مقرر کیا ہے کہ اُن کا پیشوا لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ پڑھے یعنی اُن کے سامنے کچھ تقریر بیان کرے جس میں اُن کو نصیحت کے مضامین سناٹے ناز یا امور سے زجر و توبیخ کرے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اُسکے پاس سے اُن کے لئے لائے ہیں اُس کی اُنہیں یاد دلائے اور اُن لوگوں پر یہ ضروری ہے کہ خاموش ہو کر گوش دل اُسکو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہونگے کہ وہ لوگ اس وقت کیسے چپ چاپ گھٹنوں کے بل سر جھکا لئے بیٹھے بنا کرتے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ اُن میں سے کسی بات کی تحسین کے لئے کوئی تالیاں بجاتا ہے اور نہ کسی امر کے فوج ثابت کرنے کو لئے شور کرتا ہے وجہ یہ ہے کہ اُنہیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرتا جو کچھ کہتا ہے اُن کی شریعت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی حدود سے قدم ہانکنا لے لگے (اگرچہ ایسا کبھی واقع ہوا نہیں کرتا) تو سب کو چاہئے کہ اُس کی بات تسلیم نہ کریں اور ہر اعلیٰ و ادنیٰ کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اُسکے قول کی تردید کر دے۔

فہم
خلعہ کی بھٹا

فہم
اور نہ کہ وہ اندر جاکر
نہ کہ وہ باہر سے
نہ کہ وہ اُن کی توجہ
اور نہ کہ وہ اُن کی توجہ
کا مقول جواب "

چونکہ نماز میں کثرت سے فائدہ ہے پائے جاتے ہیں اسی لئے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اُسکے ترک کرنے والے کی بہت سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور وہ دنیا اور آخرت

وہ دونوں نہایت سخت نماز کا مستحق ٹھہرا گیا ہے یہاں تک کہ نماز کا ترک کرنا بھی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑھنا ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے اس موقع سے ان لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہو جاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پرواہی کرتے ہیں چونکہ کابل کی ذرائع گھیر رکھا ہے یا شیطان کا ان کے دلوں پر پورا تسلط ہو گیا ہے جسکی وجہ سے انہیں نماز کی واقعی خوبی نظر نہیں آتی اصل منہر کو چھوڑ کر پوست کو لے بیٹھتے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اسکو ترک کرنے کی واہی نہا ہی وہیں نکالا کرتے ہیں اور نامعقول عذر کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کابل کی کیا پروا کرتا ہے اسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے۔ ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اتنا نادانو تم بھی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو گئے یا تمہیں ان فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا بھی حاجت باقی نہیں ہی تمہیں خبر بھی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کے لئے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب ہو اچھا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنی ہو گئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اس کے سامنے از سر نو توبہ کرنے اور اس کی اطاعت کی عادت دلنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو۔ اچھا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں ان فوائد کی بھی پروا نہیں رہی جو بخیلہ نماز باہم اپنے بھائیوں سے مخالفت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت بڑھتی ہے آپس میں ہمدردی قائم ہوتی ہے اسکے علاوہ بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ میں تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ تم ان سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہو جاؤ گے ہاں اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر کمر باندھ لو یا اپنی نادانی سے اسکے بھی قائل ہو جاؤ تو بات ہی دوسری ہے اس وقت میں تمکو اس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا تمہارا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہو سکے۔

ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل ان پیادوں کی سی ہے جنکو کہ کوئی خیر خواہ طبیب کوئی نافع دوا بتا کر اسکے استعمال کا حکم کرتا ہو اور وہ طبیب سے یہ کہہ کر اس کے استعمال سے پرہیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے

اے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا آپ کو تو اس کی کچھ بھی حاجت نہیں ہے گویہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ ان بیماریوں کو بھی ضرورت نہیں ہے یہ بھی اس سے بے نیاز ہو گئے ہیں ہرگز نہیں بس صاف یہی سمجھا جائیگا کہ بیماری کی وجہ سے اُن کی عقل جاتی رہی ہے اور ہڈیاں بک رہے ہیں۔

نماز ترک کر کے اُسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہئے کہ تم نمازیوں نہیں پڑھتے اگر اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ قبیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہو کہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو نماز کے بارے میں تم سے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھ کر اور کون سا گناہ ہوگا بلکہ اس وقت تو تمہارے ساتھ یہی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاہلی کی وجہ سے تم نے نماز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی بھی کاہلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو بھلا سوچو تو سہی کہ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اس میں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو تمام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف نماز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ تم سے ادا نہیں کی جاتی حالانکہ اس میں کچھ بہت زمانہ بھی نہیں لگتا ساری نمازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور بس تو کیا یہی عقلمندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹے تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر بھی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کر کے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاہلی کے مارے اتنی دیر بھی عبادت نہ کر سکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

بھلا بتلاؤ تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو یہی تمہاری اُن عقلوں کا نتیجہ ہے جنکی نسبت تم دعویٰ سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تہیہ بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کرنے میں بند نہیں ہو تو تم سے بھلائی کی کون اُمید

کر سکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم مجاہد تو تمہارے انصاف کی کس کو توقع ہو سکتی ہے۔ اور اگر تم ہمارے درمیان تاجر نہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اس حماقت پر کسے اطمینان ہو سکتا ہے اور یہ تو کہ تم نے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرا دیا تو مسلمان اپنے بھائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کر سکتے ہیں نماز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کر سکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اسکے ادا کرنے کا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے بھی شرم نہیں آتی جنکا کہ فیصل لکھا کہ نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم اُن لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور نماز پڑھنے میں انکی جان بکلتی ہے اور طرہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے برابر کوئی عقلمند ہی نہیں بڑے صاحبِ دار سے نظر آتے ہیں لیکن جہاں نماز کا ذکر آیا اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگے اسوقت اُن کی ساری عقلمندی جاتی رہتی ہے نماز کے فائدے اُن کو فطری نہیں آنے آنکھوں پر پردہ پڑ جاتے ہیں میری سمجھ میں تو اس کی وجہ سوا اسکے اور کچھ نہیں آتی کہ اُنکو خاص کر نماز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہو گیا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہو جنون کی بہتیر سی قسمیں ہیں ایک قسم یہ بھی سی۔

اُن لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل و فطین سمجھے جاتے ہیں اور جب اُن کے ساتھ کے بیٹھنے والے نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ لوگ نماز سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے لاعول سے شیطان بھاگتا ہو اس عقلمندی پر ایسی خود مانگی کی باتیں۔ شرم شرم ایسے نادان کی سمجھ میں کیا اتنا بھی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اُسکو اس حالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا اگر اُسے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کرے گا اُسکی نظروں میں اسکی کیا وقت رہے گی یہی خیال کر گیا کہ یہ شخص بڑا ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کی شہادت قبول کی جائے یا اسکو عادل سمجھا جائے بالکل اونٹنے درجہ کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس قابل شرم حالت کی اُسے اطلاع نہیں اُسے سب کچھ معلوم ہے بات

یہ ہے کہ کجی نے گھیر رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلونا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی پٹی پڑتا ہے اس بے نمازی شخص کو سمجھ لینا چاہئے کہ اُسکے مسلمان بھائی اگر کسی جہ سے اس کی اس ناشائستہ حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا ہوا دل میں اسکو وہ نہایت ہی برا خیال کرتے ہیں اگر اُن کو موقع ملے تو نہایت ہی بُرے الفاظ سے اُسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور کہیں کہ بے نماز کمزور دین والا۔ یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو انا نثار اللہ وانا للیہ راجعون پڑھنا چاہئے۔

نہ خیر نہ جو
سنہ اور یہ کہ
اگر لے کے
یاد بازیاں
ما کے یاس
نہیں ۱۲

پھر اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اُس شخص پر جو مالدار ہو زکوٰۃ دینا فرض قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایک مرتبہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دیدیا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں ہاتھ سے نہ جائے پائیں لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہوتا رہے۔ سخیل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں۔ پھر خوبی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر کے امید و ابھار بھی بنا دیا ہے اور زکوٰۃ کی جو مقدار مقرر کی ہے اس میں یہ بات مد نظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اسکا ادا کرنا گراں نہ گذرے اُس سے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کی جائے تو لوگوں کی حاجت براری بخوبی ہو جائیگا اور حاجتمند دھوڑے نہ ملیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے میں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجتمند کی کار براری ہوتی ہے اور دولت مند کا نفس پاک ہوتا ہے اور اُسی داد و دہش کے ساتھ جس کا کہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے اُلفت پیدا ہوتی ہے وہاں اس بات کا بھی امتحان ہو جاتا ہے کہ دیکھیں زکوٰۃ دینے والے کو خدا کی کہانت کی محبت ہے کہ محض اسکی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب شے کو وہ اپنے پاس سے جدا کئے دیتا ہے۔ اب اس موقع سے ایماندار کو ضرور پتہ لگ گیا ہو گا کہ زکوٰۃ ساقط کرنے کے لئے جیلہ بازی کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں

زکوٰۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہوئے جاتے ہیں بھلا بتلائیے کہ جب صاحبِ قدرت کے ہاتھ سے کچھ نکلے ہی گا نہیں تو کیونکر کسی بچارے کی کار برآری ہو سکتی ہے یا وہ خود درگزرِ مرضِ بخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اُس نے اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیا۔ اُس فتنے نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعتِ فی مسلمانوں پر سال بھر میں ایک ماہ کے روزے بھی فرض کئے ہیں اور روزہ کے معنی یہ ہیں کہ دن بھر کھانے پینے اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بالکل احتراز کیا جائے اور اس میں بے شمار فائدے پائے جاتے ہیں بڑی بات یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت میں نفسانی خواہشوں سے روکے جانے کی وجہ سے نہایت ہی مہذب بن جائیگا اور اُس پر عقل کو پورا تسلط ہو جائیگا اگرچہ پہلے عقل کو نفس کی اطاعت کرنا پڑتی تھی اور جب اُسے معلوم ہو جائیگا کہ عقل کے سامنے میری کچھ نہ چلے گی اور اب مجھے اُسی کا محکوم ہو کر رہنا پڑیگا تو اُسے اُن چیزوں کو ارتکاب کرنے میں جو نقصان رسان ہونے کی وجہ سے شریعت میں حرام کر دی گئی ہیں عقل کی اطاعت کرنے سے مایوسی ہو جائے گی اور گویا کہ نفس یہ کہنے لگے گا کہ جب روزے کی حالت میں اشیاءِ خورد و نوش کے کھانے و پینے کے بارے میں جو کہ روزہ دار ہی کی ملک تھیں اور اپنی عورت سم صحبت کرنے کے معاملہ میں جس بے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ بھی نہ تھا عقل پر میرا کچھ زور نہ چل سکا تو اُس وقت میرا قابو کیونکر چلے گا کہ جب میں بلا اُس کی مرضی کے کسی دوسرے کی چیز کے خورد و نوش کرنے کا ارادہ کروں حالانکہ یہ نہایت ہی قبیح امر ہے اسی طرح مجھے نشہ کے استعمال نے پرکیونکر قدرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے کہ عقل جاتی رہتی ہے اور آدمی کی شرافت میں خلل پڑتا ہے یا دوسرے کی عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے لئے مجھے بہکانا کیونکر ممکن ہوگا جبکہ اُس میں طح طرح کے ضرر پائے جاتے ہیں۔ مثلاً باہم عداوت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ لوگوں کے نسب بے پتہ ہو جاتے ہیں۔ بچہ جو صنائع ہوتا ہے۔ اور جب کو کسی قسم کا استحقاق نہیں وہ مستحقِ ٹھیکر جاتے ہیں۔ پھر اگر ہم مسلمانوں کی اُس وقت کی حالت کو غور کریں جبکہ ماہِ رمضان میں وہ آفتاب کے غروب ہونے

روزے سے فتنے
جو بڑی محنت اور
اُس کے فوائد اور یہ
کہ خدا نے مسلمانوں
کو اس کے عمل سے
کی کیسی کچھ نفع
دی ہے ۱۲

سے پہلے بل جمل کر بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے خورد و نوش کی چیزیں چنی ہوئی ہیں ان کا دل انکی طرف کھینچا جاتا ہے ان کی مشتاق نظریں ان نفیس چیزوں پر پڑتی ہیں اور پھر ان میں سے کسی کا مزاجی لہجہ کہ کھانے کا ایک دانہ کھالے یا پانی کا ایک قطرہ پی لے لیکن آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے کسی کی خصوصاً پرہیزگاروں کی ہرگز جرأت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہینگے تو اس وقت ہم کو ضرور اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمانوں کو اپنے مولے کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

اس موقع سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ جو شخص اپنی بہنجی یا خواہش انسانی کے پھندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عقلمند کہہ سکے بلکہ اُسے اپنا نام کم ہمت شکم پرور کہہ سکتا ہے اور اپنی خواہش انسانی کا بندہ رکھنا چاہئے اُس سے تو روزہ و عورت کی عقل نہ ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس قدر ذکاوت اس عورت کو حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اس کا کہیں تپہ بھی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو جب بھوک کی تکلیف اٹھانا پڑے گی اس وقت بچا رہے ممتلج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سکیگا اور اس کا دل اس پر کڑھے گا اور خیر خیرات کرنے پر مائل ہو جائے گا۔ کیونکہ دو متمند خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گزرنے پر بھی اُسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بھوکا فقیر اُس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور اگر رنگی کی تکلیف کی شکایت کر کے کچھ طلب کرتا تو چونکہ اُسے گرنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے بھلا اُس پر اُسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب کمر نہ رہنے کی قدر و عافیت اُسے معلوم ہو جائے گی تو قسموں اور محتاجوں کی دل کھول کر دے گا۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں میں سے جنہیں مقدرت ہے اُس پر عبادت حج کو بھی فرض کیا ہے اور وہ کعبہ شریف اور ان مقامات کی جو اُس کے قرب و جوار میں واقع ہیں خاص احوال و افعال کی عایت کے ساتھ زیارت کرنا کیا نام ہے اور اس میں جو جو راز اور حکمتیں پائی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلمدار بھی اُس پر حاوی ہونے سے بالکل عاجز ہیں مثلاً یہی دیکھئے کہ ہر

روزہ کئے نہ
رکھنے والوں کی
تہذیب اور روزہ
کے فوائد

حج کے فرض
کا حکم اور
فائدہ

سے پہلے بل جمل کر بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے خورد و نوش کی چیزیں چنی ہوئی ہیں ان کا دل انکی طرف کھینچا جاتا ہے ان کی مشتاق نظریں ان نفیس چیزوں پر پڑتی ہیں اور پھر ان میں سے کسی کا مزاجی لہجہ کہ کھانے کا ایک دانہ کھالے یا پانی کا ایک قطرہ پی لے لیکن آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے کسی کی خصوصاً پرہیزگاروں کی ہرگز جرأت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہینگے تو اس وقت ہم کو ضرور اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمانوں کو اپنے مولے کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

اس موقع سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ جو شخص اپنی بہنجی یا خواہش انسانی کے پھندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عقلمند کہہ سکے بلکہ اُسے اپنا نام کم ہمت شکم پرور کہہ سکتا ہے اور اپنی خواہش انسانی کا بندہ رکھنا چاہئے اُس سے تو روزہ و عورت کی عقل نہ ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس قدر ذکاوت اس عورت کو حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اس کا کہیں تپہ بھی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو جب بھوک کی تکلیف اٹھانا پڑے گی اس وقت سچا پے متملج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سکیگا اور اس کا دل اسپر کرے گا اور خیر خیرات کرنے پر مائل ہو جائے گا۔ کیونکہ دو متملج خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گزرنے پر بھی اُسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بھوکا فقیر اُس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور گر سنگی کی تکلیف کی شکایت کر کے کچھ طلب کرتا تو چونکہ اُسے گر سنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے بھلا اُس پر اُسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب کہ نہ رہنے کی قدر و عافیت اُسے معلوم ہو جائے گی تو قسموں اور محتاجوں کی دل کھول کر دے گا۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں میں سے جنہیں مقدرت ہے اُس پر عبادت حج کو بھی فرض کیا ہے اور وہ کعبہ شریف اور ان مقامات کی جو اُس کے قرب و جوار میں واقع ہیں خاص اقوال و افعال کی عافیت کے ساتھ زیارت کرنا کیا نام ہے اور اس میں جو جو راز اور حکمتیں پائی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلمدار بھی اُس پر حاوی ہونے سے بالکل عاجز ہیں مثلاً یہی دیکھئے کہ ہر

روزہ کئے نہ
رکھنے والوں کی
تہذیب اور روزہ
کے فوائد

حج کے فرض
کا حکم اور
فائدہ

سے پہلے بل جمل کر بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے خورد و نوش کی چیزیں چنی ہوئی ہیں ان کا دل انکی طرف کھینچا جاتا ہے ان کی مشتاق نظریں ان نفیس چیزوں پر پڑتی ہیں اور پھر ان میں سے کسی کا مزاجی لہجہ کہ کھانے کا ایک دانہ کھالے یا پانی کا ایک قطرہ پی لے لیکن آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے کسی کی خصوصاً پرہیزگاروں کی ہرگز جرأت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہینگے تو اس وقت ہم کو ضرور اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمانوں کو اپنے مولے کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

اس موقع سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ جو شخص اپنی بہنجی یا خواہش انسانی کے پھندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عقلمند کہہ سکے بلکہ اُسے اپنا نام کم ہمت شکم پرور کہہ سکتا ہے اور اپنی خواہش انسانی کا بندہ رکھنا چاہئے اُس سے تو روزہ و عورت کی عقل نہ ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس قدر ذکاوت اس عورت کو حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اس کا کہیں تپہ بھی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو جب بھوک کی تکلیف اٹھانا پڑے گی اس وقت سچا پے متمکن کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سکیگا اور اس کا دل اسپر کرے گا اور خیر خیرات کرنے پر مائل ہو جائے گا۔ کیونکہ دو متمن خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گزرنے پر بھی اُسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بھوکا فقیر اُس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور اگر رنگی کی تکلیف کی شکایت کر کے کچھ طلب کرتا تو چونکہ اُسے گرنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے بھلا اُس پر اُسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب کہ نہ رہنے کی قدر و عافیت اُسے معلوم ہو جائے گی تو قسموں اور محتاجوں کی دل کھول کر مدد کرے گا۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں میں سے جنہیں مقدرت ہے اُس پر عبادت حج کو بھی فرض کیا ہے اور وہ کعبہ شریف اور ان مقامات کی جو اُس کے قرب و جوار میں واقع ہیں خاص احوال و افعال کی عایت کے ساتھ زیارت کرنا کیا نام ہے اور اس میں جو جو راز اور حکمتیں پائی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلمدار بھی اُس پر حاوی ہونے سے بالکل عاجز ہیں مثلاً ایسی دیکھئے کہ ہر

روزہ کئے نہ
رکھنے والوں کی
تہذیب اور روزہ
کے فوائد

حج کے فرض
کا حکم اور
فائدہ

سب کے سب پر آگندہ بال اپنے خاک آلودہ چہرے لئے ہوئے ننگے بدن برہنہ پاستغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اسکے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور راستہ میں جو چیزیں ملتی جاتی ہیں کہ جنکے ساتھ بادشاہوں کو کچھ بھی علاقہ ہو خدمتِ چشم کے علاوہ حیوانات و نباتات تک کی بھی تعظیم و تکریم کرتے جاتے ہیں۔

نصو رعلات

اور تصورِ شاہی کے قریب پہنچ کر اُن کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں اور اُن کے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو اس بات کی اجازت مل جاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اسکے سامنے مودب کھڑے ہو کر استغاثہ دائر کریں اُس کی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لئے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور اُن کے اور اُن کے بزرگوں کے اعلیٰ و ادنیٰ پر جو بادشاہ کے احسانات و رعایتیں اور مہربانیاں سابق زمانے میں ہوتی رہی ہیں اُن کی یاد دلائیں اسکے بعد جب بادشاہ اُنہیں اپنے ماتھے پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے جو اپنی عین کامیابی و سعادت تصور کر کے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اُسکے ماتھے پر نہایت ادب و تعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ اُن کی درخواست قبول کرنے اور اُن کی مصیبت و دُر کر نیکا اُن سے وعدہ کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ خیر خواہ سلطنت کے بنے رہیں اور اُن کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ اُسکے ہمیشہ کے مخیر ہیں اور اس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کر کے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے اُن کے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہو جائے وہ بھی اُن قیدی احسانات و رعایتوں کو اُنہیں یاد دلانا ہے جو کہ اُن کے آباؤ اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کبھی کہ وہ اُس کی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوئے اور اُنہوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر اُن نعمتوں سے مالا مال کر دیا گیا۔

چنانچہ اس وقت اُن لوگوں کو بھی اُنہیں خدمتوں کے بجالانے کا وہ حکم کرتا ہے خلیجِ بجا آوری اُن کے آباؤ اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے لئے اُن کی خیر خواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورا پورا سطح بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور اُنہیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجا آوری سے فارغ ہوتے ہیں

تو وہ مزید عنایت کر کے انہیں اپنا مہمان بناتا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے اُن کی پرانگی و فتنہ کر دیتا ہے اُن کو خلعت بخشتا ہے اور وہ اُسکے باب عالی پر اس امید سے ایستادہ ہو جاتے ہیں کہ اُس نے اُن کی فریاد رسی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کرے۔ چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ اُن کو مدد دیتا ہے اُن کی تکلیف دُفع کرتا ہے جب اُن کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور وہ کامیاب ہو لیتے ہیں تو انہیں اُن کے وطن واپس جانے کی اجازت مل جاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست و احباب سے جا ملیں اب رخصت ہونے کا وقت آ پہنچتا ہے اور وہ قصر شاہی پر حاضر ہو کر اپنے منصب کے موافق اُس کی ثنا و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں نہایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اُسکے کرم و مہلتوں کو بوسہ دیتے ہیں غم فراق کی وجہ سے اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخر کار بادل دردناک مفارقت اختیار کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے بھی انسانی عقول کی رعایت کر کے ایک قطعہ زمین کو خاص کر دیا اور جس امر کے کہ وہ دنیاوی بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے اُس کا لحاظ کر کے اُسی قطعہ کو فضیلت عنایت کر دی اور اُس کا نام بیت الدین نے اپنا گھر رکھ دیا جو کہ کعبہ شریف کے عقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اُسے گھر وغیرہ کی مطلق حاجت نہیں اسی طرح حجر اسود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دست راست نام رکھ دیا اگرچہ اُسکے دونوں ہاتھ ہمارے ایسے ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتے خدا ہی جانے وہ کیسے ہونگے اور نہ اُن میں راست و چپ کا امتیاز قائم کیا جاسکتا ہے بلکہ اگر اُن کی نسبت دست کا اطلاق کیا جائے تو عظیم دست راست ہی کا ہونا چاہئے۔ پھر چونکہ پیر و ان اسلام کی نسبت بھی یہ بات ضرور ہوا کرتی ہے کہ گناہوں کا لشکر اُن پر چڑھا ہی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا انہیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے انہیں خدا کے احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اسلئے جو لوگ اُن میں سے صاحبِ مقدور ہیں اُن پر یہ امر ضروری کر دیا گیا ہے کہ اُسی مکان پر فریاد یوں کی سب صورت بنائے جوئے حاضر ہوں اُن کے بال پر گندہ نظر آتے ہوں سر کھلا جو جسم خاک آلود ہو نہ بدن پر کوئی سلاہٹا کپڑا ہو نہ خوشبو مہکتی ہو سارے عیش

کعبہ کا نام بیت اللہ
اور حجر اسود کا نام
بیت الدین ہے جو شاہی
محکمات اور غیر محکمات
احرام کو قبول حج
کی محکمات ۱۱ ۱۲

و آرام کے سامان ہر طرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریاد ہی بنے ہوئے اپنی مرادوں کے برآئے کی امید میں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانہ خدا کی سرحد میں پہنچ کر کسی چیز کی بے حرمتی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں ثواب کی گھاس کاٹیں نہ کوئی دخت قطع کریں اور نہ کسی چنڈو پرند کے شکار کی جرأت کریں آخر کو جب اس معظم و مکرم مکان پر پہنچ جائیں تو جس طرح کہ فریاد ہی بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ بھی اسکے گرد پھریں اور اُسکے پردے پکڑ کر پناہ طلب کریں پھر اس بابرکت پتھر کو جب کا نام بصلحت خدا کا دست راست رکھ دیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ اُس میں کسی قسم کے نفع رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہو اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات خراب کرنے سے محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ شریعت محمدیہ کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کیا ہے اور لوگوں کو اسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہئے اسکے بعد وہ مختلف اعمال کی بجا آوری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جتنکے اُس موقع پر ادا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں جیسے کہ آدم اور انکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور اُن کے بیٹے اسمعیل اور اُن کی والدہ ماجدہ علیہم السلام کے عاجزے۔

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مردہ کے مابین سعی کرنا۔ عرفے میں ٹھہرنا اسکے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا پھر منے میں اترنا شیطان کی ناکامی یا ذکر کرنے کی غرض سے اُس مقام کی طرف ٹکڑیاں پھینکنا جہانکہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو اُسے دھوکا دینا چاہا تھا اور پھر ناکام بنا۔ اسی طرح اور اعمال کو سمجھ لیجئے پس جو شخص کہ ان اعمال کے اس راز سے کہ اُن سے مقصود اُن نیک بندوں کی یا دہانی اور اُن کی پیروی ہے ناواقف رہا تو اُسے ضرور ظلمان ہو گا کہ ان سب کی حکمت کیا ہے اور اُنکے

و آرام کے سامان ہر طرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریاد ہی بنے ہوئے اپنی مرادوں کے برآئے کی امید میں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانہ خدا کی سرحد میں پہنچ کر کسی چیز کی بے حرمتی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں ثواب کی گھاس کاٹیں نہ کوئی دخت قطع کریں اور نہ کسی چمچہ پرند کے شکار کی جرأت کریں آخر کو جب اس معظم و مکرم مکان پر پہنچ جائیں تو جس طرح کہ فریاد ہی بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ بھی اسکے گرد پھریں اور اُسکے پردے پکڑ کر پناہ طلب کریں پھر اس بابرکت پتھر کو جب کا نام بصلحت خدا کا دست راست رکھ دیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ اُس میں کسی قسم کے نفع رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہو اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات خراب کرنے سے محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ شریعت محمدیہ کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کیا ہے اور لوگوں کو اسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہئے اسکے بعد وہ مختلف اعمال کی بجا آوری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جبکہ اُس موقع پر ادا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں جیسے کہ آدم اور انکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور اُن کے بیٹے اسمعیل اور اُن کی والدہ ماجدہ علیہم السلام کے عاجز رہے۔

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مردہ کے مابین سعی کرنا۔ عرفے میں ٹھہرنا اسکے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا پھر منے میں اترنا شیطان کی ناکامی یا ذکر کرنے کی غرض سے اُس مقام کی طرف ٹکڑیاں پھینکنا جہانکہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو اُسے دھوکا دینا چاہا تھا اور پھر ناکام رہا۔ اسی طرح اور اعمال کو سمجھ لیجئے پس جو شخص کہ ان اعمال کے اس راز سے کہ اُن سے مقصود اُن نیک بندوں کی یا دہانی اور اُن کی پیروی ہے ناواقف رہا تو اُسے ضرور ظلمان ہو گا کہ ان سب کی حکمت کیا ہو اور اُنکے

و آرام کے سامان ہر طرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریاد ہی بنے ہوئے اپنی مرادوں کے برآئے کی امید میں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانہ خدا کی سرحد میں پہنچ کر کسی چیز کی بے حرمتی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں ثواب کی گھاس کاٹیں نہ کوئی دخت قطع کریں اور نہ کسی چنڈو پرند کے شکار کی جرأت کریں آخر کو جب اس معظم و مکرم مکان پر پہنچ جائیں تو جس طرح کہ فریاد ہی بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ بھی اسکے گرد پھریں اور اُسکے پردے پکڑ کر پناہ طلب کریں پھر اس بابرکت پتھر کو جب کا نام بصلحت خدا کا دست راست رکھ دیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ اُس میں کسی قسم کے نفع رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہو اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات خراب کرنے سے محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ شریعت محمدیہ کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کیا ہے اور لوگوں کو اسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہئے اسکے بعد وہ مختلف اعمال کی بجا آوری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جتنکے اُس موقع پر ادا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں جیسے کہ آدم اور انکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور اُن کے بیٹے اسمعیل اور اُن کی والدہ ماجدہ علیہم السلام کے ماجرے۔

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مردہ کے مابین سعی کرنا۔ عرفے میں ٹھہرنا اسکے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا پھر منے میں اترنا شیطان کی ناکامی یا ذکر کرنے کی غرض سے اُس مقام کی طرف ٹکڑیاں پھینکنا جہانکہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو اُسے دھوکا دینا چاہا تھا اور پھر ناکام بنا۔ اسی طرح اور اعمال کو سمجھ لیجئے پس جو شخص کہ ان اعمال کے اس راز سے کہ اُن سے مقصود اُن نیک بندوں کی یا دہانی اور اُن کی پیروی ہے ناواقف رہا تو اُسے ضرور ظلمان ہو گا کہ ان سب کی حکمت کیا ہو اور اُنکے

وطنوں کے واپس جانے کی اجازت مانگنے کے قایم مقام بھی یہی طواف ہوتا ہو گیا اس کے بعد انہیں واپسی کی اجازت مل جاتی ہے اور اس اجازت کو اس بات کی علامت سمجھنا چاہئے کہ خدا نے توبہ قبول کر لی وہ نہایت مہربان ہو گیا اور اب وہ ضرور اُن کے ساتھ انعام و اکرام سے پیش آئیگا نافرمانیوں کے لشکر کے مقابلہ میں انہیں ضرور مدد دیگا چنانچہ اُن کے رسول علیہ السلام نے اس کی خوشخبری انہیں سننا بھی دی ہے پھر وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں اور اُن کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ ہمیں ہماری ہر اولیٰ گئی ہماری ساری کلفتیں دور ہو گئیں۔ اب وہ اس بہت عظیم سے رخصت ہونے کی طرف مائل ہوتے ہیں اور طواف رخصت ادا کرتے ہیں اُن نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جو اُن متبرک مقامات میں اُن کو نصیب ہوئیں اور جب اُس سے جدا ہوتے ہیں تو اُن کا یہ حال ہوتا ہے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں دل ہے کہ صدمہ فراق سے بچپن ہوا جاتا ہے وہ ہیں کہ اپنے مولیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالا رہے ہیں اُس کی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اُس سے کامیابی کی دُعا مانگ رہے ہیں اور اب کے مارے پچھلے پیروں لوٹتے چلے آتے ہیں اور اس جدائی کا اُنہیں بہانہ غم ہوتا ہے کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پھر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے پھوٹے نہیں سماتے اُن کے دل ابدی مسرت و شادمانی سے پر ہوتے ہیں چنانچہ اس امر کا مزامیر دزبور میں ذکر آیا ہے، اسلئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے ہمیں بخش دیا ہم اُس کی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے ہیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی۔

اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کر کے ہم حکمت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکھی جاسکتی ہیں کہ پڑھنے والے بھی اکتا جائیں اور اُن کے مطالعہ کے لئے وقت بھی مشکل سے مل سکے پس جو کچھ بیان ہوا ہے اُسے یوں سمجھئے کہ بطور مشقے نمونہ از خردارے سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہِ راست دکھلا سکتا ہے۔

اس فرقہ نے بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے پروان اسلام پر یہ بات ضروری کر دی ہے کہ جب

انہیں موقع ملے تو وہ ان لوگوں سے مقابلہ کریں جو دین میں ان سے مخالفت کرتے ہیں اور ان کی ایذا رسانی سے سمجھانے سے بھی باز نہیں آتے تاکہ وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کر لیں یا ان کے مقابلہ میں سر اٹھانا چھوڑ دیں اور اس مقابلے کا نام اس نے جہاد رکھا ہے اور اس میں سر اسراف انصاف کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ وہ لوگوں سے انصاف کے ساتھ لڑینگے چنانچہ شریعت نے سخت ممانعت کر دی کہ کوئی لڑکے - عورت - پیر فرات کو قتل نہ کرے اور نہ اس شخص کو مارے کہ جو بقصد عبادت تعلقات دنیا کو قطع کئے ہوئے ہے ہاں جب کوئی ان میں سے لڑائی میں شریک ہو کر مقاتلہ کرے یا کسی کی جانب سے تبریریں بتلانے کا اندیشہ ہو وہ بیشک واجب القتل ہے اور مقصود جہاد سے یہ ہے کہ خدا کے دین کی اشاعت ہو اور جو لوگ اس کے مخالف ہوں ان کی رہنمائی کر دی جائے چنانچہ ظاہر ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں وہ لوگ بھی اور مسلمانوں کی طرح سمجھے جاتے ہیں ان کے حقوق و حالات کی مثل تمام مسلمانوں کے رعایت کی جاتی ہے اس بارہ میں عربی و عجمی ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ سب کے سب باہم بھائی شمار ہوتے ہیں ایک دوسرے کے معاون سمجھے جاتے ہیں ہر مسلمان اپنے اور محمدی بھائیوں کی نسبت وہی حکم رکھتا ہے جیسے کہ ایک جسم کے اعضاء ہیں باہم علاقہ ہوتا ہے جہاں ایک عضو کو ایذا پہنچی اور تمام بدن بچپن ہو گیا۔ سب ایک ہی اصول کے پابند ہوتے ہیں سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ اور وہ خدا کی وحدانیت اور صرف اُسی کی تاخت کا منہ دار عبادت ماننا ہے تمام مسلمان اُسی کی خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں جب کسی طرح نہ اپنی خوشی سے اور نہ کچھ خوف کر کے مخالفین اسلام ہوتا قبول ہی نہیں کرتے تو اس وقت ان سے مقابلہ کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ سر اٹھانا چھوڑ دیں مسلمانوں سے درپے عداوت نہ ہوں ان کی ایذا رسانی سے باز رہیں مسلمان ان کی ضرر رسانی سے محفوظ رہ کر نفع حاصل کر سکیں یہاں تک کہ آخر کار مسلمان ان کو فوجی بنا لیتے ہیں یعنی ان سے صلح کر کے ان کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں کہ ہم لوگ تمہاری جان و مال اور آبرو کی

پوری پوری محافظت کرینگے جو قانون کہ مسلمانوں کے لئے تمام معاملات میں جاری ہو تمہارے لئے بھی وہی قانون رہے گا ہم تمہارے دین سے تعرض نہیں کرتے تم اپنے دین کے پابند رہو کہے کے مختار ہو اور یہ کہہ کر ان کا معاملہ آخرت پر خدا کے حوالے کرتے ہیں اور انہیں مجبور نہیں کرتے۔ پس اگر اسلامی جہاد کا پہلی شریعتوں کے جہاد سے مقابلہ کیا جائے۔ تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اس میں طرح طرح کی آسانیاں پائی جاتی ہیں کہ جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ پر حکم نہیں مبنی کہ تمام دشمنوں کا پورے طور سے قلع و قمع کر دیا جائے یہاں تک کہ ننھے ننھے بچے بھی مار ڈالے جائیں جیسا کہ پہلی شریعتوں میں حکم تھا جو شخص کہ اس میں کے ساتھ پہلے شریعتوں کے جہاد کو احکام سے بھی واقف ہوگا اسے صاف معلوم ہو جائیگا کہ ان میں اور اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اسے اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ شریعت محمدیہ کے جہاد میں انتہا درجہ کا عدل و انصاف مد نظر رکھا گیا ہے۔

اسی طرح اس فرقہ نے شریعت محمدیہ کی ساری عبادتوں میں غور کیا تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ اُسی کے اعمال میں جیسے کہ چاہئے پورے طور پر اس بات کی رعایت کی گئی ہے کہ ان میں خالق کی اچھی طرح سے تعظیم پائی جائے اور مخلوق پر سراسر مہربانی ہو اور نیز اس فرقہ نے یہ دیکھا کہ ان سب اعمال کا نفع اس عبادت کرنے والے ہی کو ملتا ہے خدا کو مخلوق کی اطاعت سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا اسلئے کہ اسے ضرورت ہی کیا ہے خدا تو تمام مخلوقات سے بالکل بے نیاز ہے۔

پھر اس گروہ نے شریعت کے ان قوانین میں غور کیا جو اس نے اس غرض سے مقرر کئے ہیں کہ حق و سادوں کا حق نہ مارا جائے اس کی پوری حفاظت ہو۔ رعایا میں سے خواہ مسلمان نہ ہوں یا غیر قوم کے لوگ کسی پر کوئی بدعاشی ظلم نہ کرنے پائے کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے چنانچہ ان قوانین کو بھی انہوں نے اعلیٰ درجہ کا پایا۔

اسی طرح اس فرقہ نے دیکھا کہ اس شریعت نے از دواں کے احکام بھی نہایت ہی باقاعدہ مقرر کئے ہیں چنانچہ اس نے زوجہ و شوہر دونوں کے لئے کچھ اتفاق کی حالت میں حقوق قرار دیے ہیں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے جو قوانین شریعت میں ہیں ان پر اس فرقہ کا عمل ہو کر ان کو اعلیٰ درجہ کا پایا

قوانین از دواں اور ان کا نہایت باقاعدہ ہونا

اور کچھ اُس وقت جبکہ وہ علمِ حدی کی اختیار کرنا چاہیں۔ اور اُس نے اس بات کی اجازت دی ہو کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ رہے۔ کیونکہ اگر اُن کو اس کی اجازت نہ دی جاتی اور پھر اُن میں کسی وجہ سے آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن و شوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہو جاتا کرتی ہے تو اُس وقت یہ بات کچھ بعید نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد پھیلے جب خواہش نفسانی کا کسی پر غلبہ ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کی جاتی بغیرت بننا پڑتا علاوہ اسکے جب عورت بائخ ہوتی اور مرد میں سچ پیدا کرانے کی قابلیت پائی جاتی یا بالعکس قصہ ہوتا تو ان دونوں میں سے ایک شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اس لئے اُن کو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق ٹھہرا پھر اُس نے طلاق دینا مرد کے اختیار میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہو وہ زیادہ طرح ہو سکتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی زود رنج ہو کر تکی ہیں اور اسکا پتہ اُس وقت لگ سکتا ہے جب کہ وہ بچوں کی خصلتوں میں باہم مقابلہ کیا جائے ماسوائے اسکے چونکہ عورت کا خرچ پیغمبر مردی کے ذمہ ہے تو وہ جب تک مجبور نہ ہو جائیگا اُس وقت تک اُسکو چھوڑ کر کبھی اپنا نقصان گوارا نہ کرے گا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اسکے خلاف عمل بھی آئے تو اسکا اعتبار نہیں ہو سکتا بلکہ خرچ بخلاف عورت کے مردی کے ذمہ شریعت نے اسلئے مقرر کیا ہے کہ مرد فطرتی طور پر نسبت عورت کے جسمانی سبخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل معاش پر زیادہ قادر ہے اور چونکہ چھ شقیں اس میں پیش ہونگی وہ بخوبی برداشت کر سکتا ہے ہاں عورت کے لئے یہ مناسب ہے کہ خانداری کے اندرونی انتظامات کی دیکھ بھال کرے بچوں کی غور و پرداخت میں مشغول ہو جیسا کہ مرد پر ذہنی مصلحتوں کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اس طرح پر عورت جو کہ مغرب طبع اور مردوں کی منظور نظر ہے گھر سے باہر نکلنے پر بھی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہے گی۔ اسی لئے فتنہ اور سیلاب حرام کاری کے انسداد کی غرض سے جو کہ شرعاً اور عقلاً دونوں اعتبار سے

ف
عورت کو جسے مرد میں
بہت سی حکمت اور یہ
کہ وہ اگر قوی نہ ہو
میں نہ رہ سکتی
مگر اسکی حفاظت کا ذریعہ

تبیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجے کے اوصاف میں سے ہے اور اُن کے لئے بڑے افتخار کا باعث ہے جبکہ اس وصف میں وہ کامل ہوں اتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں۔ پس جس طرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھاتے اور سات پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں اسی طرح پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے انہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت بچا یا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ عورتوں سے پردہ کیا کریں اور یہ خیال کرنا بھی بجا ہے جیسا کہ بعض کم فہم خیال کراتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں قید کرنے کی مثل ہے اُن پر بڑی تنگی کی جاتی ہے جس سے کہ اُن کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہوئی جاتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہا کرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے اپنے پیدائش ہی کے زمانہ سے وہ پردے کے ساتھ مالوف ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اُس کی فطرت میں داخل ہو جاتا ہے اُسکو یہاں تک پردے کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اُس سے انس اور محبت کرنے لگتی ہے اُسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیسا کہ اپنی اور طبعی عادات کو جتنے کہ جو عورتیں اس میں ذرا کوتاہی کرتی ہیں انہیں شرم لانے پر آمادہ ہو جاتی ہے اُن کو بے شرم بیباک قرار دیتی ہے اُسکو اُن کا ہلکا پن خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اُسے خوشی سے قبول کر کے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی امیدوار بن جاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم تو جب ہوتا کہ اُسے وہ اپنی خوشی سے نا اختیار کرتی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں پہنچ ہی نہیں ہو۔

حق تو یہ ہے کہ اس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کی جاتی ہے بدکاروں اور بد معاشوں کی نظروں سے خوب بچایا جاتا ہے اور یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ

عورتوں کی پردہ
اور اُن کو بچی
مردوں سے میل
جول کرے کی
حرایاں ۱۲

بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زبان درازی کا موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی ان کی عادتیں اچھی نہیں ہوا کرتی ہیں ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہو سکتا ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اُسکے خاوند کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اُسکے بطن سے پیدا ہوگی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کر لے گا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اسوقت شیطان کو اُسکے دل میں عورت کی نسبت و سوسہ ڈالنے کی گنجائش نہ رہے گی بخلاف اُس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں کو میل جول رکھتی ہو۔

باوجود ان سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اُسے دینی احکام سمجھنا ہیں اور اُسکا خاوند یا اور عزیز و قریب اُسکو نہیں بتلا سکتا یا اپنے بھائی بندوں سے اُسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہے لیکن وہی پردے کے ساتھ تاکہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں کے ہیجان کا باعث نہ ہو جس میں کہ اُسکی پارسائی اور آبرو پر حرف نہ اُٹنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہ یہی حکم دے گی کہ بیشک عورت کے لئے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے نہ ان دشوہرہ دونوں کا اس میں فائدہ ہے بلکہ یوں کہئے کہ اسکا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے شہروں سے فساد دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اٹالیاں پولیس کو حراستکاری کے لئے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکار لوگ ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے جمع ہو آئیں کیونکہ وہاں کے بے باک لوگوں کی خواہش نفسانی میں بھی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چندال جوش نہیں پیدا ہوتا جس کی وجہ سے بدکار لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہونے سے محفوظ رہتے ہیں بخلاف ان شہروں کے جہاں کہ عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بوجہ پھرتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی مینوسپلی کو حراستکاری کے لئے خاص خاص مقامات متعین کرنے کا

اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکاروں کو ان سے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اس فعل شنیع کی یہاں تک کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی تعداد پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونے والے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اس نامعقول امر کے اختیار کرنے پر مجبور ہیں پس اگر ان بدکاروں سے جو جنکی شہوتیں کہ عورتوں کو نگاہ کھلا دیکھتے دیکھتے ترقی کر چکی ہیں انہیں خوف نہ ہونا اور آپر دوڑے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ ان کو نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ میں ہماری کچھ چلنے نہ دینگے تو وہ کبھی ایسے قابل نفرت آدمی کا ازواج نہ کرتے نفیس اور شرم ہے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے مدعی ہوں اور حیوانی حرکات اختیار کر کے اپنی عورتوں کی حفاظت کریں۔ کاش اگر وہ عورتوں کے پردہ کا انتظام کرتے تو پھر انہیں ایسے قابل ملامت فعل کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اب یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ عورتوں کا بے پردہ ہو کر نکلنا نہایت ہی ضرر کی بات ہے اور بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کے پردے میں ترے سے نقصان ہے تو بے پردگی میں اس سے بڑھ کر نقصان متصور ہے اور بظاہر ہے کہ جس میں کم ضرر ہو اسی کا اختیار کرنا عقلاً و نقلاً بہتر ہو اگر تا ہے چہ جائیکہ بے پردگی میں بکثرت نقصانات ہوں اور پردہ کرنے میں سراسر فائدہ سے ہی فائدہ ہے ہوں کہ جسکو ہر عاقل مان لیگا۔

پھر اس فرقہ نے جب کہ بشیوعیت محمدیہ کے قوانین معاملات کی طرف توجہ کی اور خرید و فروخت۔ کرایہ شرکت۔ قرض وغیرہ کے احکام میں غور کیا اور دیکھا کہ جائداد کی تقسیم اس میں بالکل حکمت کے موافق ہے اسی شخص کو اس میں ترجیح دی گئی ہے جسکو کہ حاجت زیادہ ہو اگر تھی ہے۔ جسکے ساتھ کہ بہت ہی نزدیک کی قرابت پائی جاتی ہے اور امداد کے موقع پر جس سے کہ مدد پہنچنے کی زیادہ امید ہو سکتی ہے پس انہیں یہ معلوم ہوا کہ سارے احکام نہایت کی کامل انتظام اور بندوبست کی رعایت کر کے مقرر کئے گئے ہیں جس میں کہ تمام معاملات انصاف کے موافق ہوں اور منڈیعت نہ ہو بلکہ پیادے۔ پھر اس فرقہ نے حدود اور قصاص اور ان تعزیرات میں غور کیا جو کہ اس شریعت نے لوگوں کو جان مال

ف
قوانین معاملات
بیع اجارہ و غیرہ کا
ترتیب محمدیہ
نہایت عدل کے
موافق ہونا جس
تنارعات کا
سب کے اسد
ہو سکتا ہے

ف
حدود و قصاص
و تعزیرات کا

آبرو اور عقل کی حفاظت کے لئے مقرر کئے ہیں پس اُن سب کو اُنہوں نے بالکل حکمت کی موافق اور امن و امان کا ذمہ وار پایا بیان اُسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کرے گا تو وہ بھی قتل کیا جائیگا تو پھر وہ قتل سے خود باز رہیگا اس طرح سے کم سے کم دوا دیوں کی جان بچنے کی اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارو ہوا ہے کہ قصاص لینے میں زندگی حاصل ہوتی ہے۔

حدیث اور
اس کی حکمت

علیٰ نہ العیاس جسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چوری کرنے سے اُسکا خیانت کرنے والا ہاتھ قطع کر دیا جائیگا تو پھر اُسے چوری کرنے کی جرأت نہ ہوگی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دو متمذوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کھٹکانہ رہیگا۔ ایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض کا کیا اچھا جواب دیا ہے جبکہ اُس نے یہ اعتراض کیا کہ عجب تماشے کی بات ہے کہ ہاتھ کی دیت تو پانچ سو اشرفیاں دینا پڑیں اور جب کوئی چوتھائی دینا رہی چلے تو اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں بیش قیمت ہو اور خیانت کی ذلت بالکل ارزاں ہے۔ اور اُس کی بقدری کی کچھ پروا نہیں ہو سکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھ جاؤ

جو جس کی
حکمت

چونکہ حرام کاری باوجود بہتیری خراموں کے اُس بچے کے قتل کا سبب ہوا کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اُسکا نسب بے پتہ ہوتا ہے اُسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرتا تاکہ اُسکی مدد کرے اور نہ کوئی اُسکا پرورش کرنے والا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اکثر مر جا یا کرتا ہے اسلئے شریعت نے حرام کاری کرنے والوں کی جبکہ وہ اپنی منکوہ سے متنع ہو چکا ہے یہ سزا قرار دی ہے کہ پتھروں سے اُسے مار ڈالیں تاکہ جیسے کہ شہوت رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اُسی طرح اُس کا ہر عضو اُس کی سزا کا مزد بھی چکے لے۔ اور اگر وہ حرام کار یا سنا ہو تو اُس وقت کسی قدر اُسکو معذور رکھ کر صرف سو کوڑوں ہی پر اکتفا کیا گیا ہے جو کہ اُسکی سارے اعضا پر لگائے جائیں گے جنہوں نے کہ بجا شہوت رانی کی لذت اٹھائی تھی ناں وہ مقامات مستثنیٰ ہیں جن پر ضرب لگنے سے موت کا اندیشہ ہو۔ یا اُن سے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سو کوڑوں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو

جذہ مجرب اور
اسکے سوا کسی
حکمت

آبرو اور عقل کی حفاظت کے لئے مقرر کئے ہیں پس اُن سب کو اُنہوں نے بالکل حکمت کی موافق اور امن و امان کا ذمہ دار پایا بیان اُسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیگا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کر لیگا تو وہ بھی قتل کیا جائیگا تو پھر وہ قتل سے باز رہیگا اس طرح سے کم سے کم دوا دیوں کی جان بچے گی اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارو ہوا ہے کہ قصاص لینے میں زندگی حاصل ہوتی ہے۔

حد سزا اور
اس کی حکمت

علیٰ نہ القیاس جسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چوری کرنے سے اُسکا خیانت کرنے والا نہ کاٹھ قطع کر دیا جائیگا تو پھر اُسے چوری کرنے کی جرأت نہ ہوگی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دو متمذوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کھٹکانہ رہیگا۔ ایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض کا کیا اچھا جواب دیا ہے جبکہ اُس نے یہ اعتراض کیا کہ عجب نمائش کی بات ہے کہ ہاتھ کی ریت تو پانچواں شرفیاں دینا پڑیں اور جب کوئی چوتھائی دینا رہی چلے تو اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں بیش قیمت ہو اور خیانت کی ذلت بالکل ارزاں ہے۔ اور اُس کی بقدری کی کچھ پروا نہیں ہو سکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھ جاؤ

یہ حد جس کی
حکمت

چونکہ حرام کاری باوجود بہتیری خراموں کے اُس بچے کے قتل کا سبب ہوا کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اُسکا نسب بے پتہ ہوتا ہے اُسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرتا مگر اُسکی مدد کرے اور نہ کوئی اُسکا پرورش کرنے والا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اکثر مر جا یا کرتا ہے اسلئے شریعت نے حرام کاری کرنے والوں کی جبکہ وہ اپنی منکوحہ سے متنع ہو چکا ہے یہ سزا قرار دی ہے کہ پتھروں سے اُسے مار ڈالیں تاکہ جیسے کہ شہوت رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اُسی طرح اُس کا ہر عضو اُس کی سزا کا مزہ بھی چکھ لے۔ اور اگر وہ حرام کار ایسا نہ ہو تو اُس وقت کسی قدر اُسکو معذور رکھ کر صرف سوکڑوں ہی پر اکتفا کیا گیا ہے جو کہ اُسکے سارے اعضا پر لگائے جائیں گے جنہوں نے کہ بجا شہوت رانی کی لذت اٹھائی تھی ناں وہ مقامات مستثنیٰ ہیں جن پر ضرب لگنے سے موت کا اندیشہ ہو۔ یا اُن سے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سوکڑوں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو

جائزہ مجرم اور
اُسکو سزا دینا
حکمت

پس آبرو کے بارے میں اُس کی بے عزتی نہیں ہوتی جتنی کہ بلوغ آدمی کی اسی طرح اگر وہ اپنی عمر طبعی یعنی سو برس تک زندہ رہے تو آخر کے پانچ سالوں میں چونکہ اُس کے شہوت و قویٰ میں انتہا درجہ کا ضعف ہو جاتا ہے تو نہایت مشکل سے اُس کی نسبت کسی بخش امر کے ساتھ متم ہونیکا گمان ہو سکتا ہے اس لئے غالباً اس مدت میں بھی اُس کی بے عزتی ہونا بہت ہی مستبعد امر معلوم ہوتا ہے پس وہ زمانہ جس میں کہ اُس کی آبرو کی کامل طور پر محافظت کی اکثر ضرورت پڑ سکتی ہے وہ صرف انہی برس ٹھہرتے ہیں پس اسی وجہ سے شریعت نے ایہ شخص کی مزاج کسی دوسرے کو تہمت لگا کر اُس کی آبروریزی کرے انہی کوڑے مقرر کئے ہیں گویا کہ اس عدو سے اس زمانہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جس میں کہ آبرو کی پورے طور سے حفاظت کیا کرتے ہیں اور تہمت لگانے والے کو گویا کہ یہ خطاب کیا جاتا ہے کہ تو نے جس کی تہمت لگا کر آبروریزی کی ہے اُس کی آبرو کی پوری پوری حفاظت کرنے کی اس مدت تک ضرورت پڑا کرتی تھی اسی لئے تجھے یہ سزا دی گئی۔

شریعت محمدی علیہ
سابقہ احکام
کی مباح ہے اور
اُس نے انہوں
کی ہر حالت کے
مناسب واجب و
قوانین مقرر کئے
ہیں ۱۲

نچر یہ دیکھئے کہ شرائع سابقہ میں سے بعض میں قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم تھا اور بعض میں معاف کر دینے کا شریعت محمدیہ نے ان دونوں حکموں کو جمع کر لیا اسلئے اُس نے مقتول کے ولی کو اس امر کی اجازت دی ہے کہ اگر چاہے تو وہ قصاص لے لے یا معاف کر دے اور معافی کو تقویٰ کے قریب ٹھیکر کر اُس نے اُس کی ترغیب دی ہے اسی طرح پر آپ اور اکثر احکام کو پائیں گے کہ جو شرائع سابقہ میں جدا جدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے انہیں جمع کر دیا اور سب کا خلاصہ نکال لیا اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو اس میں مجتمع کر لیا۔ نچر اس فرقہ نے اس شریعت کے آداب کو دیکھنا شروع کیا تو ان کو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل مکمل نظر آئے جیسا کہ انہوں نے دیکھا کہ اُس نے کھانے۔ پینے۔ سونے۔ قصاص حاجت کرنے یہاں تک کہ صحبت کرنے تک کے قواعد مقرر کئے ہیں یہ بتلایا ہے کہ باہم اُٹھنے۔ بیٹھنے۔ باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر اور

انسان کی جسد
حالتوں کے فرق
شریعت میں تمام
آداب مقرر کئے
گئے ہیں ۱۳

حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہئے ذرا و شوہر اور تمام عزیز و قریب باہم کیا بڑاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے نہ مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں اسی طرح ہر تمام امور کے ادب و قاعدہ سے اس نے مقرر کر دیے ہیں جنکا کہ شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

پھر اس فرقہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و شرف کی عیاں و شروع کی اور اس بات کی تفسیح کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے ہیں اسکا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہا و درجہ کی باریک بینی اور اعلیٰ درجہ کی تلاش کے بھی انہیں آپ کا کوئی مستحکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا کہ جسکا فائدہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ وابستہ ہوتا اور اس کی منفعت عام نہ ہوتی۔

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم بھی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں اسکا نفع بھی تمام لوگوں کے لئے عام ہے اور اس میں عام مصلحت کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جسکو کہ صفی کہتے ہیں اگرچہ اسکے ساتھ ابتداءً آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قائم رکھنے کے لئے اپنے نفس کی بظاہر تخصیص کیا کرتے تھے جیسا کہ علی العموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اسکے مطیعین کے دل میں خوب مستحکم ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے آخر کار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت براری میں صرف کر ڈالتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا و ادب ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور ایسے کہ دو متمند اس کے لینے سے باز رہیں اور وہ مال حاجتمندوں کو پہنچ جائے اور اس خوبصورتی سے کام انجام پائے کہ مالداروں کو حاجتمندوں سے کینہ رکھنے کا بھی موقع نہ ملے

تو یہ کہ اس بات کو
کہ اس نے تو اس قدر
امریہ کی کئی کئی
اسلام کے حاکم و
غیر کی کئی کئی
کے لئے دین ہی کے
نہیں کہ وہ ان کا
۱۲

موجود ہر چیز
میں نکالتے تھے
کے لئے لوگوں کو
کو دینے کا حکم
دہی اسکا بیان
یہ امر کہ اپنے
کے لئے کسی کو
غیر بنانا اور
کے لئے غنیمت کی
کیا کہ یہ اسکا
۱۲

توالد و ناسل کی قابلیت نہ ہوتی تو عورت کو اولاد سے محفل رہنا پڑتا اب یہ دونوں خیال دفع ہو گئے
 رہی یہ بات کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہاں دیکھنا
 چاہئے۔ لیکن اب ہم ایسی تقریر بیان کرتے ہیں جس سے یہ امر بالکل اور سبب سے ہو جائے کہ طلاق
 کا جائز ہونا عقل کے موافق ہے اور اس سے منع کرنا نظام خداوندی اور ترتیب طبعی کے منافی
 ہے سو اسے اپنی بڑائی کے زعم میں ہٹ دھرمی کرنے والے کے اسکا کوئی مخالف نہیں ہو سکتا
 پس ہم کہتے ہیں کہ اس رسالہ کے شروع میں پیشہ یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ حکمت الہی اس امر
 کو مقتضی ہے کہ نوع انسانی میں توالد و ناسل جاری رہے اور اس کی کثرت ہوتی رہے اور یہ
 کہ مرد میں سن احتلام سے لیکر مرتے دم تک تولید کی استعداد و قابلیت رہتی ہے اور عورت میں
 سن احتلام سے لیکر صرف سن ایاس ہی تک تولید کی قابلیت پائی جاتی ہے اس کے بعد نہیں رہتی
 اور اس مدت کی کل مقدار بنی تیس سال ہوتی ہے۔ پس جب خاوند زوجہ میں مقارنت ہو اور ان
 دونوں میں توالد و ناسل نہ پایا جائے اور یہ بہت ہوتا ہے تو اس صورت میں اسنے احتمال ہونگے
 کہ اسکا مانع یا تو خاوند کی جانب سے ہے۔ پس جس حالت میں کہ طلاق ممنوع ہو تو ان دونوں کی ساری
 عمر بلا نسل کے گزر جائیگی اور اگر ان دونوں میں سے کسی میں تولید کی استعداد موجود رہے گی تو اسے نسل
 سے ناقص محفل رہنا پڑے گا اور کبھی کبھی اس محفل رہنے کی مدت پچاسی برس تک متصور ہو سکتی ہو
 لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو وہ کچھ دن صبر کرنے کے بعد اس عورت کو طلاق دے کر دوسری عورت
 سے مقارنت کر سکیگا۔ اور اس عورت کو بھی دوسرے مرد سے مقارنت کرنا ممکن ہوگا۔

پس ان دونوں میں سے جس میں تولید کی استعداد ہوگی وہ نسل سے کامیاب ہو سکیگا اور
 محفل نہ رہے گا۔ اور جس میں استعداد نہ ہوگی اس پر اپنی حقیقت حال کے ظاہر ہو جانے سے اسکو
 دل کو راحت نصیب ہو جائیگی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان دونوں میں تولید نسل کی استعداد
 موجود ہوتی ہے لیکن ان دونوں کے آئینہ ناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مقارنت
 ہو جائیگی تو ان میں سے ہر ایک کو ممکن ہوگا کہ کسی دوسرے سے مقارنت کر کے نسل حاصل کر سکے

اور اپنی تولید کی استعداد کے شرع سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پھر ہم اُس امر کی طرف رجوع ہوتے ہیں جس کی بحث ہم پہلے کر رہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد: اُس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اُس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اُسے دفعہ دوازلج کی بنا پر ناممکن ہو گا کہ اس بات کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حل کامل کس کی جانب سے ہے کسی دوسری عورت سے مقارنت کرے۔ پس اگر وہ مانع زوج کی جانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہے گا تو اُسے بدستور عقد میں باقی رہنے دے اور اُس فضل و احسان کو جو اُسکے اور زوجہ کے مابین ہے نہ بھولے اسلئے کہ اب اُسکے طلاق دینے سے کیا فائدہ دیکھو نہ وہ دوسرے سے مقارنت کر کے نسل تو حاصل کر ہی نہیں سکتی اسلئے کہ اُس میں سبب مانع عمل موجود ہے اب اُسکے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اسلئے اگر خاوند چاہے تو اُسے اپنے پاس رہنے دے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حل کامل خود اسی خاوند ہی کی جانب سے ہے تو اُسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضا کے موافق یہ نہیں کہتے کہ اُسے اس وقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ عورت دوسرے سے مقارنت کر سکے کیونکہ اُس عورت میں استعداد تولید کا پایا جانا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ اس میں شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عورت میں بھی استعداد تولید موجود نہ ہو اور احکام شک پریشی نہیں ہوا کرتے۔

پھر کبھی طلاق کے جائز کئے جانے کا ایک اور بڑا مهم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند زوجہ میں نفرت پیدا ہو جائے اور اُسکے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مرض کا لاحق ہونا۔ بد صورت ہو جانا۔ آلہ تناسل کا سھل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارے میں اس طرح اُس سے خیانت کرنا کہ اُسکو خاوند ظاہر نہ کر سکتا ہو اور نہ حاکم کے رد و وثاب کرنا اُسے ممکن ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی اور دونوں کے دونوں اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چکھتے رہیں گے اور ان دونوں کی آنکھوں میں فساد اور بے حیائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تنگی

اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پانے کا قصد کر نیگے اور بیچائی کے ارتکاب سے اور نیز دیوث
جنے سے محفوظ اور پاک و صاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ میں کیوں لکھی گئی عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی
اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہو ا کرتی ہے
اور عورت کے خیالات ذرا سی بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ امر
علی العموم مسلم ہے اور پہلے یہ گزر چکا ہے کہ عورت کے انان و نفقہ کی مرد ہی کو تکلیف دی گئی ہے
پس جب عورت سے اُسے کسی قسم کی نفرت پیدا ہو جائیگی تو مرد کے نزدیک راجح یہی امر
ہوگا کہ جہاں تک ہو سکے اسکو برداشت کر لے اس نظر سے کہ اُس کی عقل ثابت اور قوی ہے
اور نیز اُسے یہ خوف بھی لگا ہوگا کہ جو کچھ اُس نے عورت پر خرچ کیا ہے کہیں ضائع اور برباد
نہ ہو جائے پس اس وجہ سے اُسے طلاق دینے اور اُس کی مفارقت اختیار کرنے سے حتی
المقدور باز رہیگا۔ رہی عورت چونکہ وہ ان دونوں باتوں سے (یعنی قوت عقل اور خوف ہلاک
نفقہ) خالی ہے نہایت قریب ہے کہ جب ذرا بھی کوئی نفرت کا باعث پایا جائیگا تو وہ بلا تامل
طلاق دینے اور اُس کی مفارقت اختیار کر لینے پر آمادہ ہو جاوے گی اور اُسکو چھوڑ دوسرے کو
جاؤ صوبہ جیگی۔ پس اسی واسطے خداوندی حکمت کا یہ مقتضا ہوا کہ طلاق مرد ہی کے ہاتھ میں
رہے نہ کہ عورت کے قبضہ میں اور یہی عین حکمت ہے۔ پس سمجھا دے اُسے اُس حالت کے
کہ وہ بالکل مضطر ہو جائے طلاق دینے پر کبھی پیشقدمی نہ کرے۔ رہا بعض بیوقوفوں کا ذرا سی
بات میں طلاق دینے پر پیشقدمی کرنا سو یہ بات حکم شرعی اور نظام عقلی کے خلاف ہے اور خدا
اسکو پسند نہیں کرتا جیسا کہ ائمہ اعلام نے اس کی تصریح کی ہے۔ منصف کے لئے اس نادر
بیان بالکل کافی ہے اب ہم اس زمانہ کے متمدن (سولائزڈ) فرقوں کے کچھ حالات جس سے
کہ ہماری تقریر کی تائید ہوتی ہے ذکر کر کے اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ فرقے
جو شیعہ ہمارے شریعت نے مباح کی ہیں اُن کو مستحسن شمار کرنے لگے ہیں چنانچہ ان فرقوں

میں سے بعضوں نے دوشادیاں جائز کر دی ہیں لیکن دوسری زوجہ اور اُس کی اولاد کی بڑی بُر نصیبی ہے کیونکہ نہ اُسکو یہ لوگ مذہبی زوجہ شمار کرتے ہیں اور نہ اُس کی اولاد مذہبی اولاد سمجھی جاتی ہے پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ متعصب مؤلف عورتوں کے لئے یہاں کیا کہیگا اور بعض ممالک میں طلاق بھی جائز کر دی گئی ہے جیسا کہ اخباروں میں یہ بات شائع و ذائع ہو چکی ہے۔
 جہاں تو صیغہ و ثنا کا خدا ہی مستحق ہے جسے ہماری شریعت کو ایسا بنایا کہ عقلیں اُس کے احکام کو اچھا سمجھتی ہیں اور اُس کے نظام معقول کی پیروی کرتی ہیں ہم ان مؤلف صاحب اور انہیں کے ایسے اور صاحبوں سے امید کرتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں ایسی باتوں سے تعرض نہ کیا کریں جنکو اُن کے پڑوسیوں (اہل اسلام) کے خیالات سے تعلق ہو بلکہ اس کے علاوہ اپنے علوم کو شوق سے بیان کریں اور فخر کریں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ مقدس شریعت کے احکام خداوندی حکمت اور نظامات عقلیہ پر مبنی ہیں اُن کی ضعیف رائیں اُن میں خلل نہیں ڈال سکتیں اور اُسکو اس کثرت سے حامی کار لوگ موجود ہیں جو اُس پر سے اعتراضات دفع کر سکتے ہیں۔ اور قیامت تک دفع کرتے رہیں گے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

سرِ بنانیکی حکمت

پھر چونکہ لونڈیاں یعنی وہ عورتیں جو کہ لڑائی میں گرفتار ہو کر آتی ہیں افزائش نسل سے محروم رہی جاتی تھیں کیونکہ غلاموں کا کاروبار خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نکاح کر کے اُن کی خبر گیری کرنا فراموش امر ہے بلکہ یوں کہیے کہ وہ نکاح کے حقوق ادا کرنے پر پورے طور سے قادر ہی نہیں اسلئے اُن کے (لونڈیوں کے) مانگوں کو گو وہ چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں متمتع ہونے کی اجازت بھی ہے تاکہ وہ توالد و تناسل سے بیکار نہ رہیں۔

اور غلام کو اس امر کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی مالکہ کا شوہر بن سکے کیونکہ عورت کے مالک ہونے کا تو یہ مقتضا ہے کہ وہ غلام پر حکومت کر سکے وہ اُسکے قبضہ میں رہے اُسپر پورا اختیار حاصل ہو۔

اگر وہ اسکا شوہر بن سکتا تو چاہئے تھا کہ اس کی مالکدہ حیثیت اسکی زوجہ ہونے کے اسکی فراہم کردہ کی کرے اور غلام کو اسپر قبضہ حاصل ہو پس اس مناقضت اور مخالفت کی وجہ سے باہم معاشرت کرنے میں بڑا خلل واقع ہوتا دونوں میں کبھی موافقت نہیں ہو سکتی اور اس بد انتظامی سے سارا عیش و آرام خاک میں مل جاتا حالانکہ یہ امر اس منصف اور عادل شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے ہاں غلام کو دوسری عورتوں سے نکاح کی اجازت ہو۔

پھر اس فرقہ کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے آپ کے بعد آپ کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اور جب انہوں نے اس بارہ میں غور و فکر سے کام لیا تو پھر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ امر نہایت عظیم الشان حکمتوں پر مبنی ہے۔ اول تو یہ کہ آپ کی تعلیم کرنا بلکہ تمام رسولوں کے مطیعین کا ان کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا شرائع سابقہ میں ایک مافیہ ہوتی بات ہے اور آپ کے ساتھ ادب کی غایت کے ضروری ہونے کے علاوہ یہ امر فی نفسہ بھی مستحسن معلوم ہوتا ہے کیونکہ علی العہد انسانی طبیعتوں پر یہ امر گراں گذرتا ہے کہ آج کے بعد کوئی دوسرا ان کی عورتوں سے شادی کر لے اور اس امر کی رعایت سوائے آپ کی کسی دوسرے کے لئے اگرچہ وہ اس اُمت کے بڑے لوگوں میں شمار کیوں نہ ہوتا ہو اور بڑا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو اس لئے نہیں کی گئی تاکہ افزائش نسل کے بارہ میں تنگی نہ پہنچے پانچ۔ دوسرے یہ کہ خلافت کے بارہ میں بلا استحقاق دخل دہی کا اسناد کر دیا جائے۔ کیونکہ بالفرض اگر آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنے کی اجازت ہوتی تو جو شخص ان میں سے کسی سے بھی نکاح کر لیتا تو وہ اگرچہ جانشینی کے قابل بھی نہ ہوتا لیکن عام لوگوں پر تسلط حاصل کر لیتا اور یہ کہہ کر لوگوں کی عقلوں کو فریب دیتا کہ میرے پاس تو تمہارے رسول کی زوجہ موجود ہے اس وجہ سے مجھے اور ول پر ترجیح حاصل ہے اور بیشک میں خلافت و جانشینی کا استحقاق رکھتا ہوں اور آپ کی زوجہ مطہرہ کو اپنے دلی ارادوں میں عام لوگوں پر جو نادران ہوا کرتے ہیں فتح حاصل کرنے کے لئے آڑ بنا لیتا۔ اور یہ بات کوئی بے بنیاد نہیں ہے کیونکہ برابر

رسول یا رسول اللہ کی
ازواج سے آپ
کے بعد نکاح حرام
ہونا امر الکی حکم
ہو۔

دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی ملکی تغیرات کی وجہ سے کسی نے پہلے بادشاہ کی بیگم سے اس کے مرنے کے بعد شادی کر لی تو وہ اس حیلہ سے ملک پر قابض بن بیٹھا جس کی تاریخ شاہد ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر اس کی اجازت ہوتی تو آپ کے پیروی کرنے والوں میں نئے فساد پیدا ہو جاتا کیونکہ ہر شخص یہی چاہتا کہ اپنے رسول کی زوجہ مطہرہ کو اپنے پاس رکھے تاکہ اس کو ان کے پاس رہنے سے شرف حاصل ہو ان کی اولاد سے برکت حاصل کرنا نصیب ہو اس اعلیٰ درجہ کی بزرگی سے فیضیاب ہو کر اپنے ہچکچاہٹوں پر فخر کرنے کا موقع مل جائے ان کے ذریعے سے ان باتوں پر نفیست ہو جائے۔ جو بڑے بڑے سمجھداروں کو بھی معلوم نہیں اس طرح باہم ان میں بڑی مخالفت پیدا ہو جاتی جس کی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جاتا پس اس امر کے انسداد کی غرض سے بالکل مصلحت کے موافق شریعت نے آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا قطعی حرام کر دیا چوتھے یہ کہ اگر آپ کی ازواج مطہرات آپ کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرتیں تو بیشک ان کے منصب عالی اور مرتبہ عظیمہ کی بقید رہی ہوتی اور تمام امت کے دلوں میں ان کی وہ قدر و منزلت باقی رہتی جو ان کو اب حاصل تھی کیونکہ اس عورت کی حالت جو کہ ایسے جلیل القدر خدا کے رسول کے پاس پہنچی ہو اور پھر وہ کسی دوسرے کے پاس رہے گویا وہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ شمار کیا جاتا ہو بالکل اس شے کی مثل ہے جس کو کہ کسی نے بلند سی سے پستی میں ڈال دیا ہو یا اس شخص کی مثل جس کو کہ شاہی کے بعد گدا فی نصیب ہوئی ہو۔ اور پھر لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے نفرت پیدا ہو جاتی اور اس وجہ سے کہ وہ بعد آپ کے ایسے شخص کے قبضہ میں نہیں آتے کہ جس کے لئے تمام معاصی اور قبائح سے محفوظ اور معصوم ہونا ضروری نہیں ان کی شرعی باتوں کی نسبت لوگ مشکوک ہو جاتے اور ممکن تھا کہ ان کو یہ خیال ہو جاتا کہ وہ اپنے جدید شوہر کی خواہش کے موافق سارے اقوال و اعمال میں غلطی کر رہے ہیں اور اسی کے خیالات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لے کر رواج دیتی ہیں دینہ سمجھتے کہ ان کی نسبت ایسا خیال کرنا صحیح ہو سکتا ہے حاشا و کلا وہ با عصمت بی بیان ایسی باتوں سے بالکل مبرا ہیں بلکہ ان کی شان میں ایسا

گمان کرنا نہایت بے انصافی پر مبنی ہے اس تقریر کا صرف مقصود یہ ہے کہ ایسی حالت میں لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونا کوئی بعید نہیں تھا اُن کو یہ شک پیدا ہو سکتا تھا اور اگر کہیں ایسا ہوتا تو اس کو اُن کے اُن علوم کے ثمرات کثیرہ سے جن پر کہ دین کے بڑے جلیل القدر احکام مبنی ہیں اور جنہیں کہ انہیں پاکدامنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بالکل محروم رہنا پڑتا اور وہ احکام ہمیں معلوم نہ ہوتے جو آپ کے اُن اقوال و افعال سے مستنبط کئے گئے ہیں جن کی روایت کرنے والی یہی عصمتِ تابِ عورتیں ہیں جو کہ آپ کے ساتھ کھائے پینے سونے بیٹھنے جلوت و خلوت سب میں شریک رہتی تھیں اور اس طرح پر انہیں علومِ نبوت سے واقفیت پیدا کر نہیگا بہت اچھا اور قوی ذریعہ حاصل تھا اسی وجہ سے اکثر احکام ہم کو انہیں کے وسیلے سے معلوم ہوئے ہیں۔ پس اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہتیں تو اُن کی غفلت کہاں باقی رہتی اور وہ وثوق جو اُن کی خبروں پر اب حاصل ہے۔ اُسکا کہاں پتہ لگتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم ہم سے فوت ہو جاتے علاوہ بریں اس نکلج کے حرام کرنے میں خدا جانے اور کتنی حکمتیں اور اسرار پائے جاتے ہیں جو کہ غور کرنے کے بعد منصف کے نزدیک مخفی نہیں رہ سکتے۔ پس اگر آپ کے بعد نکلج کرنے کی انہیں اجازت نہ ہونے سے خاص اُن کا ضرر بھی ہو تو اُس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا مصلحت عام شخصی مصلحت پر ہمیشہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی نفسانی غرض یا پست خیالات پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس بحث اور تدقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسی باتوں سے بالکل بے ہیں آپ کی نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی جیسا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کر کے خدا کا مقرر کیا ہوا حکم ہے۔ پس جبکہ یہ فرق شریعت محمدیہ اور اس کے انتظامات کی جانچ کر چکا اور اُس کو اسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب و غریب حکمتیں جبکا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے معلوم ہو چکیں تو آپس میں یوں کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اسکو تو ماننا ہی چاہئے

پس بیشک جو کچھ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ بھلا کیفے
تو کسی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بے پڑھے آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش
پائی اپنے وطن سے سوائے تھوڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور بھی چند ماہ کے لئے کہ جو
مدت تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو تمام عمر میں
اپنے شہر میں کسی واقف کار اور دانشمند کی صحبت میں رہنے کا کبھی اتفاق ہوا اور نہ یہ
مثابت ہوا کہ آپ نے کبھی ملکی قوانین یا شریعت میں سے قدرے قلیل بھی سیکھنے کا اہتمام
کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل مل گئی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب و غریب انتظام
و ترتیب کو مستنبط کر لیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو جس میں کہ تمام عمدہ خصائل
پائے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام ہوتا ہو ان کے حالات کی اصلاح
ہوتی ہو ان کے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں ان کے شہر آباد ہوتے ہوں انہیں شہریوں سے
پناہ ملتی ہو اسی طرح اُس میں تمام اس قسم کی چیزیں موجود ہوں جن سے کہ بنی آدم کو نفع پہنچتا
ہو۔ اور جملہ ضرر رساں اشیاء سے وہ محفوظ رہتے ہوں باوجود اس کے اُس میں تمام عالم
کی پرورش کرنے والے کے بارہ میں صحیح عقیدے بھی پائے جاتے ہوں جن میں کہ نسبت
اور بے بنیاد خیالات کا کہیں پتہ نہو۔ اسی طرح پر اُس میں خلقت کے رہنا اور برگزیدہ سوا ل
کی نسبت بھی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو۔

یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند ساری لوگوں سے
زیادہ واقف کار بہت بڑے فلسفی سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر بھی ہوتے
تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تنہا ان تمام چیزوں پر عادی ہو سکتے
اور آپ کے لئے ان سب اشیاء کا جمع کر لینا ممکن ہوتا ماں اُس وقت بیشک یہ بات سمجھ
میں آ سکتی ہے کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے ان تمام امور کی طرف آپ
کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلادیا ہو ان سب کے بھید سمجھا دیے ہوں اور پھر لوگوں

کی تعلیم کا انہیں حکم دیا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بھی یہ بات نصیب نہیں ہوئی کہ تمام امور میں ماہر ہو گئے ہوں گو ان کی کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی واقفیت کیوں نہ ہو اور جہلہ فنون پر ہی نظر کیوں نہ رکھتے ہوں بہت ہوا تو ایک دودفن میں ان کو کمال حاصل ہو گیا جالینوس ہی کو دیکھئے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا۔ ارسطو حکمت نظری اور الہیات کا ماہر تھا۔ بقراط کا پایہ طب میں بلند تھا۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسی طرح کوئی کسی فن میں اور کوئی کسی فن میں کامل ہو گیا اب رہا یہ امر کہ حکماء اور عقلا میں سے کسی کو تمام فنون میں بھی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اسے معرفت نصیب ہو گئی ہو یہ بات تو کبھی ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آسکتی ہے۔ ماں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جائے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کوئی چیز بھی اس نے نہیں چھوڑی چنانچہ اسکام پہلے بیان کر چکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اس نے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اس کو خوب شرح و بسط سے ذکر کر دیا اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور عاشر یا نفس کے مہذب کرنے میں ان کی ضرورت نہ پڑتی تھی ان کی طرف محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا کہ اس طرح پر یہ بات بتلا دی کہ ان کے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو ان کے جاننے والوں سے سیکھ لو پتہ ہم نے بتلا دیا ہے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب اور صناعات وغیرہ کے بارے میں اس نے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو ان کے تحصیل کی چندل تکلیف نہیں دی اس کو محض ان کی خوشی اور مصلحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اس شخص کو نظر آسکتی ہیں جو ان پر مطلع ہونے کی غرض سے اس کی بخوبی جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ بھلا اس شخص کو کیا پتہ لگ سکتا ہے جو کہ نظر تعصب اس کو دیکھے یا اسکے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جائے اور محض بعض مباحث پر واقفیت حاصل کر کے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہو گئی چاہے حضرت کو

کی تعلیم کا انہیں حکم دیا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بھی یہ بات نصیب نہیں ہوئی کہ تمام امور میں ماہر ہو گئے ہوں گو ان کی کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی واقفیت کیوں نہ ہو اور جہلہ فنون پر ہی نظر کیوں نہ رکھتے ہوں بہت ہوا تو ایک دودفن میں ان کو کمال حاصل ہو گیا جالینوس ہی کو دیکھئے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا۔ ارسطو حکمت نظری اور الہیات کا ماہر تھا۔ بقراط کا پایہ طب میں بلند تھا۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسی طرح کوئی کسی فن میں اور کوئی کسی فن میں کامل ہو گیا اب رہا یہ امر کہ حکماء اور عقلا میں سے کسی کو تمام فنون میں بھی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اسے معرفت نصیب ہو گئی ہو یہ بات تو کبھی ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آسکتی ہے۔ ہاں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جائے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کوئی چیز بھی اس نے منہ پر چھوڑی چنانچہ اسکام پہلے بیان کر چکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اس نے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اس کو تو خوب شرح و بسط سے ذکر کر دیا اور کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور عاشر یا نفس کے مہذب کرنے میں ان کی ضرورت نہ پڑتی تھی ان کی طرف محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا کہ اس طرح پر یہ بات بتلا دی کہ ان کے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو ان کے جاننے والوں سے سیکھ لو پتہ ہم نے بتلا دیا ہے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب اور صناعات وغیرہ کے بارے میں اس نے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو ان کے تحصیل کی چندل تکلیف نہیں دی اس کو محض ان کی خوشی اور مصلحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اس شخص کو نظر آسکتی ہیں جو ان پر مطلع ہونے کی غرض سے اس کی بخوبی جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ بھلا اس شخص کو کیا پتہ لگ سکتا ہے جو کہ نظر تعصب اس کو دیکھے یا اسکے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جائے اور محض بعض مباحث پر واقفیت حاصل کر کے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہو گئی چاہے حضرت کو

پڑتا اور اُن کا نظام فاسد ہو جاتا چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کو تجویز کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

کہنیں آپ بعض نادانوں کی یاد وہ گوئیوں سے گھبرانے جائیں کیونکہ اس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چیمکیوں کیاں کی ہیں یہاں تک کہ بعض وہ لوگ بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں جو اپنا تعلقی اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں اُن کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی اُن کی اتنی نظری نہیں ہے کہ انہیں کچھ دکھلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل ناواقف ہیں صرف اُنہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سُن لیا ہے اسی بنا پر اُن کا بقدر نفس طرح طرح کی باتیں بھگوانے لگا ہے اور اُن کی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لئے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قوانین کافی نہیں اس زمانہ کے لئے نیا قانون بننا چاہئے اور یہ سمجھ کر غیر قوموں کے بعض بعض قوانین اختیار کرنے کا اپنا آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور سچ پوچھئے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہیں کہ جن سے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کر سکتا اور اُن کے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر اُن میں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو اُسکے ساتھ ہی بہت سی غریباں بھی نظر آئیں گی یاد وہی حقیقت اسی شریعت کے کامل قواعد سے ماخوذ نکلیں گے جنہیں کہ اُن لوگوں نے اسلامی لباس اُنار کر دیا لباس پہنا رکھا ہے جس کی وجہ سے اُن کی اصلی صورت اچھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی ایسی وجہ سے کم فہم لوگ اُسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے اُنکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی حکمتوں کی اُن میں رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اُس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرتا اسپر یہ بات روشن ہو جاتی کہ اس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلیٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانہ موجودہ کیا معنی بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لئے پورے پورے کافی ہیں اُس کے قواعد کے سامنے ان ناقص قاعدوں کا ذکر کرنا ہی بیجا ہے

بعض لوگ جبریت کی حقیقت نہ سمجھتے ہیں اُن کے اس خیال کی غلطی کہ شریعت کے قوانین اس زمانہ کے موافق نہیں ہو سکتے یہ ہے کہ دوسری قوموں کے قواعد یا تو ناقص ہیں یا اسی شریعت سے ماخوذ ہیں اور کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ کوئی ضد زمانہ بنایا نہیں کہ وہ کمین ہوا اور شریعت اس سے عالی

پڑتا اور اُن کا نظام فاسد ہو جاتا چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کو تجویز کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

کہنیں آپ بعض نادانوں کی یاد وہ گوئیوں سے گھبرانے جائیں کیونکہ اس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چیمکیوں کیاں کی ہیں یہاں تک کہ بعض وہ لوگ بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں جو اپنا تعلقی اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں اُن کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی اُن کی اتنی نظری نہیں ہے کہ انہیں کچھ دکھلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل ناواقف ہیں صرف اُنہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سُن لیا ہے اسی بنا پر اُن کا بقدر نفس طرح طرح کی باتیں بھگوانے لگا ہے اور اُن کی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لئے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قوانین کافی نہیں اس زمانہ کے لئے نیا قانون بننا چاہئے اور یہ سمجھ کر غیر قوموں کے بعض بعض قوانین اختیار کرنے کا اپنا آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور سچ پوچھئے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہیں کہ جن سے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کر سکتا اور اُن کے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر اُن میں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو اُسکے ساتھ ہی بہت سی غریباں بھی نظر آئیں گی یاد وہی حقیقت اسی شریعت کے کامل قواعد سے ماخوذ نکلیں گے جنہیں کہ اُن لوگوں نے اسلامی لباس اُنار کر دیا لباس پہنا رکھا ہے جس کی وجہ سے اُن کی اصلی صورت اچھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی ایسی وجہ سے کم فہم لوگ اُسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے اُنکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی حکمتوں کی اُن میں رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اُس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرتا اسپر یہ بات روشن ہو جاتی کہ اس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلیٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانہ موجودہ کیا معنی بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لئے پورے پورے کافی ہیں اُس کے قواعد کے سامنے ان ناقص قاعدوں کا ذکر کرنا ہی بیجا ہے

بعض لوگ جبریت کی حقیقت نہ سمجھتے ہیں اُن کے اس خیال کی غلطی کہ شریعت کے قوانین اس زمانہ کے موافق نہیں ہو سکتے یہ ہے کہ دوسری قوموں کے قواعد یا تو ناقص ہیں یا اسی شریعت سے ماخوذ ہیں اور کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ کوئی ضد زمانہ بنایا نہیں کہ وہ کمین ہوا اور شریعت اس سے عالی

ہیں لیکن انہیں نہ کو کچھ ادب و قاعدہ سے مطلب ہو نہ ان کے طرز عمل میں کچھ انتظام پایا جاتا ہے
ان کے تمام کاروبار میں بد مذہبی اور بد نظمی پھیلی ہوئی ہے ایسوں کو دیکھ کر جو شخص کہ حقیقت حال سے
واقف نہیں اور جو یہ نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے اپنی شریعت کی کتنا تک مخالفت کی ہو اس سے یہ
خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمان کیسی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی شریعت اپنی
پیروی کرنے والوں کی اصلاح کرتی ہے انکو انتہادرجہ کی تہذیب سکھلاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ
لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن پھر بھی طرح طرح کی برائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو انواع و اقسام کی
بدستجی گھیرے ہوئے ہے ان کے لئے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی فرائضی
کمال گئی وہ ان لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکھئے انصاف نہ
نہ چھوڑیے یہ کس نے دعویٰ کیا تھا کہ شریعت محمدیہ اس شخص کی بھی اصلاح کی ذمہ دار ہو جو صرف
نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے لیکن عمل کے اعتبار سے اس کی پوری
مخالفت کرتا ہے اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اس کے بتائے ہوئے آداب و اخلاق اختیار
کرتا ہے آپ یقیناً سمجھ لیجئے کہ شریعت نے اس کی کبھی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف انہیں لوگوں
کی اصلاح کرتی ہے جو کہ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں اس کی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے
ہیں چنانچہ اس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کر دی گئی ہے بلکہ شریعت نے تو یہاں تک کہ یہ
ہے کہ جو شخص ان امور میں اس کے ساتھ مخالفت سے پیش آئیگا اس پر طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں
نازل ہوں گی یہاں تک کہ اس کو ان مصائب سے سامنا کرنا پڑے گا جن سے کہ مخالفین اسلام
بالکل محفوظ رہیں گے اس لئے کہ ایسا شخص بجائے آخرت کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کا کچھ مزہ چکھ
لے تاکہ اسی طرح پر کہیں وہ مخالفت سے باز آجائے اور اس سے توبہ کرنا نصیب ہو۔ خدا کی یہ بھی عادت
ہے کہ جس شخص کے ساتھ اسے اس کی بعض نیکیوں کو پسند کر کے لطف اور مہربانی سے پیش
آتا منظور ہوتا ہے تو اس کو دنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لئے طرح طرح کی تخلیفوں میں مبتلا
کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں اور وہ اخروی عذاب سے بچ جائے

آئیے ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن بباعث نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لئے ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اس مضمون کو بخوبی سمجھ جائیں پس فرض کیجئے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے جس میں کہ عمدہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں رکھی ہوئی ہیں اُن کے مضامین تمام پسندیدہ کاموں کی ہدایت و ترغیب سے مملو ہیں لیکن اُن میں سے کسی کتاب کو کبھی کھول کر نہیں دیکھتا اور نہ اُس سے مستفید ہوتا ہے تو کیا آپ کی عقل اس بات کا خیال کر سکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مطالعہ و مذہب کر کے انہیں اپنے کتب خانہ میں نہایت آراستگی کے ساتھ رکھنے سے مذہب بخائیا گیا وہ اس طرح پر فضیلت حاصل کر لے گا اور علمی سہاوت سے بہرہ یاب شمار کیا جائیگا حتیٰ تو یہ ہے کہ سوائے اس شعر نہ محقق پورنہ دانشمند ہر پارہے برود کتابے چند ہر کے مصداق بننے کے وہ اور کس لائق ہو سکتا ہے اور اُسے سوائے جاہل کے اور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

پس اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب ہم تو اس شریعت کے پیروی کرنے والوں میں ایسوں کو بھی پاتے ہیں کہ جبکا شمار اسلام کے علما میں ہوتا ہے پھر بھی اُن لوگوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور نہ اُن کی عادتیں ہی ایسی ہوتی ہیں دنیا طلبی میں اُن کا نمبر تو جاہلوں سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے اور نہ اُن کے سیدھے مال کی طلب میں گرے پڑتے ہیں دل کھول کر لوگوں کو سستا تے ہیں۔ انہیں کسی کے نقصان کی پروا انہیں ہوتی پھر تباہی کہ اس شریعت سے اُن شریروں کو کوئی سہارا حاصل ہوئی انہیں اسکا کیا ثمرہ ملا بلکہ اگر اُن کا عالموں میں شمار نہ ہوتا تو یہی بہتر تھا بہتری خرابیوں سے اُن کا ماتھے توڑ کا رہتا۔ اس اعتراض کا جواب مجھ سے سُنئے حقیقت امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے شریعت کو جاننا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے محض اسکے پست کو اُنہوں نے دیکھ لیا مغر تک وہ پہنچے ہی نہیں انہیں اخلاق و آداب سے پورے طور سے اطلاع ہی نہیں اگر تحقیق کیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جنہوں نے عربی لغت کے متعلق مختلف علوم میں سے ایک آدمی علم جیسے نحو صرف بلاغت وغیرہ کو اچھی طرح سے حاصل کر لیا ہے جو کہ

ان لوگوں کے حالات سے جنگو
لوگ علماء دین
نہا کر تھے
اور انکی حالت
خراب تر شریعت
پہنچا کر تھے
غلطی اور غلطی
آخرت جلا کر
میں فرق ۱۲

شرعیّت کے سمجھنے کا ذریعہ ہے نہ عین شریعت ہے اور کتب شریعت پر محض ایک سرسری نظر اس غرض سے ڈال لی ہے کہ انہیں اپنے مقاصد بجا حاصل کرنے میں کامیابی ہو انہیں نیت کے درست رکھنے سے کیا کام بڑا مقصود اُن کا یہ ہوتا ہے کہ شریعت کے معمولی احکام سے واقف ہو جائیں تاکہ حکام کو خوش کر سکیں اور عام لوگوں سے جنہیں کہ بُرے بھلے کی تمیز نہیں ہوتی خود مال حرام لے لے کر کھائیں۔

شرعیّت محمدیہ کے آداب اور فصاحت صرف اس غرض سے اُنہوں نے یاد کر رکھے ہیں تاکہ لوگوں میں بیٹھ کر خوب باتیں بنا سکیں اور اُن کو اپنے دام میں پھنسا لیں اُن کا یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ وہ اپنا علاج کریں اور اُن کے امراض نفسانی کو صحت حاصل ہو اسی لئے تو وہ شریعت کے رفیع الشان اخلاق نہیں اختیار کرتے اور نہ اُس کے آداب جمیلہ کو سیکھتے ہیں انہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اُس کی نصیحتیں مان کر اپنے قابل نفرت احوال و افعال سے باز آئیں۔

اُن کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیوی مقاصد کو حاصل کر کے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کریں ان لوگوں کی مثال اُس طبیب کی سی ہے جو کہ امراض کو تشخیص کر سکتا ہے۔ اسکو اُن کی دوائیں اور علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ اپنے سخت مرض کی طرف ذرا التفات نہیں کرتا اور اگر کبھی ملتفت بھی ہوتا ہے تو دوا استعمال نہیں کرتا اور نہ لگ کر علاج کرتا ہے بلکہ اُسکا سارا خیال اسی میں لگا ہوا ہے کہ مریضوں سے خوب مال حاصل کرے اور اُسے اپنے مرض کی کچھ بھی پروا نہیں۔ تو پھر تمہیں خدا کی قسم جھلا بٹلاؤ تو سہی کہ جب اُس طبیب کی غفلت کا یہ حال ہو تو اُسکا مرض کیونکر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ کیا محض علم طب سے واقف ہونا اُسکے مرض کے دفع کرنے کے لئے کافی ہو جائیگا اور اُسکو اس طرح شفا حاصل ہو جائیگی؟ ہرگز نہیں۔ پس کیا یہ کہنا اُس وقت سجا ہو سکتا ہے کہ علم طب محض بیکار ہے اُس سے بیمار یوں کو ذرا بھی نفع نہیں پہنچتا دیکھو نا یہ طبیب اگرچہ علم طب سے واقف تھا مگر اس نے معالجہ نہیں کیا تو اسکو مرض سے کچھ بھی شفا حاصل نہ ہوئی۔ میں تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ اس بیہودہ بات کے کہنے کی کوئی جرأت کرے گا ہاں جس کے حواس ہی ٹھیک

نہ ہوں وہ چاہے سو بک دے۔

اب اسکو سمجھ لیجئے کہ علما، اسام میں سے جن کی یہ حالت ہو اور وہ شریعت کی مخالفت کسے ساتھ لوگوں میں بدنام ہوں ایسوں کو شریعت علما، السو، یعنی بُرے علما کے نام سے پکارتی ہے کہ کوئی جاہل سے جاہل کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں کا ضرر مسلمانوں کے حق میں اُن سے بدرجہا بڑا ہوا ہے یہ مسلمانوں کے پکے دشمن ہیں مسلمانوں میں سے خدا ایسوں کو غارت کرے دنیا سے ناپید ہو جائیں اور اُن کی عوض میں خدا ایسے علما، و فضلاء کو پیدا کرے جو کہ پرہیزگار ہوں لوگوں کو حق بات بتائیں راستی کی رہنمائی کریں پسندیدہ صفات سے موصوف ہوں خوش اخلاق ہوں۔ آداب شریعت کو نگاہ رکھتے ہوں سنت یعنی اپنے رسولؐ کے طریق کے پورے پورے متبع ہوں خدا ایسے عالموں کی تعداد کو زیادہ کرے اور اُن کے عمدہ اعمال اور نیک کوششوں کا انہیں ثمرہ عنایت کرے تمام اُمت کی جانب سے انہیں بہتر جزا سے مالا مال کر دے ایسے ہی لوگ علماء آخرت کہلانے کو مستحق ہیں جنہیں خدا نے اپنے خوف و خشیت کو منحصر کر دیا ہے اپنی بابرکت کتاب میں اُن کی تعریف کی ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اُن کی توصیف و ثنا کا اظہار کرایا ہے یہی لوگ ہمیں کہ جسکے جملہ اقوال و اعمال میں شریعت محمدیہ کے پیروی کے آثار پائے جاتے ہیں انہیں کیست کر دیتی کہ صدقہ ہے کہ مخالفین اسلام کے لئے اغراض کا کوئی موقع نہیں رہا ہے انہیں کی استغاث کا طفیل ہے کہ کسی دشمن کو گفتگو کرنے کی مجال نہیں ہے چنانچہ یہ بات عقلاً چھٹی نہیں ہے۔

پھر بعض شخص سے میں کچھ کہا چاہتا ہوں جسے کہ ان علما، سو کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے اور وہ سمجھنے لگا ہے کہ یہ وہ علما، شریعت ہیں جو خود صلاح کا رہنمائی اور جن سے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی امید کی جاتی ہے خیر صاحب میں آپ کو معذور سمجھ سکتا ہوں اگر آپ کو ان شیطانوں کو دیکھ کر دھوکا ہو گیا ہے جو کہ رسمی علوم اور احکام شریعہ کے الفاظ یاد کر کر کے اپنے کو عالم ثابت کرتے ہیں اور اپنے ظاہر کو میں طرح سے آراستہ کرتے ہیں لیکن اگر آپ سمجھدار ہیں تو میں آپ کو ایسا نہیں خیال کر سکتا کہ ان کے علاوہ ایک دوسرے فرقہ کو بھی دیکھ کر آپ دھوکے میں پڑ جائیں گے جو کہ بالکل کورے ہیں انہیں

ف
علما، سو

ف
عالموں کی صورت
بنا کر دکھانے
اور ان کی
بیان

کچھ بھی واقفیت نہیں لاسنی کا اُن میں نام و نشان نہیں محض جاہل اور نادان ہیں عالموں کا لباس پہن رکھا ہے دنیا کمانے کے لئے پرہیزگاروں کی سی صورت بنا رکھی ہے لوگوں کے پھنسائے کے لئے جبہ و دستار سے آراستہ ہو کر جال پھیلا یا ہے فقط کھانے کمانے کے لئے اپنی شکل بدل لی ہے ان میں سے بعض لوگ علم کے منصبوں پر بھی جرات کر بیٹھتے ہیں درسِ تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں مفتی و قاضی بننے میں بھی انہیں باک نہیں ہوتا اور عام لوگ ہیں کہ اپنی نادانی سے پھنس جاتے ہیں وہ کیا جانیں زمین و آسمان میں کیا فرق ہے۔ خدا ہدایت کرے۔ ایسوں پر تو ان اللہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہئے میرا کہنے سے مقصود یہ ہے کہ بحث و مناقضہ میں کہیں ان دھوکے بازوں کو نہ لپیٹھیگا ان کی مکاری کی بنیاد نہایت کمزور ہے ذرا سی بات میں تو ان کی قلعی کھلتی ہے صاف ظاہر ہو جاتا کہ حیوانات سے بھی گئے گذرے ہیں۔

اب ایک مکار فرقہ اور رنگبیا ہے جس سے کہ اسلام کو نہایت ضرر پہنچتا ہے عام لوگوں میں وہ اپنی چالاکوں کو رواج دے دیکر اُن کے عقیدے بگاڑتے ہیں اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ اُن نے ان دھوکے بازوں کی من گھڑت باتوں کو جان کر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان پر حقائقِ ہشیا منکشف ہو گئیں اور معرفت میں بڑے بڑے عالموں سے بھی وہ ہفقت لے گئے اور سچ پوچھتے تو وہ اپنی اُسی گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں ان دغا بازوں کی حقیقت مجھ سے سنئے کہ وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انہیں شریعتِ محمدیہ کے ایسے ایسے بھید اور علوم کی معرفت حاصل ہو گئی ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں کو بھی نہیں معلوم ہوتی اور خدا نے فلان فلان فریعوں سے انکو اپنا برگزیدہ بنا کر تمام بھید ان کو بتا دیے اور وہ ان رموز اور بھیدوں کو ایسے کلمات سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ شرعی قواعد کے موافق سراسر کفر ہیں۔

لیکن بات یہ ہے کہ اُن کی باتیں علماءِ شریعت میں سے بعض عارفین کے اقوال کے بظاہر مشابہ معلوم ہوتی ہیں جبکہ عقیدوں کے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہوتا اور دین کے بارے میں جتنی راست ہر داری کی بہتری شہادتیں موجود ہوتی ہیں اور حقیقتِ خدا اُن کی پرہیزگاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں شریعت کے بہتیرے رموز اور بھیدوں پر انہیں مطلع بھی کر دیتا ہے

جسے کہ وہ لوگ بالکل بے بہرہ رہتے ہیں جو اُن کے ایسے نیک عمل نہیں کرتے اور جن میں کہ انکی ایسی راستی اور استقامت نہیں پائی جاتی اور واقع میں وہ امور شریعت کے ذرا بھی مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ اسی شریعت کے مختلف رموز و اشارات سے ماخوذ ہوتے ہیں صرف بات کیا ہے کہ اُن کے بیان کرنے میں بعض مرتبہ یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ شریعت کے مخالف ہیں اور یہ خرابی زبان میں انکو ظاہر کرنے کے لئے کافی الفاظ نہ موجود ہونے کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے پس اُن کے ظاہری الفاظ سے شریعت کی مخالفت کا وہم ہونے لگتا ہے اگرچہ واقع میں ایسا ہوا نہیں کرتا پھر چونکہ ان عارفین کی پابندی شریعت اور راست کرداری میں ذرا بھی شبہ نہیں ہوا کرتا اسلئے علماء اُن کے کلام کی تاویل کر دیا کرتے ہیں یعنی اُن کے اقوال کے ظاہری معنے چھوڑ کر صحیح معنے لیتے ہیں جو کہ شریعت کے موافق ہوں تاکہ لوگ اُن بزرگوں سے بدگمانی نہ کریں اور اُن کے عقائد کی نسبت مشکوک ہو نیسے محفوظ رہیں باقی رہے یہ دو غلبہ جو کہ شریعت کی راہ راست کو چھوڑ کر کج روی اختیار کرتے ہیں۔ اور لذات خانی اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں یہ لوگ محض مدعی ہوا کرتے ہیں اُنہیں ان عارفین کے منصب کا صرف دعوے کرنا آتا ہے اور کچھ دہی تباہی کلمات بک دیا کرتے ہیں جو کہ بظاہر اُن کے کلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن اُن کی ایسی پرہیزگاری سے کوسوں دور رہتے ہیں اور نہ اُن کے علوم و معارف کا اُن کے پاس نشان ملتا ہے ہوشیار رہو دیکھو خبر دو کہ بھی ان دو غلبہ نگراںوں کی باتوں میں نہ انا ان کی طرف ذرا بھی التفات نہ کرنا یہ لوگ دین کے تباہ کر دینے والے ہیں۔ اس زمانہ میں ان کی بڑی کثرت ہے خدا جانے انہوں نے کتنوں کو عقیدے خراب کر ڈالے اور کتنی حرام چیزوں کو حلال کر دیا پس ہر مسلمان کو جو کہ شریعت محمدیہ کی پیروی کا ارادہ کرتا ہو یہ چاہئے کہ وہی عقیدے رکھے جو قرآن اور صحیح حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوتے ہوں اور سبارہ ہیں اُنہیں بڑے بڑے علماء کے کلام کا اعتبار کرے جبکہ علم اور جنگی راست کرداری کیا عام اور کیا خاص تمام لوگوں کے نزدیک مسلم الثبوت ہو اور اسکے سوا تمام خیالات اور ادعاؤں کو الگ کرے خدا بظہیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم سب کی رہنمائی کرے آمین۔

ایک متعصب جماعت مخالف کا ان محققین کو پاس آکر ان کی تحقیق میں شبہ ڈالنا اور دندان شکن جواب پانا

اسکے بعد یہ شک ڈالنے والے اُس فرقہ کی جانب مائل ہوئے ہیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوجہ تصدیق کی تھی کہ اُس نے آپ کے لائے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر تل پائیا جن سب کا کسی کلام میں مجتمع ہو جانا سوا سے اُس صورت کے کہ وہ خدا کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اُس فرقہ کی جانب جس نے آپ کی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپ کی شریعت کی حالت بالکل منظم اور باقاعدہ ہے اس میں کُل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروں کی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی پوری پوری کفیل ہے پس یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ رسالت سے پیشتر بلا و روم کی جانب تجارت کے لئے دو مرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے و بحیرار اہب جو آپ کو شام کے راستہ میں جب آپ قریش کو تاجروں کے ساتھ تھے۔ ملا تھا اور اسوقت علامات سے اُس نے پہچان لیا تھا کہ آپ بنی آخر الزمان میں جیسا کہ ہیرنبو میں منقول ہے، شاید آپ نے اس قرآن کو جس میں تمام یہ سائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور ان سے آپ یہ شریعت سیکھ گئے ہوں اور اپنے بلا و میں آکر دعویٰ رسالت بن گئے ہوں اور اپنے دعویٰ کی تائید اسی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے بلا و میں اس واقعہ کا کوئی وجود نہ تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اُس کے مثل وہ بھی لاکر آپ کا مقابلہ کر سکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں نہ پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ خدا ہی کی جانب سے ہوا انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی ایسی کتاب جو ان تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو جن کی شرح اور اس امر کا بیان ہمارے ہستلال میں گہر چکا ہے کہ

ان سب کو بڑے بڑے علما و حکما اور سیاست و ملکی انتظام کے ماہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد و خلاق حسنہ اور ان عبادتوں پر مشتمل ہو جو سراسر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور اس میں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات کے منتظم اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ داری کرتے ہوں غلیظ القیاس اور دیگر امور بھی اس میں پائے جاتے ہوں جنکے پورے پورے بیان کرنے کے لئے نہ بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑے گی ہاں احساناً ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت اگر بغرض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کے لئے اتنی مدت مدید کی ضرورت پڑے گی جو برسوں کی متعدد دہائیوں سے گنی جاسکے اگرچہ ان باتوں کا سکھانے والا بہت ہی کامل حکما رہی میں ہے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلیٰ درجہ کا فاضل ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی عمر کہ ہم لوگوں میں گذاری ہے اس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجارت فریش کی ہم اسی میں جو روم کے شہروں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علاحدہ رہے ہیں اور اسی مدت میں آپ مکہ سے بلاذروم تک گئے بھی اور آئے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دیئے بھلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت جو اسکے لئے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے۔ سیکھنے کی دشواریوں اور اسکے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اسکا سیکھ لینا تو پڑھے لکھے شخص پر بھی دشوار ہے اور بلا مدت مدید کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چاہے جتنیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اُمّی (ان پڑھ) محض تھے نہ لکھے نہ پڑھے۔

پھر بھلا غفل کیونکر تجویز کر سکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے باوجودیکہ اُمّی تھے اور اپنے شہر بہت تھوڑے ہی دن علاحدہ رہے تھے اور آپ کا اُمّی ہونا جسکی نسبت آپ دعوے کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (وما

کنت تتلا من قبله من کتاب ولا تخطه بيمينك اذا لا رقاب المبطون) جسکا ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے
 پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھنا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا ہو) ایسی حالت میں اہل باطل کو شک
 کی گنجائش ہو سکتی تھی (نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے) آپ کا یہ امی اور ان پڑھ ہونا صرف آپ کے
 دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلاشبہ ثابت ہے اس لئے کہ آپ نے
 ہم ہی لوگوں میں نشوونما پایا ہے اور ہمیں کبھی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے لکھنے پڑھنے کی مشقت
 اٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے کبھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے نقل کیا کہ آپ نے
 کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو۔ اور اگر آپ ایسی قوم میں رہ کر اس (کتابت) کو جانتے ہو تو جس میر
 کہ سوائے معدودے چند انتخاب کے اس فن کے جاننے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت
 تک ہم سے چھپا رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کرتے اور بھلا آپ (اگر جانتے ہو تو)
 تو چھپانے کا قصد ہی کیوں کرنے لگے تھے حالانکہ کوئی شے اس کی جانب آپ کو داعی نہ تھی بلکہ
 اُسے اظہار کا داعی موبہد تھا کیونکہ اس جاہل اور بے پڑھے لکھے گروہ میں تو یہ بڑا کمال تھا اور سب
 کو عقل ہرگز نہیں تسلیم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا سچہ قصد کر لیا ہو کہ میں
 اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دوں گا اور پھر کسی روم کے راہب
 سے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مدد لوں گا اور اسکے بعد دعویٰ لیتا
 بنجاؤں گا بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی آپ نے ان سب باتوں کا بیڑا اٹھا
 لیا تھا اور پھر یہ بات پوری بھی ہو گئی کہ آپ کے اس فن کو حاصل کرنے اور نیز جو کچھ کہ آپ لائے ہیں
 اُسکے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی بھروسہ پر رسالت کا دعوے کر دیا اس
 بات کا تو سوائے اُس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو ہٹ دھرمی پر کمزور ہونے والے اور وہی باتوں
 کا مطیع بنائے اور بعد ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھانے والے کے بلا دروم میں یا اور
 کہیں پائے جانے کی بھی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام ان علوم و معارف پر چمپر کہ قرآن اور یہ شریعت
 مشتمل ہے حاوی اور ان سب خوبیوں پر محیط ہو گیا ہو اور ہم پر اہل روم کے ساتھ مخالفت کرنے

کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہو گئی کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے پاس بھی اُسکا وجود نہیں چچا ٹیکہ ان میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو دیکھا ہے کہ مخالفت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپ کی شریعت کی خوبی انتظام سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اُس میں سے جو کچھ سیاست اور اُن کے ملکی انتظام کے موافق ہوتا ہے اقتباس کر لیتے ہیں پس کیسے ہو سکتا ہے کہ اُن کے علماء کے پاس یہ باتیں ہوتیں اور وہ اپنے لوگوں میں اُسکو شائع نہ کرتے اور یہ سب کچھ مخفی رہتا۔ یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو ظاہر اور آشکار کیا تب وہ اُس میں سے اقتباس کرنے لگے علاوہ یہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو عقائد اعمال اور اخلاق میں روم کے دین کے مخالف تھیں اور اُن کی اس قبیل کی باتیں آپ کے دین میں غایت درجہ مذہوم خیال کی جاتی تھیں پس عقل کیونکر اس بات کو مان سکتی ہے کہ کسی راہب نے یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھا دیا ہو اور اُسکو اس کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔

علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری لائی ہوئی چیزوں کے کسی روم کے راہب سے سیکھ لینے سے جو موانع پیشتر ذکر کئے گئے نہیں اگر اُن سے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ایک اور بہت قوی مانع بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن اور شریعت کو ایک ہی دفعہ نہیں لے آئے ہیں اور اپنے پہلے ہی دعوے میں لوگوں پر اُسکو ظاہر نہیں کر دیا ہے بلکہ ابتدائی دعوے رسالت سے لے کر برابر غھوڑا غھوڑا کر کے لاتے رہے یہاں تک کہ آپ کا دین مکمل ہو گیا اور ان فرقوں اور گروہوں میں بھیل گیا جنہوں نے کہ آپ کی تصدیق کر کے پیروی اختیار کی تھی پس آپ اپنے قرآن کی ایک دو آئین یا ایک دو سورتیں جیسے جیسے واقعات آپ کو اپنے اور اپنے مخالفوں کے مابین یا اپنے پیروی کرنے والوں کے درمیان پیش آتے جاتے تھے لایا کرتے تھے اور وہ آئین یا سورتیں کسی امر پر استدلال کرنے یا کسی شبہ کے دفع کرنے یا کسی سوال کے جواب دینے وغیرہ پر متضاد سے حال کے موافق مشتعل ہوا کرتی تھیں اور اسی طرح احکام شریعت بھی آپ حوائث

مشکلات۔ سوالات اور مصلحتوں کے موافق تھوڑے تھوڑے کر کے لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ہر شے کے مقابل میں آپ پسندیدہ احکام لایا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ دعوے رسالت کی ساری مدت میں جو جو واقعہ آپ کو پیش آتا جاتا تھا آپ ہر ایک کے مقابل میں قرآن اور شریعت میں سے اُسکے مناسب و موافق حکم لایا کرتے تھے۔ اور کیفیت ہم کو اور خیر اُن کو جن لوگوں تک آپ کے اخبار اور حالات تو اتر صحیح کے ساتھ نقل ہو کر پہنچے ہیں ضرور معلوم ہے۔ آپ اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ روم کے کسی راہب کو یہ سارے زمانہ آئندہ کے حوادث اور واقعات جن کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے پیکر اتفاق پڑنے والا تھا اور جو کہ آپ کے پیروی کرنے والوں کے مابین یا آپ کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آنے والے تھے کس نے بتلا دئے تھے جسکی وجہ سے اُسے معلوم ہو گیا کہ قرآن اور شریعت میں اُن میں سے ہر ایک کے مناسب کیا احکام ہونے چاہئیں۔ پس آپ کو ہر سوال کا جواب جو آئندہ آپ کے روبرو ہونے والا تھا اور ہر شبہ کا دفعیہ اور ہر واقعہ کا حکم جس کا آپ کو آئندہ ساری مدت میں اتفاق پڑنے والا تھا بتلا دیا اور آپ نے ہر شے کے لئے جو امر ضروری تھا اپنے اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک عقلوں کے اطمینان کو قابل لا دیا اور ہم منجملہ اُن واقعات کے بعض ایسے امور بھی دیکھتے ہیں جس کی نسبت کسی کے دل میں اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ آئندہ چل کر واقع ہونگے اور آپ کو اُن کا اتفاق پیش آئیگا اور جس شخص کو تمام اُن واقعات پر جو آپ کو بعد دعوے رسالت کے ساری مدت میں پیش آئے ہیں واقفیت ہوگی۔ وہ یقین کر لے گا کہ اُن سارے واقعات پر جو آپ کو اس مدت میں پیش آنے والے تھے کسی راہب کا جس کی نسبت آپ کو گمان ہے حاوی ہو جانا اور ہر ایک کے لئے جو حکم ضروری تھا اسکا مستحضر کر لینا بلاشبک محال ہے سوائے دھینگا دھینگائی کرنے والے کے اور کوئی اس کا قائل

۵ علاوہ بریں یہ شد اس طرح بھی بالکل باقاعہ ہو جاتا ہے کہ غلام میں جیب آپ راہب سے ملے تھے تو تہانہ تھے بلکہ قریش کے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے پس اگر آپ نے اُس راہب سے کچھ سیکھا ہو گا اور ساتھیوں کو موزوں معلوم ہو گا۔ پھر دعوے رسالت کے وقت اُن میں سے کسی نے اس امر کو ظاہر یوں کر دیا کہ نیکان میں کے بنیر سے ایسے تھے جو آپ کو ہر ایمان لائے تھے اور آپ کے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اس صاف معلوم ہوا کہ انہوں نے کسی راہب سے

نہیں ہو سکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض بعض شخص (خواہ مسلمان فارسی ہوں یا اور کوئی) ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و معارف اور انتظامات ملکی میں شرہ آفاق تھے۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو حادثات آپ کو پیش آتے ہوں ان کے احکام اور جو سوالات کہ آپ سے کئے جاتے ہوں ان کے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہ آپ پر وارد کئے جاتے ہوں ان میں سے ہر ایک کا دفعیہ اور علاوہ اس کے جو کچھ ہو جب اُس کی آپ کو ضرورت پڑا کرتی ہو اسی وقت سب کچھ آپ ان شخصوں سے پوچھ لیا کرتے ہوں۔ پس جب کبھی ان امور میں سے کوئی امر آپ کو پیش آتا ہو تو آپ اس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہوں اور اُس سے دریافت کر لیا کرتے ہوں پس وہ جیسی حالت ہوا سکے موافق بتا دیا کرتا ہو۔ تو ہم کہیں گے اس بات کا وہم کرنا کئی وجہوں سے بالکل لچر ہے اول تو اس وجہ سے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب اشیاء کا سیکھنا سکھانا ایک ایسا امر ہے جو ایک آدمہ نشست یا چند نشستوں میں پورا نہیں ہو سکتا اور نہ خفیہ ہی یہ انجام پا سکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف اُسی وقت تعلیم ہو سکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھانے والے کے پاس مدت و دراز تک آمد و رفت کرتا رہے اور اگر ایسا ہوتا تو لوگوں میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلان شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے۔

دوسرے اس وجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اُن علوم کا جو آپ کے قرآن و شریعت میں موجود ہیں سکھلانے والا ہوتا تو غایت درجہ کا متق اور بڑا ہی صاحب فضل ہوتا لوگوں میں ممتاز شمار کیا جاتا حالانکہ یہ اشخاص جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے اس بنا پر کہ ان کے شخص نہیں ہیں۔ بلکہ لوگوں میں جن اشخاص کی معرفت و واقفیت کے لحاظ سے شہرت تھی ان میں بھی تو ان کا شمار نہیں۔ اور پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بہترے لوگ شرعی احکام پر احاطہ رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے اور وہ خود اُن سے اور اُن سے بھی کم درجہ کے لوگوں سے معلوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور سیکھا کرتے تھے اور شاگردوں کی طرح

اُن کے ساتھ فوتی سے پیش آتے تھے اور عقل اس امر کی ہرگز تصدیق نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس پایہ کے ہوتے اور پھر بھی اپنا حال مخفی رکھتے۔

اور تیسرے اس وجہ سے کہ اگر یہی اشخاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھانے والے ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ معتمد رکھنے میں مضطر ہوتے اور اگر آپ اُن کی اتنی قدر و منزلت میں کوتاہی کرتے تو ان کو کب صبر آتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتیروں سے اُن کا درجہ گھٹا ہو چکا تھا اور پھر بھی خوش تھے اُن کو یہ امر ہرگز ناگوار نہ تھا۔ چوتھے اس وجہ سے کہ ہم نے اُن اشخاص کی قوم سے اسکے بعد میل جول کیا تو ہم نے ان علوم احکام اور جملہ بھلائیوں کے جامع شریعت کو جو سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اُن کے پاس نہ پایا اور اُن میں سے بہتیری چیزیں ایسی ملیں جن کا اُن کے یہاں اصلاً و نقلاً کچھ تپہ ہی نہ تھا بلکہ ہم نے خود انہیں دیکھا کہ آپ کی شریعت سے جو قوانین اُن کو اپنے انتظام ملکی کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کر لیتے ہیں پس یہ اشخاص جملہ علوم و معارف کو کہاں سے لے آئے جس حال میں کہ اُن کی قوم اُن سے محروم تھی پس اسے شک و شبہ ڈالنے والا اس بیان نے ہمارے سارے اُن احتمالات کو جو تم نے ہم پر وارد کئے تھے باطل اور محل ثابت کر دیا اسلئے ہم بلا شک و شبہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہینگے۔

فلاسفہ طبعیات (سائنس) کا نتیجہ تحقیقات

اور ان میں سے ایک ہری مادہ کا قدیم ماننے والا اور طبعیات کا جاننے والا فرقہ بھی تھا جو کائنات یہ ہے کہ عالم کا مادہ قدیم ہے اور وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ خود موجود ہے عالم کے لئے کوئی خدا انہیں جس نے کہ عالم کو پیدا کر کے اس عمدہ انتظام پر اس کو مرتب کیا ہو۔ وہ باوجود اپنی رنگ بنگی اور اس عجیب و غریب حالت پر موجود ہونے کے جس میں کہ عقل چکر اجاتی ہے محض عناصر کے

اسٹار سائنس
اور مادہ کا قدیم
ماننے والا دہرہ
فرقہ (زمانہ کی غلطی
کے سبب اس فرقہ
سے غلط فہم اور
بہت زیادہ غلط
کی گئی ہے ۱۲

ملنے اور قوانین قدرت کے موافق جو ان میں موجود ہیں فعل و انفعالی ہونے کی وجہ سے بن گیا ہے اور
 چونکہ وہ عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کو نہیں مانتے تو وہ لامحالہ رسولوں کی بھی تصدیق نہیں
 کر سکتے جن کا کہ یہ دعوے ہوتا ہے کہ اُن کو اللہ یعنی اس عالم کے پیدا کرنے والے نے ہدایت کے
 لئے بھیجا ہے۔ پس جب انہوں نے یہ سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو خدا کا بھیجا ہوا کہتے
 ہیں اور یہ دیکھا کہ ان تمام فرقوں نے پہلے تو آپ کی تکذیب کی اور پھر آپ کی تصدیق کرنے لگے
 اور وہ مختلف دلیلیں بھی انہیں معلوم ہوئیں جن سے کہ ان فرقوں نے آپ کی تصدیق پر استدلال
 کیا تھا اور یہ شائد یہ کیا کہ انسانی دنیا میں ان سب باتوں کی وجہ سے عجب انقلاب عظیم پیدا ہو گیا کہ
 ان سارے فرقوں نے اپنی تمام رسموں اور عادتوں کو جنکے کہ وہ مدتوں سے عادی ہو رہے تھے
 ترک کر دیا اور اپنے خیالات اور عقائد کو بھی بدل ڈالا اور ایک بے پڑھے لکھے شخص کے مطیع بن گئے
 جس نے کہ تنہا ان ہزاروں کے خلاف دعوے کیا اور اُن کے مقابلہ کی جرأت کی اور حالت یہ تھی
 کہ نہ اُس کا کوئی یار تھا نہ مددگار اور کہنے لگے کیا یہ کوئی معمولی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ضرور
 اس قابل ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اس بار میں خوب غور و فکر سے کام لیا جائے اُس کے اسباب
 اور اس بات سے بحث کی جائے کہ یہ امر ان اسباب سے کیونکر واقع ہوا اور واقعی امر کو دریافت کیا
 جائے کہ آیا یہ سب کچھ یقینی امور کی وجہ سے ظہور میں آیا ہے یا بعض اہام اور خیالات ان کو باعث
 ہوئے ہیں پس اُن کی عقلوں کو اس کی وجہ سے تحریک پیدا ہوئی اور انہوں نے فکروں کو اس طرف
 متوجہ کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی بات کو مستنا ہے ضرور اُس کے دل میں اُس کی نسبت کچھ نہ کچھ
 خیال پیدا ہوتا ہے اور اُس کے دریافت کرنے کی فکر پڑ جاتی ہے۔ پس وہ بھی آپس میں یوں کہنے
 لگے کہ یہ واقعہ تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم تو عالم کی ذرا ذرا سی چیزوں سے بحث کیا کرتے
 ہیں اُن کے اسباب کی تفتیش کرتے ہیں۔ اُن کی وجہ حقیقت اور غایت کو دریافت کرتے ہیں ہم تو
 اس بات کو مانے ہوئے بیٹھے ہیں کہ انسانی دنیا میں ہر حادثہ اور ہر انقلاب کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور
 ہے جیسے کہ مادہ کے متعلق حوادث میں ہمارے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ مادہ کا کوئی اثر نہیں پایا

جاسکتا کہ جسکا کوئی مؤثر نہ ہو بلکہ اُسکے ہر تغیرات کے لئے کوئی نہ کوئی ضرورتی موجود ہو گا تو کیا اسباب
 کے ماننے کے بعد بھی اتنے بڑے عظیم واقعوں سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں کامیاب
 ہو گئے اور تمام لوگ آپ کے مطیع بن گئے ہم چشم پوشی کر سکتے ہیں یہ تو انسانی دنیا میں اتنا بڑا
 انقلاب ہے کہ تاریخ میں اس کی نظیر مشکل سے مل سکیگی تو پھر کیا ہمیں یہ مناسب ہے کہ بلا تحقیق کہے
 ہوئے محض اٹل اور تخمین سے یہ کہیں کہ اجی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداری اور حکومت حاصل
 کرنے کے لئے یہ دعوے کیا ہے اور ان سب لوگوں کو وہم ہو گیا ہے کہ انہوں نے آپ کا تبلیغ کر لیا
 کیا اس موقع پر ہمارا فرض منصبی نہیں ہے کہ ہم تاریخی فلسفہ سے کام لیں اور اتنے بڑے انقلاب
 اور تغیر کے اسباب دریافت کریں اور اس کی کوئی وجہ ڈھونڈ نکالیں کہ اس بے یار ویاور
 اور محض بے پڑھے لکھے شخص کے اتنے لوگ کیوں مطیع ہو گئے اچھا اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ
 آپ کا دعوے فقط حکومت حاصل کرنے کی غرض سے تھا تو ہم اس کا کیا سبب بنا سکتے ہیں کہ
 ان تمام متعصب فرقوں نے آپ کی کیوں اطاعت کر لی اور وہ باوجودیکہ اپنی رسموں کے بڑے
 پابند اور اپنے خیالات کے بڑے طرفدار تھے آپ کے کیسے مطیع بن گئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس
 اطاعت قبول کرنے کا سبب اُن سب کا تعصب تھا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب تو اپنی ہی
 عادتوں اور اپنے ہی خیالات کے ساتھ تعصب کرتے تھے اسکا تو مقتضایہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کی موافقت کرنا کیا مننے اُٹھے آپ کی اور زیادہ مخالفت کرتے۔ اور اگر ہم اسکا یہ سبب ٹھہرائیں
 کہ اُن کو قومی پاس تھا اور یہ لالچ کرتے تھے کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہو جائے گی تو ہم بھی اُس سے
 بہرہ یاب ہونگے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم آپ کی قوم اور آپ کے قرابت مندوں کو تو دیکھتے
 ہیں کہ آپ کے سب سے زیادہ مخالف تھے اور جو کوئی اُن میں سے آپ کا مطیع بھی ہوا تو اسوقت کہ
 جب آپ کو اپنے ارادہ میں پورے طور سے کامیابی حاصل ہو چکی اور آپ کے معاونین اور
 مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور ایسے بہت ہی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں
 میں سے پہلے پہل ایمان لے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو اُن کا قومی تعصب کسی طرح اسکا

اس فرقہ کے لئے
 محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کے حالات
 سے بحث کرنا کیا
 باعث ہوا اور اس
 فرقہ نے تاریخی
 کے ہر تمام فرقوں
 کے لئے سوال منقسم
 کے تبلیغ کرنا کیا
 موجب ہے یا نہ

سبب نہیں ٹھیکر سکتا علامہ بریں اگر یہ بھی مان لیا جاسے کہ اول امر میں آپ کے قرابت والوں آپ کی حمایت کرتے تھے تو بھلا اس کو اور تمام کثیر فرقوں کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُن سے بہت ہی کم تھی اور نہ اُن لوگوں کی مثل آپ کے قرابت مندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا ہی آسان تھا پس اگر آپ اپنے قرابت مندوں کی طرف ذرا سی پر بھروسہ کر کے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُن سب کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا ہوتا اور ان ہزاروں کی قوت کے سامنے اُن کا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اُس وقت معلوم ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کی جائے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہ لالچ کر کے آپ کی اطاعت قبول کر لی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ کو جو غلبہ حاصل ہونے والا تھا حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو بھی اس کے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملے گا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام فرقوں کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہونگے اور آپ کو ایسا غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتداء ابتداء میں یہ دعوے کرنے کھڑے ہوئے تھے تو بالکل تنہا تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر یا سوادریعہ ہی آپ کو حاصل تھا کہ جس کی وجہ سے آپ کی کامیابی کی امید ہو سکتی آپ فیہ دعوے کیا تھا کہ لوگوں کے لئے ایک مذاق ہاتھ لگا تھا یوں کہا کرتے تھے کہ اس خط کو دیکھتے ہو کہ اتنا بڑا تو دعوہ اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کونسی ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اُسکے دعوے میں جھوٹا بھی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں سے اُسکو کوئی ذریعہ بھی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے اُن عادات اور اعتقادات کو جن سے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی امید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کر کے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اُسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل ہو جائے گی تو انہیں بھی فانی ثمرات و فضیلاب

سبب نہیں ٹھیر سکتا علاوہ بریں اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اول امر میں آپ کے قرابت والو آپ کی حمایت کرتے تھے تو بھلا اس کو اور تمام کثیر فرقوں کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُن سے بہت ہی کم تھی اور نہ اُن لوگوں کی مثل آپ کے قرابت مندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا ہی آسان تھا پس اگر آپ اپنے قرابت مندوں کی طرف ذرا سی پر بھروسہ کر کے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُن سب کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا ہوتا اور ان ہزاروں کی قوت کے سامنے اُن کا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اُس وقت معلوم ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کی جائے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہ لالچ کر کے آپ کی اطاعت قبول کر لی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ کو جو غلبہ حاصل ہونے والا تھا حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو بھی اس کے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملے گا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام فرقوں کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہونگے اور آپ کو ایسا غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتداء ابتدا میں یہ دعوے کرنے کھڑے ہوئے تھے تو بالکل تنہا تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر یا سوادِ بے ہی آپ کو حاصل تھا کہ جس کی وجہ سے آپ کی کامیابی کی امید ہو سکتی آپ فیہ دعوے کیا تھا کہ لوگوں کے لئے ایک مذاق ہاتھ لگا تھا یوں کہا کرتے تھے کہ اس خط کو دیکھتے ہو کہ اتنا بڑا تو دعوے اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب کیفیت ہو تو کوئی ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اُسکے دعوے میں جھوٹا بھی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں سے اُسکو کوئی ذریعہ بھی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے اُن عادات اور اعتقادات کو جن سے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی امید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کر کے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اُسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل ہو جائے گی تو اُنہیں بھی فانی ثمرات سے فضا بہ

سی چھوٹی سورت کے مقابلہ سے بھی ان تمام فرقوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبان کو
 گونگا بنا دیں یہاں تک کہ بعض تو اپنے عجز کا اقرار کر لیں اور بعض ناچار ہو کر لڑنے پر مستعد ہو جائیں
 اور اپنی جانوں کو جنگ و جدل کی مصیبتوں میں بھینسائیں اور ایک سورت کے بھی مقابلہ کی
 جرأت نہ کریں حالانکہ اگر وہ مقابلہ پر قادر ہوتے تو اس سے بڑھ کر ان کے لئے اور کوئی آسان
 تدبیر ہی نہ تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک وہ مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اور اگر کوئی یوں کہے
 کہ ان سب لوگوں پر چونکہ وہم طاری ہو گیا تھا اسی وجہ سے یہ مقابلہ سے عاجز رہے اس لئے کہ جب
 آپ نے ان سے یہ کہا کہ تم لوگ میرے قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مثل لانے سے بھی
 عاجز ہو تو ان پر وہم غالب ہو گیا اور انہوں نے اپنے کو عاجز خیال کر لیا اور پھر ان سے کچھ نہ ہو سکا
 اور وہم ایک ایسی چیز ہے کہ جسکی تاثیر سے کوئی انسانی عقل انکار ہی نہیں کر سکتی تو ہم کہیں گے
 کہ اس بات کو بھی عقل سلیم کسی طرح نہیں مان سکتی اور اس شخص کا یہ قول ہرگز نہیں تسلیم کیا جاسکتا
 کیونکہ جو اثر ہم وہم کا دیکھتے ہیں وہ صرف اسی قدر ہے کہ اس کا تسلط غایت سے غایت اگر ہو گا
 بھی تو یہی ایک یا دو فرقوں پر اور وہ بھی ایک آدھ مقام پر اور اگر ہر ما بھی تو ایک یا دو دن اور اگر
 بہت رہا تو ایک یا دو مہینے بس لیکن وہم کا یہ تسلط کہ تمام لوگوں پر ہو جائے ہر مقام میں اس کا
 دخل ہو بیٹیں بیٹیں برسوں سے بھی کچھ زیادہ زمانہ گزرنے پر بھی باقی رہے بلکہ صدیاں گزرنے
 پر بھی زائل نہ ہو جو لوگ کہ اس وہم کے سبب کے وارد ہونے کے وقت بہت دور ہوں ان پر بھی قبضہ
 کر لے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ ان کو اور لوگوں کی خبر پہنچ گئی جنہر کہ وہم چھا گیا تھا اور یہ سننے
 ہی ان پر بھی وہم کا قبضہ ہو جائے کبھی ایسا دیکھا نہیں گیا اور آج تک سننے میں آیا کہ وہم کا ایسا
 عام اور باقی رہنے والا تسلط بھی ہوتا ہے کہ ہر مقام میں بھی ہو برسین گزرنے پر بھی باقی رہے عقل سلیم
 وہم کی اس خاصیت کو بغیر کسی خارجی سبب کے پائے جانے کے کہ جس سے اسکی تقویت ہوتی ہو
 ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی۔ علاوہ بریں کیسی ہی وہمی باتیں کیوں نہ ہوں لیکن غور و فکر کرنے سے استدرا
 زمانہ کے بعد ان سے ضرور خلاصی ہو ہی جاتی ہے اور واقعی بات کا پتہ لگ ہی جاتا ہے کیونکہ یہ ممکن

نہیں ہے کہ کسی چیز میں غور و فکر سے کام لیا جائے اور پھر بھی حقیقت حال معلوم نہ ہو اور ظاہر ثابت ہے کہ یہ سارے فرقے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے بڑے ہی حریص تھے تاکہ آپ کی تکذیب ثابت کر سکیں اور باوجود اسکے بھی اُن کی کسی ایسی چیز تک سائی نہیں ہوئی اور قرآن کے مقابلہ سے اُن کا عاجز رہنا ایک امر مستمر رہا کہ جس میں وہم کی ذرا بھی تاثیر ثابت نہیں ہو سکتی پس اب بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اُن کو وہم نہ تھا بلکہ وہ فی الواقع عاجز ہی تھے اور اگر وہم کے عام تسلط اور استمرار رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جائے کہ دیکھیے قدیم ہمیشہ والے علماء کو عام طور پر سیکڑوں برس تک اس امر کا وہم نہ ہا کہ آسمان گھومتا ہے اور زمین ساکن ہے تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس وہم کا عام اور مستمر ہونا ایک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تھا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے نہ آسمان کا دور کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علامہ بریں اُن کے پاس وہ آلات بھی موجود نہ تھے کہ جس سے حقیقت حال کو دریافت کرنے میں متاخرین کو (جیسا کہ اُن کا خیال ہے) بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث و پریشاں ہو اُس میں کوئی ایسا سبب موجود نہیں کہ جس کی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم ہو سکے کیونکہ اس کا سبب (جیسا کہ معترض کا گمان ہے) سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا تھا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اس قدر قوت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جس کی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم پیدا ہو جائے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم حدیث کے جاننے والوں کے وہم میں اچھے طور سے فرق ظاہر ہو گیا۔

وہیں کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے عیسٰی برس سے کچھ زائد بھی وہم کا عام اور مستمر ہونا مسلم نہیں ہے تو ایسے وہم کا بلا کسی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عالم اور مستمر ہونا تو عقل سے اور بھی کوسوں دور ہو گا اور جب یہ ٹھہرا تو سنئے کہ اتنی ہی مدت گزر چکی اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر۔ انشا پر داز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہے بہتہروں نے آپ کی شریعت

کی روشنی کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور اُن کے لئے کوئی ایسا مانع بھی نہ تھا پھر بھی ہمیشہ قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کا بھی مقابلہ نہ کر سکے اتنی قلیل مقدار بھی قرآن کے مثل لانے سے سر ہٹا پا عاجز ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے اور ہم تو کھلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک بھی قرآن کی مثل کوئی نہ لاسکے گا۔

پھر اسی طرح یہ فرقہ ایسے سبب کی تعقیب کرتا رہا کہ جس کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں لوگ غلطی میں پڑ گئے ہوں لیکن انہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت درجہ کے استعرا اور تلاش کے بعد اُن کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی سبب نہیں ہو سکتا پھر کہنے لگے کہ کیا ہم نے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہو اور جو کہ ذہن میں آ سکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کر لیا اور اشیا کا ہمیں پورے طور سے پتہ لگ گیا ہرگز نہیں انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقایق کو جو کہ خیال میں آ سکتی ہیں ہر طرحی خط نہیں ہے بلکہ بڑی چیز یعنی اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات و دن دیکھا کرتے ہیں قوانین قدرت برابر ہم سے مخفی رہے چنانچہ دن بدن کچھ نہ کچھ نئے قوانین قدرت ہم کو دریافت ہوتے جاتے ہیں۔ وہ امر جسے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ جتنی اشیا ہمارے ہم کو واقفیت حاصل ہو چکی ہے اگر اُن کی نسبت اُن اشیا کے ساتھ دیکھی جائے کہ جواب تک ہم کو دریافت نہیں ہوئیں تو بیشک وہی نسبت نکلے گی جو سمندر کو ایک قطرہ کے ساتھ ہوتی ہے پس جب یہ حالت ہو حقایق کی واقفیت میں ہمارا درجہ اتنا گھٹا ہوا ہو اور تمام اشیا پر صلائی اور محیط ہونا ہمارے لوازم ذات سے قرار پانا تو جدا رہا ہم کو تمام حقایق کا پورا پورا علم بھی نہ ہو تو پھر ہم اس بات کا کیونکر اطمینان کر سکتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے کہ جس کی اطلاع ہم کو نہیں ہوئی اور ہم اس کو دریافت نہیں کر سکے خواہ اس وجہ سے کہ ہماری فکر مادی دنیا سے بحث کرنے میں ہم تن مصروف تھیں اُس سے ہمیں بحث کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور چونکہ ہمارے خیالات اسی کے عادی ہو رہے تھے تو اس سے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ

اس فرقہ کا علم
کو جان کر کہ ہم
تمام چیزوں
پسے لپے نہ
نہیں پوری کو
سمجھا تا رہیں
بات کا نشان نہ
کہ اور تعجبی
بوجہ ہو سکتی ہے
تہہ ہوں
یہ لگ

ہم دوسرے عالم سے بالکل غافل ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ شاید اس مادی دُنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم ہی نہیں ہے۔ اور خواہ اس وجہ سے کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل ہی نہ ملی کہ جس سے دوسرے عالم کا پتہ لگتا۔ یا اس وجہ سے کہ ہمیں ایسے ذرائع حاصل نہیں تھے کہ جنکے وسیلے سے اس مادی دُنیا کے علاوہ کوئی دوسرے عالم کو دریافت کرنے کے ہم قابل ہو جاتے بھلا بتلائیے تو سہی کہ برقی قوت کے دریافت ہونے سے پہلے اُسکا کون خیال کرتا تھا اور اُسکے خواص و آثار کس کی سمجھ میں آسکتے تھے اور اُن کو کون مان سکتا تھا یہاں تک کہ اتفاقیہ وہ قوت دریافت ہو گئی اور متعدد تجربوں سے اُسکے فوائد کی تحقیق ہوتی گئی حالانکہ یہ عالم طبعیات ہی سے ہے اور باوجود اُسکے ہم اُسکو آنکھ سے آج تک دیکھ بھی نہ سکے غایت سے غایت یہہ ہوا کہ ہم نے اُسکے آثار دیکھ کر اُس کے موجود ہونے پر استدلال کر لیا۔

علاوہ بریں ہم لوگوں میں یہ بات جو مشہور ہے کہ ہم کسی چیز کو جب تک کہ اپنے حواس خمسین سے کسی سے ادراک نہ کر لیں نہیں مانتے اُسپر بھی قائم نہ رہ سکے اور اسکا ہر موقع پر التزم کرنا ہمارے امکان سے خارج ہو گیا بلکہ ضرورت کے وقت ہم کو اپنے اس قاعدہ کو براہ چھوڑنا پڑتا ہے یہی دیکھئے کہ مادہ اشیر (یعنی ایٹم) کو ہم مانتے ہیں اور اُسے ثابت کرتے ہیں حالانکہ یقیناً ہم نے اُسکو اپنے حواس میں سے کسی سے ادراک نہیں کیا ہم کو صرف اُسکے ثابت کرنے کی یہ ضرورت پڑی ہے تاکہ ہم روشنی کی حقیقت سمجھ سکیں چنانچہ ہم اُسکے ثابت کرنے کے بعد اس بات کے قائل ہو گئے کہ روشنی اس مادہ اشیر (یعنی ایٹم) کی حرکت کا نام ہے کہ جو تمام دُنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اشیر (ایٹم) کے نزدیک ایک گیس ہے کہ جو غیر متناہی خلا میں بھرا ہوا ہے اور جب تک کہ بعض روشن اجسام جیسے کہ ستارے اُس میں اثر نہ کریں تو وہ خود ساکن رہتا ہے اور اُن کے اثر کرنے کی وجہ سے اُس میں حرکت پیدا ہوتی اور وہیں بدلنے لگتا ہے جیسے کہ ہوا جسم کے اثر کرنے سے آواز کے لئے حرکت کرنے لگتی ہے اور پھر اُس کی حرکت آنکھ تک پہنچ جاتی ہے جبکہ وجہ سے اُس میں اثر ہوتا ہے اور اُسے میراثیات کا شعور ہو جاتا ہے اور وہ لوگ

اس فرق کا انجمن
دو سے پرقا نرہ
سکتا کہ ہم فیض
خبر کے اور کسے
ہو جو کسی چیز کو
نہیں مانتے اختیار
کے درمیت کرے
اپنے قصاص نہ کا
اعتراف کرنا اور
نیز کہ مادی علم
کے علاوہ کسی کو
حاکم کو مان نہ ہنصر
تجربہ کی بات ہو ۱۱

کہتے ہیں کہ عوالم یا قوی کربائی (اور وہ حرارت قوت برقی اور قوت مقناطیسی ہیں) صرف ایسی اثر
 وایتھر، کی لہریں ہیں اور وہی ایسی اصل ہے کہ چاروں غیر قابل وزن مادوں کو ایک مادہ میں جمع
 کرتی ہے اور وہ چاروں مادے روشنی حرارت قوت کربائی یا برقی اور قوت مقناطیسی ہیں راو
 جب ہمارا یہ شہور قاعدہ قابل اعتبار نہیں رہا تو ایسی اشیاء کے وجود سے کونسی شے مانع
 ہو سکتی ہے کہ جنکو محض ہمارے حواس اور اک نہیں کر سکتے اور یہ بات اُن موجودات سے جو
 کہ خوردبین (مائکروسکوپ) سے نظر آتے ہیں ثابت بھی ہو چکی ہے کیونکہ اُن کا ادراک جب تک
 کہ آلات بصریہ استعمال کئے جائیں ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اب ایسی اشیاء کے موجود ہونے سے
 کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ جبکہ ادراک کے لئے ہمارے موجودہ حواس گودہ کسی آلہ سے
 مدد ہی کیوں نہ لیں کافی نہ ہوں بلکہ اُن کے ادراک کے لئے کسی دوسرے جلسہ کی ضرورت
 ہو جو کہ ہم میں نہیں پایا جاتا چنانچہ یہی اثر وایتھر، ہی ایسا ہے۔ اور جب ہمارے حواس مدی
 دنیا کے اعتبار سے اس قدر عاجز ٹھہرے تو پھر مادی عالم کے علاوہ دوسرے عالم کی اشیاء کے
 ادراک سے اگر عاجز ہوں تو کچھ بھی متبعہ نہیں۔ پس اگر انصاف سے پوچھو تو یہی ہے کہ ہم
 معرفت اور شناخت کے راستہ میں بہت ہی قاصر ہیں اور اُن تمام اشیاء کے حقائق دریافت
 کرنے کے ذرائع جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے ہم میں بیشک نامتام ہیں۔ پس عقل اس بات
 کو جائز رکھتی ہے کہ بہتری ایسی حقیقتیں واقع میں موجود ہو سکتی ہیں کہ جن سے ہم محض ناواقف
 رہیں یا اُن کی ہم کو خبر ہی نہ ہو اور اُن اشیاء کے ادراک کے ذرائع یا تو ہم میں موجود ہی نہ ہوں
 یا اُن کی تمام شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور جب ہم بے انصافی کا ساتھ چھوڑ کر انصاف کو مددگار
 بنیں گے تو ضرور ہم یہی سمجھیں گے کہ عالم طبعیات کے سوا کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض لکی
 تحقیقی بات ہے اور بلا دلیل حکم لگانا ہے کیونکہ غایت سے غایت یہ ہو گا کہ جہاں تک ہم نے
 بحث کی ہے ہمیں اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ اس امر کی
 دلیل ملی جس سے کہ اس عالم کا کسی دوسرے عالم سے ارتباط معلوم ہوتا۔ رہی یہ بات کہ اس عالم

مادی کے سوا کسی دوسرے عالم کے موجود نہ ہونے کی ہمیں کوئی دلیل ملگئی ہو یا اس امر کی کہ یہ عالم کسی دوسرے عالم کے ساتھ تریب نہیں ہے قسم انسانی شرافت کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ امر ہر سمجدار کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ لگے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ نفس الامر میں بھی وہ شے موجود نہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی شے کے وجود کی دلیل ہمیں معلوم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں وہ شے بھی موجود نہیں۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھئے کہ مادی عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کا ہم کو پتہ نہ لگے یا اس کو موجود ہونے کی دلیل ہم کو معلوم نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفس الامر میں بھی کوئی دوسرا عالم موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ ہوا اور ہمیں دریافت نہ ہوا ہو چنانچہ یہی دیکھئے کہ ہمیں لوگوں میں سے قدیم طبعیات کے جاننے والوں پر ہزاروں برس کا زمانہ گزر گیا اور وہ رعد اور برق کی وجہ دریافت کرنے کے درپے رہے لیکن انہیں اس کی کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہو سکی اور اس کی حقیقت سے ناواقف رہے اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو دریافت نہ ہونے یا اس کی دلیل نہ معلوم ہونے سے اس کافی نفسہ موجود نہ ہونا لازم نہیں آیا اور متاخرین کو اس کی دلیل معلوم ہو گئی اور انہوں نے اس کی حقیقت کو دریافت کر لیا۔

اور وہ ان کے خیال کے موافق قوت لہر بائی ہے اور وہ دنیا کی ضروری چیزوں میں سے ہے کہ جس کی وجہ سے اس میں طرح طرح کے عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

پس بنا بر جمیع امور مذکورہ کے کہ جس سے حقایق استیلا کی نسبت ہماری واقفیت کا انحسار ہو اور نا تمام ہونا معلوم ہو چکا ہے یہ بات بالمشک ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم بھی پایا جائے اگرچہ اب تک ہم کو اس کے موجود ہونے کی دلیل نہ معلوم ہوئی ہو اور جب یہ کیفیت ہے تو ہم اس بات سے کیونکر مامون ہو سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن حقائق ممکنہ الوجود کا دعویٰ کرتے ہیں وہ واقع میں موجود ہی ہوں اور ہم ان کی حقیقت اور واقفیت سے ناواقف ہوں اور اسی وجہ سے ہم نے اس کو حکومت حاصل کرنے کا جیلہ سمجھ لیا ہو اور ہم یہ خیال کرنے لگے ہوں کہ ان تمام قوتوں

میں نہ کا انڈینا کر پڑا
کہ شاید رسول اللہ صلی
علیہ وسلم کا دعویٰ سچا
ہی ہو اور ہم سچی بات
انجامی سے خوف
کر کے اس بات کا
تعلیٰ فیصلہ کرنا کہ
محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے دعویٰ
کی چلی طرح جانچ
کرنا ہی چھیک ہو

کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لینا محض ہم پر مبنی ہے اور ان کے پاس اس کی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہی ہوں اور ان تمام لوگوں کو سچی ہی دلیلیں معلوم ہو گئی ہوں کہ جن کی وجہ سے انہیں آپ کی تصدیق کرنی پڑی اگرچہ ہمیں ان کی صحت کا ذرا بھی پتہ نہ لگا ہو اور جب بالفرض یہی کیفیت ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے پیدا کرنے والے یعنی خدا ہی کو بھیجے ہوئے ہوں اور ان کی بتلائی ہوئی سب باتیں ہوئیں اور انہیں باتوں میں مثلاً ایک بات یہ بھی ہے کہ عالم انسانی کے لئے ضرور حشر و نشر ہوگا اور یہی خدا اُس شخص کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے دائمی ثواب عطا کرے گا اور جو شخص کہ آپ کی تکذیب کرتا ہو۔ اُس کو ابدی سزا دیگا۔ تو بھلا بتلانیے کہ اس وقت تکو کیا بہتری حاصل ہو سکتی ہے اور ہم اپنی محنت اور مشقت اور بحث و تفتیش سے کیا ثمرہ حاصل کر سکتے ہیں جو کہ ہم اپنے بڑے لمبے چوڑے علموں میں جیسے کہ علمِ فلک۔ علمِ کائنات۔ علمِ طبقات الارض۔ علمِ نباتات۔ علمِ حیوانات۔ علمِ کیمیا وغیرہ میں صرف کرتے ہیں کیا اُس وقت ہم پر یہ بات صادق نہ آئیگی کہ ہم اپنے درجہ کی فانی چیز کے ساتھ مشغول ہوئے اور با عظمت دائمی شے کو ہم نے چھوڑ دیا بیشک ہم خسارہ میں رہینگے۔ اور جس سے کہ ہم برداشتہ خاطر ہوئے جاتے ہیں اور جس سے کہ ہم سوراختیار (یعنی بے تمیزی) کے ساتھ کسی شے کو پسند کرنے میں پڑنے سے ڈرتے ہیں وہ یہ امر ہے کہ اگر کمابیس محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروی کرنے والوں کا قول قیامت کے بارہ میں صحیح ہو گیا تو بیشک ہم کو نقصان اٹھانا پڑیگا اور ہم شک و خدشہ سے رونے قابل ہو جائیں گے اور اگر ہمارا یہ قول کہ قیامت نہ ہوگی اور انسان مرنے کے بعد زندہ نہ کیا جائیگا صحیح بھی ہو گیا تو ان کا ذرا بھی نقصان نہ ہوگا چنانچہ طیب اور بخیر دونوں کے بارہ میں کہ جنکا قیامت سے انکار کرنے میں ہمارا ہی سہا خیال تھا کسی نے کیا خوب کہا ہے **قال المصنم والطیب كلاهما لن يبعثا لاماوات قلت اليكما**

ان صحہ قول کا فلسفہ نجاس + اوجہ قولی فالخسار علیہما یعنی منجر اور طبیب دونوں یہ کہنے لگے کہ مردے کبھی زندہ نہ کئے جائیں گے تو میں نے انہیں جواب دیا کہ بس الگ ہو۔ اگر تمہاری بات صحیح بھی ہو گئی تو میرا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر میرا کہنا صحیح نکل آیا تو تم دونوں کو ضرور نقصان اٹھانا پڑے گا۔ پس ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ہم حرم اور احتیاط سے کام لیں اور جتنی چیزیں کہ ہمارے علوم کے مخالف معلوم ہوں ان کو سنتے ہی بلا تحقیق ان سے انکار نہ کریں اور اپنی اس مہٹ دھرمی کو ترک کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کریں اور اس امر کی تفتیش کریں کہ لوگ ان کی کیوں تصدیق کرنے لگے اور ان کے دلائل میں غور و فکر سے کام لیں کیونکہ ہمارا اس میں ضرر ہی کیا ہے اور تحقیق کرنے سے ہمیں کونسا امر مانع ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس بحث و تحقیق کا یہی نتیجہ ہو کہ ہم ضرر سے بچ جائیں پس دلائل سابقہ کو دیکھ کر اسی امر پر ان کی رائے قرار پائی اور سب متفق ہو گئے اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تحقیق پر کمر ہمت باندھ لی اور اس سے بحث کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ آیا آپ کا دعویٰ سچا تھا یا جھوٹا اور ان دلائل کی تفتیش کرنے لگے کہ جن کی وجہ سے ان لوگوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی تھی تاکہ ان میں غور کرنے سے اس امر کا پتہ لگ سکے کہ آیا وہ دلیلیں صحیح ہیں کہ جن کی وجہ سے اور لوگوں کی طرح انہیں بھی تصدیق کرنا چاہئے یا غلط ہیں یہاں تک کہ ان کی غلطی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شبہ رفع ہو جائے اور کچھ تردد باقی نہ رہے پس سب سے پہلے انہوں نے ان اشیاء کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جن کی نسبت ان کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ اللہ یعنی اس عالم کے خدا کے پاس سے ہیں اور جن سب کو کہ وہ شریعت کہتے تھے۔

پس انہوں نے اس میں بہتیری ایسی چیزیں دیکھیں کہ جو ان کے علوم طبعیہ کے خلاف معلوم ہوتی تھیں جسے کہ وہ بالکل یقینی سمجھتے ہیں منجملہ ایسے امور کے شریعت میں یہ واقع ہوا ہے کہ عالم کا مادہ پہلے موجود نہ تھا اور پھر پیدا ہوا ہے اور جسے کہ اسے بعد عدم موجودگی کے موجود کیا ہے اور اس طرح کی کائنات کو اس عمدہ انتظام پر پیدا کیا ہے وہی خدا ہے اور اس نے جیسے کہ اسوۂ عدم

فہم جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلمات کو سنا جو انہوں نے ان کے مخالف علوم کے خلاف معلوم ہونے پر فرمایا کہ ان کی وجہ سے انہوں نے ان اشیاء کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جن کی نسبت ان کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ اللہ یعنی اس عالم کے خدا کے پاس سے ہیں اور جن سب کو کہ وہ شریعت کہتے تھے۔

موجود کر دیا ہے وہ اسی طرح بعد موجود ہونے کے اُسے پھر معدوم کر سکتا ہے۔ اور اسی خدا نے علاوہ تمام حیوانات کے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے اور اُسی سے اُس کی عورت کو پیدا کیا ہے۔ اور پھر اُن دونوں کو اُسی نے ایسے مکان میں رکھا ہے کہ جسے جنت کہتے ہیں اور بعد اسکے ان دونوں کو اُن سے ایک امر میں خلاف ہو جانے کی وجہ سے زمین پر اتار دیا انسان کے لئے اُسکے بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز نفسِ لطیف ہے جسے کہ روح کہتے ہیں اُسکے بدن کے ساتھ اُسکو ایک خاص علاقہ ہوا کرتا ہے کہ جب تک وہ علاقہ رہتا ہے اُسکو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ جاتا رہتا ہے تو موت آجاتی ہے۔ یہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور وہ ادراک کرتی ہے اُسے لذت اور الم بھی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی موت آنے اور اُسکے فنا ہونے کے بعد بھی خدا اُسے پھر زندہ کرے گا اور اُسکے ساتھ دوبارہ روح کا علاقہ پیدا کرے گا اس نے اپنی نبی و نبی کی معنیک عمل کئے ہونگے اسکو ان کی جزا دیگا اور جو بُرے عمل کئے ہونگے ان کی سزا دیگا۔ خدا کی نعمتیں اس مکان میں ملیں گی جسکا نام جنت ہے اور اسکا عذاب اس مکان میں ہوگا جسکا نام دوزخ ہے خدا انسان کو ان دونوں زمین و آسمان کے تباہ ہوجانے اور لوگوں کے مرنے کے بعد پھر ان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد داخل کرے گا۔ لوگ ان دونوں میں ہمیشہ رہیں گے بدن کے ساتھ روح کے متعلق ہونے اور اس میں زندگی پائے جانے کے وقت لذت اور الم کے معلوم کرنے میں بدن اور روح دونوں مشترک ہیں انسان کی طرح باقی حیوانات میں بھی رُوح پائی جاتی ہے اور جتنی سمجھ کہ اُن کی زندگی کیلئے ضروری ہے تمام حیوانات کو حاصل ہوتی ہے البتہ اُس قدر سمجھ اور عقل نہیں پائی جاتی۔ جسقدر کہ انسان میں موجود ہے اسی وجہ سے بخلاف اور حیوانات کے انسان کو اس خدا کی عبادت کی تکلیف دی گئی اسی خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کئے ہیں کہ جسکا نام فرشتے ہیں اُن کو اس امر کی قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں بدل لیں ہمارے سامنے سے گزر جائیں اور اور ہم نہ دیکھیں اُن میں نرمی بھلائی ہی پائی جاتی ہے وہ ایسے کام کر سکتے ہیں کہ جن سے

انسانی طاقتیں بالکل عاجز نہیں۔ یہی فرشتے خدا اور اُن نیک بندوں کے مابین کہ جو رسول کے نام سے مشہور ہیں خداوندی احکام کے پہنچانے کا واسطہ واقع ہوتے ہیں خدا نے اسی طرح اور اجسام بھی پیدا کئے ہیں کہ جو اپنے بعض خواص میں انہیں فرشتوں کے مشابہ ہیں مثلاً مختلف شکلیں بدلنا۔ نظر سے چھپا رہنا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا لیکن ان باتوں میں اُن سے فرق ہے کہ وہ ان کی طرح نورانی نہیں ہوتے اور نہ اُن میں نرمی بھلائی ہی ہوتی ہے اور نہ وہ خدا کے اور اُس کے رسولوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ایسے اجسام کا نام جن ہے خدا نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے ہیں کہ جو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے پانی اتارتا ہے اسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جس کا نام کرسی ہے اور اُس کے اوپر اُس سے بھی بڑا ایک اور جسم ہے کہ جس کا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے اور فرشتے اس فاصلے کو بہت تھوڑے زمانے میں قطع کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی کی قضا و تقدیر سے واقع ہوتا ہو یعنی اس وجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اُس کو اپنی قدرت سے موجود کر دیتا ہے۔ اُس نے ایک بہت بڑا جسم جسے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے کہ قلم کہتے ہیں اس لئے پیدا کیا ہے کہ جو کچھ واقع ہو اُس میں ثبت کیا جائے اور مسطور رہے اگرچہ اُس کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جتنی چیزیں کہ اُس کی قضا و حکم سے ہوتی ہیں سب اُسی کے پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اُس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اگرچہ اُس نے مسببات کو اسباب کے ساتھ مترتب کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سبب کے بعد سبب پایا جائے لیکن ان دونوں کے لئے وہی خالق ہے وہی سبب کو پیدا کرتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے

ہے قضا و قدر کی بحث آگے آتی ہے یہاں تنا سوجھ لیجئے کہ قدرت اور تقدیر کے معنی اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور قضا کے معنی حکم کرنے کے ہیں پس حاصل ہو کہ خدا نے پہلے تو عالم کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اُسی کے موافق اپنے حکم اور ارادے سے کچھ پیدا کیا کرتا ہے ۱۲ ترجمہ

ہیں اُسی کے خلق اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً مؤثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہو۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُس کے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُس کا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں۔ جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ ہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ جو کہ اُس کے شایان ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھئے کہ جب کو انہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جنہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہاں تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُن کے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جس پر کہ انہوں نے سختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر مجبور جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُن کا سابق کا وہ فیصلہ ہو کہ جس پر لوگ متفق المرارے ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی سببی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اس لڑ کہ اُن کا تمام خفایں کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جہل ممکن الوقوع حقیقتوں پر جاوی نہ ہونا اُن کو معلوم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اس امر کے اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کئے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اسکے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اُسی کے خلق اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً مؤثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہو۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُس کے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُس کا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں۔ جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ ہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ جو کہ اُس کے شایان ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھئے کہ جب کو انہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جنہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہاں تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُن کے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جس پر کہ انہوں نے سختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر مجبور جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُن کا سابق کا وہ فیصلہ ہو کہ جس پر لوگ متفق المرارے ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی سببی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اس لڑ کہ اُن کا تمام خفایں کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جہل ممکن الوقوع حقیقتوں پر جاوی نہ ہونا اُن کو معلوم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اس امر کے اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کئے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اسکے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اُسی کے خلق اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً مؤثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہو۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُس کے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُس کا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں۔ جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ ہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ جو کہ اُس کے شایان ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھئے کہ جب کو انہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جنہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہاں تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُن کے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جس پر کہ انہوں نے سختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر مجبور جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُن کا سابق کا وہ فیصلہ ہو کہ جس پر لوگ متفق المرارے ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی سبزی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اس لڑ کہ اُن کا تمام خفایں کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جہل ممکن الوقوع حقیقتوں پر جاوی نہ ہونا اُن کو معلوم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اس امر کے اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کئے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اسکے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اُسی کے خلق اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً مؤثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہو۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُس کے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُس کا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں۔ جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ ہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ جو کہ اُس کے شایان ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھئے کہ جن کو انہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جنہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہاں تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُن کے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جس پر کہ انہوں نے سختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر مجبور جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُن کا سابق کا وہ فیصلہ ہو کہ جس پر لوگ متفق المرارے ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی سبزی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اس لڑ کہ اُن کا تمام خفایں کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جہل ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہ ہونا اُن کو معلوم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اس امر کے اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کئے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اسکے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اُسی کے خلق اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً مؤثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہو۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُس کے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُس کا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں۔ جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ ہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ جو کہ اُس کے شایان ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھئے کہ جن کو انہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جنہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہاں تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُن کے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جس پر کہ انہوں نے سختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر مجبور جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُن کا سابق کا وہ فیصلہ ہو کہ جس پر لوگ متفق المرارے ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی سبزی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اس لڑ کہ اُن کا تمام خفایں کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جہل ممکن الوقوع حقیقتوں پر جاوی نہ ہونا اُن کو معلوم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اس امر کے اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کئے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اسکے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں اُسی کے خلق اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً مؤثر نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُس پر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہو۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے اُس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُس کے مشابہ ہے اور نہ وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُس کا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہو چکا یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہو گا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں۔ جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ ہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ جو کہ اُس کے شایان ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھئے کہ جن کو انہوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جنہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہاں تک اُن کی عقل کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُن کے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جس پر کہ انہوں نے سختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر مجبور جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُن کا سابق کا وہ فیصلہ ہو کہ جس پر لوگ متفق المرارے ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے اُس کی سبزی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اس لڑ کہ اُن کا تمام خفایں کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جہل ممکن الوقوع حقیقتوں پر جاوی نہ ہونا اُن کو معلوم ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اس امر کے اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کئے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اسکے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دین اور آپ لوگوں کا بغرض انہماق گفتگو کرنے کے لئے مجھے انتخاب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص اور سچی خیر خواہی سے پیش آنے اور انہماق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھ پر لازم کرتے ہیں لیکن اس موقع پر میں آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کئے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بلا تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفداری کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور اس پر اپنے دماغ میں جگہ دیں کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائیگا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آئے گی اور عقل کی مینائی جاتی رہے گی اور جس طرح کہ دن دو پہر بھی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسی طرح سے اس موقع پر بھی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑ جائیں گے اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائیگا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑ دیا اور اپنے خیالات سابقہ کی طرف رجحان نہ کی اور اس طور پر ان دونوں ناحق کی قیدوں سے اپنے اپنے ضمیروں کو آزاد کر لیا تو پھر دیکھ لیجئے گا کہ میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا بشرطیکہ اس خدا کو منظور ہو جسکے سوائے میں کسی دوسرے کو کسی شے کا پیرا کرنے والا نہیں مانتا

پس آپ لوگوں کے مذہب یعنی ان خیالات میں جنہیں کہ آپ نے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کرنے کے بعد میں کہتا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو قدیم مان لیا اسلئے بظاہر آپ کسی کو خدا مان لینے کے لئے مجبور نہ ہوئے کہ جو اسکو پیدا کرتا اور جب کہ آپ نے مادہ کے سماوی اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور ان کا حادث ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا اور عقل ان تمام تنوعات اور تغیرات کے حدوث کو محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے تسلیم نہ کر سکی کہ اُس کے نزدیک مادہ میں اس کی صلاحیت نہیں پائی جاتی ان وجوہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات بسیطہ کے لئے حرکت ثابت کریں

اس طرح پر تمام تنوعات کو آپ نے مادہ اور اسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدوث مان لیتے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑتا جو کہ اُسے پیدا کرتا اور اُسکے عدم پر اُسکے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اسکے بعد جب آپ اُسکے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اُسوقت یہی کہنے لگتے کہ جس خدا نے کہ مادہ کو پیدا کیا ہے وہی اُسکے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس تقدیر پر ان تنوعات کے لئے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لئے حرکت ہی ثابت کرنے کی حاجت رہتی اور اس تکلف سے بھی نجات ملجاتی اور اس زبردستی کی بات کا قائل بھی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی انواع انواع کی چیزیں محض مادہ اور اس کی حرکت سے علی وجہ الضرورة پیدا ہو گئی ہیں اور خوبی یہ کہ ان میں دینے مادہ اور اسکی حرکت میں (نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے نہ انہیں کسی شے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ تدبیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پھر بھی ان سے سب کچھ باقاعدہ ہی ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام عالم نہایت ہی عجیب و غریب انتظام کے ساتھ پیدا ہو گیا جسکو دیکھ کر عقل صاف ہی حکم کرتی ہے کہ اُسکے لئے اتنی چیزوں کی ضرورت ہے کہ قدرت پوری پوری ہو۔ علم نہایت ہی کامل ہو۔ حکمت اور تدبیر اعلیٰ درجہ کی موجود ہو جس موقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ جب میں مادہ کے قدم کے بطلان پر دلیل قائم کروں گا۔ اور اس کا حدوث ثابت ہو جائیگا تو اس وقت لاحالہ آپ کو کوئی نہ کوئی خدا ماننا پڑیگا کہ جس نے مادہ کو پیدا کر دیا اور جو عدم سے اُسکو وجود میں لایا اس طریقہ سے آپ کو یہ سمجھنا بھی آسان ہو جائے گا کہ مادہ کے تمام تنوعات اسی خدا کے فعل کی وجہ سے ہیں اور اس کی قدرت۔ علم حکمت اور تدبیر کا کامل ہونا انہیں تنوعات سے خود ہی معلوم ہو جائیگا۔ اسکے بعد آپ لوگوں پر شریعت محمدیہ کے باقی مسائل کی تصدیق کر لینا بھی جنہیں کہ آپ اب تک اپنے علوم اور اعتقادات کے خلاف سمجھتے ہیں کچھ دشوار نہ رہیگا۔

نیچے سنئے میں نے آپ کے سابق الذکر مذہب میں تین تین جیسے پائے ہیں کہ جبکہ آپ لوگ

بڑے اعتقاد جازم کے ساتھ یقین کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لائے ہوئے ہیں لیکن اگر صحیح نظر سے اُن میں غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اُن سب کے ثبوت کی مؤقتضیات کرنا باعتبار نفس الامر کے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ بعض اُن میں سے بالکل قطعی ہیں مشاہدہ سے اُن کا ثبوت ہو چکا ہے اُن کی تصدیق کرنا ایک لازمی بات ہے لیکن اگر اُن کی تصدیق کی جائے تو پھر دوسرے کا ماننا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا (پہلا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ اور اُس کے ذرات بسیط کی حرکت کے قدم کے قائل ہیں اور اُن دونوں کو ازل سے متلازم مانتے ہیں کہ کوئی بغیر دوسرے کے پایا ہی نہیں جاسکتا یعنی مادہ اور حرکت میں مغالطہ ہونا محال (دوسرا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کے حدوث کے قائل ہیں یعنی تمام اشیاء سماوی اور ارضی خصوصاً حیوانات کی ساری انواع پہلے موجود نہ تھیں اور اسی مادہ سے پیدا ہو گئیں کیونکہ طبقات الارض کی دیکھ بھال سے آپ لوگوں کو لازمی طور پر یہ حکم لگانا پڑا کہ تمام انواع کے حیوانات اور نباتات زمین میں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہوئے ہیں اور اُن کی پیدائش کے لئے لاکھوں برس کا زمانہ آپ نے ٹھہرایا ہے اور اسی کی مقتضا کے موافق آپ نے یہ حکم لگایا کہ انسان کی پیدائش جملہ انواع کے لحاظ سے بہت ہی حال کی ہو اور وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ اُس کے آثار صرف زمین کے اوپر کے طبقات میں پائے جاتے ہیں طبقات زیرین میں اُس کے آثار کا نام و نشان نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے بعد پیدا ہوا پھر اس کی پیدائش کے زمانہ کے مقرر کرنے میں آپ لوگوں نے بے انتہا اختلاف کیا ہو جیسا کہ میں نے آپ ہی لوگوں کی کتابوں میں پڑھا (تیسرا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کو بذریعہ اُس کے ذرات کی حرکت کے کہ جو مادہ کے لئے ازل سے لازم ملازم ہے اور نیز اُن قوانین قدرت کے مقتضا کے موافق

مے قدم سے مراد کسی شے کا ہمیشہ سے موجود ہونا اور اُس پر عدم کا کوئی زمانہ نہ گذرنا ۱۲ متر جسم سے حدوث سے مراد

کسی ایسی شے کا موجود ہونا کہ جو پہلے موجود نہ تھی ۱۲ متر جسم

کہ جو اُن میں موجود ہیں علی وجہ الضرورة مادہ سے حادث مانتے ہیں اور پھر مادہ اور اس کی حرکت کا نہ اُس میں کچھ اختیار ہے اور اُن میں کوئی ارادہ ہی پایا جاتا ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے جیسا کہ آپ کے کلام سابق میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جس طرح معلول اپنی علت سے حادث ہوا کرتا ہے اسی طرح مادہ اور اُس کی حرکت سے تمام تنوعات حادث ہوئے ہیں پس تمام تنوعات معلول ٹھہرے اور مادہ اُس کی حرکت تنوعات کی علت۔

حقیقت میں اُن کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اس کی حرکت میں انفکاک ناممکن تھا یہاں تک کہ وہ اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اور اس کی حرکت میں سے کسی کا وجود بغیر دوسرے کے منصوص ہی نہیں ہے اس لئے دونوں کو بمنزلہ شے واحد کے اعتبار کر لیا ہے اور اس کی علت کہنا ہے اور چونکہ ان دونوں میں تلازم پایا جاتا ہے اسی لئے یہ اعتبار کر لینا جائز ہے کوئی مذائقہ بھی نہیں ہے۔

جب آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہو چکا تو اب سنئے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شے اپنی علت سے جسے کہ اس کا وجود لازم ہو جاتا ہے ہرگز متخلف نہیں کر سکتی پس اگر اس کی علت حادث ہوگی تو وہ شے بھی اسکے بعد ہی بلاتاخر موجود ہو جائیگی اور اگر اس کی علت قدیم ہوگی تو وہ شے بھی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت کریگی اس سے ہرگز متاخر نہ ہو سکیگی ورنہ لازم آئے گا کہ علت تو باپائی جائے اور معلول نہ اور یہ بات محال ہے جو حجت ثابت ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ آپ کو کچھ مادہ اور اس کی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو حادثات نباتات حیوانات اور تمام عالم کی انواع و اقسام کی چیزوں کے لئے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیاء بھی کہ جو اُن کی معلول ہیں قدیم ہو جائیں حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبیعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق اُن کے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس علت کو اُن معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کا وجود ایک ہی دفعہ بالکل مکمل ہو جائے اس لئے کہ علل اور معلولات میں باہم ارتباط پایا جاسکتا ہے اور ایک دوسرے پر سلسلہ دار موقوف ہو سکتے ہیں مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا ظہور ہو سکے اور پانی اپنے دونوں عضوں کے بننے سے پہلے موجود ہو جائے اور وہ دونوں

عنصر جو پانی کو مرکب کرتے ہیں ہیڈروجن اور آکسیجن ہیں اور خود وہ دونوں اجزاء مادہ کے خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے ان کی تالیف حاصل ہو سکے موجود نہیں ہو سکتے ہیں حیات کا وجود پانے کے وجود پر موقوف ہے چاہے اُس سے ایک لحظہ ہی پہلے کیوں نہ ہو۔ پس کونسی عقل یہ قیاس کر سکتی ہے کہ مادہ اور اُس کے سارے مرکبات ایک ساتھ ہی موجود ہو سکتے ہیں۔ اس کا جواب ہم دینگے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت بھی اور وہ مادہ اور اُس کے اجزاء کی حرکت ہے (حادث مان لی جائے اُس وقت بیشک اُن قوانین قدرت کے موافق جو پیدائش کے متعلق ہیں اور جنکے کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرور ایک ت کی حیات پر ٹپسکتی ہے تاکہ اُس میں استعداد آجائے اور مادہ کے اجزاء اس طرح پر مجتمع ہو لیں جس سے کہ عناصر کی تالیف ہو پھر پانی بنے اُس کے بعد حیات موجود ہو اور اس تقدیر پر بلاشبہ انہیں قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ پانی سے پہلے حیات موجود ہو جائے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی حاصل ہو جائے یا اجزاء مادہ کے مجتمع ہونے سے پہلے ہی عناصر نہ بنائیں یہ سب اہل سائنس کی سمجھ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں میں یہ امور ناممکن نہیں کیونکہ اُن کے نزدیک تو یہ سب کچھ خدا سے قادر ہی کرتا ہے اور اُس کی قدرت کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں ہو سکتا کوئی شے ہو چاہے کتنی ہی مستبعد اور تعجب انگیز کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکھتا ہے)

لیکن جب پہلی علت کو قدیم مانا جائے جیسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہو کہ یہ سارے محمولات حادث ہوں باوجودیکہ اُن کی علت ازلی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب انکی علت اُنکے موجود ہونے کو بالاضطرار لازم کرتی ہے تو پھر بتلائیے کہ ان سب اشیاء کو اتنا کھول یا کروڑوں برس کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا ہونے دیا اور کس وجہ سے اتنی مدت گزرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہو گئیں۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ اتنی مدت کی اسلئے حاجت ہے تاکہ علت میں مخلوقات کے پیدا ہونے کی

استعداد آجا کر یعنی اُس میں استعداد چھوٹنے کے لئے اتنا کر ڈر سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپ سے چھیننے کے آپ کی معین کردہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہو گئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت اُس کی مقتضی بھی موجود تھی اور کس چیز سے اتنی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر اس قدر مدت گزرنے کے بعد اسے پیدا کر دیا معلومات کے حدوث اور اُس حدوث کی استعداد پیدا ہونے کے لئے جتنی مدت آپ بڑھاتے جائیں گے ہمارا یہ سوال برابر قائم رہیگا کہ پھر اس مدت سے پہلے حدوث کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آئی بہر حال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ اٹھ سیکے گا۔ خلاصہ یہ کہ علت اولیٰ ہی سے استعداد کئے بالا منظر پر پیدا ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے پس حدوث و قدم کے اعتبار سے استعداد کی بھی وہی حالت ہوگی جو اُس کی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مانی گئی ہے اس لئے ضروری ہے کہ استعداد بھی قدیم ہو اور استعداد کا قدیم ہونا مستلزم ہے کہ تمام تنوعات جو معلول ہیں وہ بھی قدیم ہوں ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول نہ اور حالانکہ یہ صحیح محال ہے پس اب یا تو آپ ان تمام تنوعات کو بھی جو معلول ہیں قدیم مانیں اور جو بات کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی جو اُس کی تکذیب کیجئے حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے آری اسکے قائل ہو جائیے کہ مادہ اور اُس کی حرکت سارے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس انہوں کو ان تنوعات کی پیدائش کے لئے جو زمانہ چاہا مقرر کر دیا اور آپ لوگ اسکی بھی کبھی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا تو آپ بڑے شدد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اسکے قائل بھی ہو جائیں تو یہ خرابی لازم آئیگی کہ ان کو اجزاء مادہ کے ہر ہر جز کے لئے اتنا علم اور ادراک ماننا پڑے گا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو سکے کہ وہ باقی اجزاء کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہوتا کہ عالم کی بیشتر انواع میں سے کوئی خاص نوع بن جائے اور پھر وہ اپنی وضع کو کسی طرز پر بدلے جس سے کوئی دوسری

نوع بنجائے علیٰ ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجئے اب کھینایہ ہے کہ ہر ذرہ میں اتنے امور کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دنیا کے نہایت ہی تجربہ کار سن سیدہ انخاص کی کمیٹی بھی دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بھی عاجز ہیں۔ اس موقع پر اسکے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم ان سب کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہو جائے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی سبب صحیح بیان کرنا چاہئے کہ جس کی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے عرصہ تک متعلق رہو اور اتنے کروڑ برس کے بعد جا کر بنے۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا فقلاً کچھ بیان کر سکتے ہیں اسکا بیان کرنا منہ کا نوالہ ہو ذرا کام رکھتا ہے اور یا تو آپ لوگ مادہ اور اسکی حرکت کو حادثات مان لیں اور یہی عین مقصود ہے۔

حدیث مذکور کی
اصل دلیل منطقی
ہیئت پر

آئیے اسی دلیل کو ہم اختصار کے ساتھ آپ کو مرتب کر کے دکھلائیں۔ وہ اس طور پر ہوگی کہ اگر تمام تنوعات کی علت (اور وہ مادہ اور اسکی حرکت ہی) قدیم ہوگی تو اسکی استعداد بھی قدیم ہوگی اور اگر استعداد قدیم ہوگی تو تمام تنوعات بھی قدیم ہونگے لیکن تنوعات قدیم نہیں ہیں اسلئے استعداد بھی قدیم نہ ہوئی اور یہی مقصد ہے۔ پھر اگر آپ یہ کہنے لگیں (اگرچہ میں آپ کی نسبت ایسا ہرگز خیال نہیں کر سکتا کہ آپ ایسی بدیہی البطلان بات کے کہنے کی جرأت کر سکیں گے) کہ نہیں استعداد حادث ہے اور تمام تنوعات بھی حادث ہیں لیکن پھر بھی مادہ اور اسکی حرکت و درون قدیم ہی ہیں تو میں آپ سے دریافت کروں گا کہ استعداد پیدا ہونے سے پہلے مادہ اور اس کی حرکت ازل میں یعنی لگاتار زمانہ غیر متناہی تک کیا کرتے رہے اور مادہ پر کیونکر لاتناہی زمانہ گذر سکا اور وہ محض بے نتیجہ اور لغو حرکت کرتا رہا اور پھر لاتناہی ازل اور غیر محدود مدت تک بے نتیجہ رہنے کے بعد کس چیز نے اسے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ ایک محدود زمانہ سے اس میں استعداد پیدا ہو جائے پھر اسی طرح سے محدود زمانہ سے تنوعات بھی پیدا ہونے لگیں میرا تو خیال ہے کہ آپ کے پاس سوالے سالت ہو جانے کے اور کیا جواب ہوگا۔ پس اس ساری بحث کو بعد حق اور

ماننے کی بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کو تاکہ آپ سچہ سچیں کہ قسم قسم کی انواع کیونکر پیدا ہو گئیں مادہ اور اسکے اجزاء کی حرکت جسکے کہ آپ قائل ہیں دونوں کو حادث ماننا چاہئے یعنی پہلا انکا وجود نہ تھا اور پھر وجود ہوا۔

اس موقع پر اور بھی بہت سی نقیضیں دلیلیں ہیں کہ جو مادہ کے حدوث پر دلالت کرتی ہیں لیکن مثل دلیل سابق کے آپ لوگوں کی تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں معلوم ہوتا اگر میں ان میں سے ایک آدھ دلیل آپ لوگوں کے ساتھ نیک گمان کر کے بیان کروں کہ آپ کی عقلیں سمجھنے سے قاصر نہ ہوں گی اور اسے تسلیم کر بیگی خصوصاً جب آپ اپنے ترک تعصب کرنے کے وعدہ کو پورا کرنے لئے ثابت قدم رہیں جسکو کہ میں نے آپ کی جانب سے کچھ دیکھا بھی ہے

وہ یہ ہے کہ یہ امر ذرا بھی مخفی نہیں کہ مادہ صورت سے جو کہ اسکے ساتھ قائم ہوتی ہو خالی نہیں پایا جانا اور نہ مادہ کا تمام صورتوں سے مجرد ہو کر پایا جانا ممکن ہی ہے جیسا کہ مادہ کا بغیر تجرید کسی نہ کسی قدر خالی جگہ کے گھیرے ہوئے موجود ہونا ممکن نہیں ہے پس مادہ جب کبھی پایا جائیگا اسکے لئے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی خواہ وہ صورت اتیر کی ہو یا سیلی غرضی ہو یا معدنی۔ نباتی ہو یا حیوانی۔ اسی وجہ سے تو آپ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اپنے اول وجود میں کہ جو اسے تمام انواع کے بننے سے قبل حاصل تھا جتنی صورتیں کہ متصور ہو سکتی ہیں سب سے بسیط صورت میں موجود تھا اور یہ کجتنی صورتیں کہ مادہ اختیار کرتا جاتا ہے وہ اسی کی حرکت ہی سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ کہ حرکت اور مادہ میں انفصال ناممکن ہے پس ان سب باتوں پر صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مادہ اس حالت میں بھی تمام صورتوں سے مجرد اور خالی نہیں مانا اسلئے کہ یہ بات آپ لوگوں کی عقل تسلیم ہی نہیں کر سکتی۔ پھر جو کوئی صورت کہ مادہ میں قائم ہوگی وہ ضرور حادث ہی ہوگی اسلئے کہ وہ زائل ہو سکتی ہے اور اس پر عدم طاری ہو سکتا ہے اگرچہ وہ تمام صورتوں سے ابسط ہی کیوں نہ ہو مثلاً اسی صورت کو لے لیجئے جسکا کہ تمام انواع کو بننے سے

حدوث مادہ
کی دوسری
دلیل ۱۲

قبل مادہ کے لئے ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور پہلی صورت کا معدوم
 اور زائل ہونا ہمواس طرح پر معلوم ہوا کہ اس کا معدوم ہونا اور اس کے بعد بہتیری صورت وغیرہ کا
 طاری ہونا مشاہدہ کر لیا گیا ہے اور اس چیز پر کہ عدم طاری ہونا ہی اور وہ اسے قبول کر سکتی ہے
 اس کا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم ہوگی وہ ہرگز زائل اور معدوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اس کا
 بیان آگے آنا ہے اس لئے کہ اس کا قدیم ہونا اس وجہ سے ہو گا کہ اسکی ذات ہی اس کے وجود کو مقتضی ہوگی
 یعنی اس کا سبب ہوا ہے اس کے نفس۔ کہے اور کوئی نہ ہو گا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی اور اس کا نام قدیم
 ذاتی ہے اور یا اس وجہ سے کہ اس کی علت قدیم ہوگی اور وہ اسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیمہ
 اس کے قدیم کو مقتضی ہوگی اور اس کا نام قدیم غیر ذاتی یا قدیم بالغیر ہے اس کے سوا قدیم ہونے کی اور
 کوئی صورت نہیں نکل سکتی اور ظاہر ہے کہ اس شے کے وجود کا مقتضی عام ہے کہ اسی کی ذات
 ہو یا کوئی دوسری شے جب تک حاصل اور قائم رہیگا اس وقت تک کیونکہ ممکن ہے کہ اس شے
 پر عدم اور زوال طاری ہو سکے پس قدیم کی دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ ان پر عدم کا طاری ہونا
 ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ
 جب مادہ کے تمام صور لازمہ کا حدوث و ثنائیت ہو گیا تو پھر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں
 ہو سکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو لیتے ہوئے ایسی صورت تک پہنچ جائیں کہ
 جو سب سے البسط ہو اور مادہ کے لئے وہی پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن
 نہیں ٹھہر سکتا کہ اس سے پہلے بھی مادہ کے لئے کوئی صورت ہو سکے مادہ کے البسط صورت
 کے بعد والی صورتوں کا حدوث تو اس طرح ظاہر ہے کہ وہ پہلے نہ تھیں اور اس کی اول صورت
 کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی البسط اور سب سے پہلی صورت تو
 ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی حادث ہے اس لئے کہ وہ معدوم اور زائل ہو گئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے
 جیسا کہ ابھی ثابت ہوا پس اب بتلایئے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے کے
 قبل کس حالت میں موجود تھا تو آپ کہہ ہی نہیں سکتے کہ مادہ کے لئے کوئی صورت نہ تھی

کیونکہ اس کا سابق بیان ہو چکا ہے کہ مادہ غالباً کسی صورت سے پایا جاتا محال ہے کہ آپ یہ مانستے کہ اس صورت سے پہلے کوئی اس سے بھی البتہ وہ وجود مطلق اور مطلقاً مفروض ہے کیونکہ آپ نے اسکو جس پہلی صورت میں بیان کیا ہے کہ اس سے بھی کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی اور یا تو آپ اس کے قائل ہو جائیے کہ مادہ اپنی صورت کے ساتھ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ٹھہرنا نہ قدیم ہے اور یہی مقصود ہے۔

حدوث اسکی
دلیل کافی ملتی
ہوتی ہے

پھر اسی دلیل کو دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ مادہ اس دلیل سے ثابت اور اس کے بعد والی صورت وغیرہ کے لئے ملزوم ہے اور یہ صورت اور اس کے بعد والی صورتیں اس کے لئے لازم ہیں اور مادہ سے سب کی سب منفک اور جدا نہیں ہو سکتیں جیسا کہ غفلت اور محول نے مابین انفکاک نامکن ہے اب یوں تقریر کی جائے گی کہ اگر مادہ جو ان صورتوں کے لئے ملزوم ہے قدیم ہوگا۔ تو یہ سب صورتیں بھی جو اس کے لئے لازم ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازم کا اپنے ملزوم سے منفک اور جدا ہونا محال ہے۔ لیکن یہ صورتیں اس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہو سکتیں پس مادہ بھی قدیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اتالی سے سلب اور رفع کرنے سے مقدم کا نفع یا سبب لازم آتا ہے جیسا کہ علم منطق میں یقینی طور پر یہ ثابت ہے جو چاہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

دلیل اثبات آگ
کے مفادات ہیں
سے استنتاج صحیح
بلامرجح کی توضیح

پھر بحث مبالغہ کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادث یعنی ایسی شے کے لئے جو پہلے نہ تھی اور پھر موجود ہو گئی ضرور کوئی ایسا امر ہونا چاہئے جو اسے موجود کر دے اور جس کی وجہ سے اسے عدم پر اسکو وجود کو ترجیح ہو جائے اور وہ عدم کی تاریکی سے وجود کی روشنی میں کل آنے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور وہ منجملہ بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدا خواستہ آپ انگوں کی بریالات ہو جائے کہ آپ ترجیح بلا مرجح کو بھی ممکن کہنے لگیں تو مجھ سے نیچے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنیں کہ میں نے انسانی ایجاد کردہ ترازوؤں میں سب سے سبک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جس کے دونوں پلڑے بوجہ میں بالکل برابر تھے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں تو اس کے دونوں پلڑے

بالکل متوازی تھے یا فرض کیجئے کہ بائیں جانب کا پلڑا کسی سبب سے جھک کر زمین ہو لگا ہوا تھا پھر دفعۃً وہ اپنا پلڑا بائیں سے راج ہو گیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ گیا اور بایاں اتنا اونچا ہو گیا جہاں تک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مزاج کے پایا گیا راج ہونے والے پلڑے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے راج کیا نہ جھکایا نہ اسے ہوا کا دھکا لگانے کوئی دوسرا جسم جو اوپر سے گرا ہو اس کا باعث ہوا خلاصہ یہ کہ جتنی چیزوں سے پلڑا جھک سکتا ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں پانی گئی اور پھر بھی وہ بلا وجہ جھک گیا پس اس موقع پر اگر آپ اس قائل کے قول کو سچ سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا عناد و انتہا درجہ کو پہنچ گیا بس اب آپ سو گفتگو کرنا جائز نہیں اور اگر آپ نے اس کی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو محال ہے تو اس وقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی تزجج بلا مزاج ہے اسی کی نسبت میں نے سابق میں آپ سے کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

اس مثال میں اور جتنی حقائق کہ اسکے علاوہ متصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ جیسی ہوں یا عقلی ان سب میں اس لحاظ سے ذرا بھی فرق نہیں ہے کہ تزجج بلا مزاج سب میں محال ہے جیسا کہ یہ امر تامل کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر ہے اور جب آپ اپنے بہتیرے علمی مباحث اور گفتگو میں تامل کریں گے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ اپنے مد مقابل سے بحث کرتے وقت بیشمار مواقع پر اسی قاعدہ کے ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ یہی تزجج بلا مزاج کا محال ہونا ہے چنانچہ جب کوئی شخص اس امر کا دعوے کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سو فلان امر بلا سبب پایا گیا اور اس کا وجود اتفاقات فطرت میں فلانتہ یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اس سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے نزدیک محقق امر یہ ہے کہ جب کو فلانتہ یا اتفاقی کہتے ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اس کا سبب نہیں معلوم ہوا اور نہ حقیقت میں اس کا وجود ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جو ہم پر مخفی رہا ہے بے وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہ ناصاف اسی تزجج

قد ہے فلاسفہ
کی اصطلاح
میں سو بحث
و اتفاق کہتے
ہیں اور ہم

بلامرغ کے محال ہونے پر بھروسہ کرنا ہے اس تقریر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ بھی اس قاعدہ کو مانتے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور میں نے جو باوجود اسکی بداسبت اور وضوح کے تقریر کو اس موقع پر اتنا طول دیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ میں نے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کو کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اس بدیہی اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلامرغ کے واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنی اس بات کے قائل ہیں کہ بلاوجہ بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور ایسی بے شرعی اختیار کر لینا ان کی جہالت کا نتیجہ ہے اسکا ارتکاب وہی کر سکتا ہے کہ جو محض ٹھس طبیعت کا ہوا اور جس کی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو بالکل سوسطائے فقر و فالوں کا سا ہو جو حقایق اشیاء کے حتیٰ کہ مشاہدات کے بھی منکر ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض ادا م اور خیالات ہیں۔

ثبات آکر
۱۲

یہ سب تو آپ سمجھ گئے ہونگے اب سنئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک مادہ کا حادث ہونا بہت سی دلیلوں سے ثابت ہو چکا انہیں دلائل میں سے وہ دلیلیں بھی ہیں جو میں نے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف انہیں دوسیلوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپ کی تحقیقات اور آپ کے علمی اصول کے مناسب ہیں۔ یا اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور ایسے مقدمات پر مبنی نہیں جنکے سمجھنے میں آپ کی عقلوں کو دقت ہو۔ اور ان کے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلامرغ محال ہو اسلئے وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ضرور کوئی ایسی شے ہونا چاہئے کہ جس سے مادہ حادث ہوا اور اسلئے وجود کو اسلئے عدم پر ترجیح ہوئی اور اس شے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لامحالہ موجود ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جو شے خود معدوم ہے اس سے کوئی شے اضطرار یا اختیار کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ ناممکن ہو جیسا کہ عقل کے نزدیک یہ امر بدیہی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ (اہل اسلام) مستعد ہو گئے کہ وہ شے جس سے کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ہے ضرور موجود ہے نہ کہ معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات کسی معدوم ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود و عدم دونوں مجتمع ہو سکتے اور انہوں نے

بلامرغ کے محال ہونے پر بھروسہ کرنا ہے اس تقریر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ بھی اس قاعدہ کو مانتے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور میں نے جو باوجود اسکی بداسبت اور وضوح کے تقریر کو اس موقع پر اتنا طول دیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ میں نے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کو کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اس بدیہی اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلامرغ کے واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنی اس بات کے قائل ہیں کہ بلاوجہ بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور ایسی بے شرعی اختیار کر لینا ان کی جہالت کا نتیجہ ہے اسکا ارتکاب وہی کر سکتا ہے کہ جو محض ٹھس طبیعت کا ہوا اور جس کی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو بالکل سوسطائے فقر و فالوں کا سا ہو جو حقایق اشیاء کے حتیٰ کہ مشاہدات کے بھی منکر ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض ادا م اور خیالات ہیں۔

ثبات آکر
۱۲

یہ سب تو آپ سمجھ گئے ہونگے اب سنئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک مادہ کا حادث ہونا بہت سی دلیلوں سے ثابت ہو چکا انہیں دلائل میں سے وہ دلیلیں بھی ہیں جو میں نے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف انہیں دوسیلوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپ کی تحقیقات اور آپ کے علمی اصول کے مناسب ہیں۔ یا اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور ایسے مقدمات پر مبنی نہیں جنکے سمجھنے میں آپ کی عقلوں کو دقت ہو۔ اور ان کے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلامرغ محال ہو اسلئے وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ضرور کوئی ایسی شے ہونا چاہئے کہ جس سے مادہ حادث ہوا اور اسلئے وجود کو اسلئے عدم پر ترجیح ہوئی اور اس شے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لامحالہ موجود ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جو شے خود معدوم ہے اس سے کوئی شے اضطراراً یا اختیاراً کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ ناممکن ہو جیسا کہ عقل کے نزدیک یہ امر بدیہی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ (اہل اسلام) مستعد ہو گئے کہ وہ شے جس سے کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ہے ضرور موجود ہے نہ کہ معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات کسی معدوم ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود و عدم دونوں مجتمع ہو سکتے اور انہوں نے

محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز محال کو مستلزم ہوتی ہو وہ بھی محال ہوتی ہو۔
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے اگرچہ تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں پیش
شرح و بسط اور تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں لیکن ہم ان میں سے اس موقع پر صرف
ایسی ہی دلیلوں پر اقتصار کریں گے کہ جو آپ لوگوں کے افہام کے قریب ہوں اور جن کو کہ آپ
کی عقلوں سے مناسبت ہو زیادہ نہیں آپ ہی ہم صرف دو ہی دلیلیں بیان کریں گے۔

ابطال تسلسل کے
مقدمات کا
بیان ۱۲

پہلی سنئے ہر عقل سلیم کے نزدیک یہ بات تو نہایت ہی ظاہر اور اجلی بدہیات میں سے ہے
کہ عدد ناقص اپنی اکائیوں کی تعداد کے لحاظ سے عدد زائد کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً
پانچ کا عدد سات کے اعتبار سے ناقص ہے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جتنی پانچ میں اکائیاں ہیں
اتنی ہی سات میں بھی ہوں بلکہ سات میں پانچ اکائیوں سے دو اکائیاں اور زائد ہیں سطح
ہر چھوٹے عدد کو بڑے عدد کے اعتبار سے سمجھ لیجئے خلاصہ یہ کہ ہر عدد ناقص اور زائد کا (یعنی
چھوٹے اور بڑے عدد کا) اکائیوں میں برابر ہو جانا صحیح محال ہر اسی طرح عقل یہ بھی حکم کرتی ہو
کہ جو مقدار دو عددوں کے درمیان گہری ہوگی وہ ضرور محدود اور متناہی ہوگی اور یہ نہیں ہو سکتا
کہ کوئی شے دو عددوں کے درمیان گہری بھی ہو اور غیر محدود بھی ہو ان دونوں باتوں کا مجتمع ہو جانا
سراسر محال ہے پس جب آپ نے ان دونوں حکموں کو تسلیم کر لیا اور ان کے تسلیم کر لینے میں آپ
لوگوں کو شک ہی کیا ہو سکتا ہے یہ تو ظاہر باتیں ہیں تو اب دلیلیں سنئے۔

برائے عقلمندی سے
تسلل کا ابطال
ثابت کرنا ۱۳

پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل کا واقع ہونا ممکن ہو گا اور تسلسل غیر محدود امور کی جانب ازل میں ترقی
ہونی کا نام ہے تو ضرور یہ کہو یہ جائز ہو گا کہ ہم ایسے ہی امور کے دو سلسلے فرض کر لیں کہ جن میں سے
ایک کی ابتدا تو زمانہ موجودہ سے ہو اور دوسرا اس سے مثلاً ہزار برس پہلے سے شروع ہوا ہو اور
دو نو جانب ازل میں لگاتار چلے گئے ہوں اب اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ پہلا سلسلہ (جو زمانہ
موجودہ سے شروع ہوا ہے) دوسرے سلسلہ سے (جو اب سے ہزار برس قبل شروع ہوا ہے) محض
ایک مخصوص عدد (ہزار برس) کے اعتبار سے بڑا ہو گا۔ پھر ہم ان دونوں سلسلوں میں ہر ایک

سے ایک ایک امر کو ساقط کرنا شروع کرتے ہیں معین ہم پہلے سلسلہ سے ایک ساقط کرینگے اسکے مقابل دوسرے سے بھی ایک ہی ساقط کرینگے پھر اسی طرح سے دونوں سے برابر ساقط کرتے چلے جائیں گے پس اس صورت میں یا تو ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ بغیر دوسرے کے ختم ہو جائیگا اور یہ خلاف مفروض ہے اور یا دونوں سلسلے معاً ختم ہو جائیں گے پس جانب ازل میں ان کا غیر متناہی اور غیر محدود ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے باطل ہو جائیگا۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا اور اگر ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی بھی ختم نہ ہوگا تو اس صورت میں لازم آئیگا کہ سلسلہ ناقضہ سلسلہ زائدہ کے برابر ہو جائے حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ عدد ناقص کا عدد زائدہ کے برابر ہو جانا محال ہے پس ظاہر ہو گیا کہ اشار کا جانب ازل میں غیر متناہی ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے محال کو مستلزم ہے اور جو شے کہ محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوا کرتی ہے اسلئے تسلسل بھی مفروض محال ٹھہرا۔

دوسری دلیل یہ ہے اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور میں جائز ہوگا کہ ہم ایسے دو خط فرض کر لیں کہ جو ایک نقطہ سے مثلث کی دونوں ساقوں کے مثل نکلا کر لگاتار چلے جائیں پس ان کے اجزاء بمنزلہ ان غیر محدود امور کے ٹھہرینگے کہ جو جانب ازل میں مرتب ہوتے ہوئے چلے گئے ہوں پھر ہم ان دونوں کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کے لئے ضرور پے در پے خطوط فرض کر سکتے ہیں اور پھر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط بھی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائینگے جتنے کہ وہ پہلے کے دونوں خط مفروض بڑھتے جائیں گے اس صورت سے سمجھ لیجئے پس جب ہم نے ان دونوں خطوط کو غیر متناہی مانا ہے تو ضرور ہے کہ ان دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت بھی جبکہ ہم نے خطوط کے ظاہر کیا ہے غیر متناہی ہو پس ان خطوط میں سے وہ خط بھی جو غیر متناہی مسافت کو ظاہر کرے گا ضرور غیر متناہی ہوگا حالانکہ وہ دو حدود کے درمیان گھرا ہوا ہے کیونکہ اس درمیانی مسافت کی دو حدود کے مابین گھرے اور محصور ہونے میں ذرا بھی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونوں خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ جو مقدار دو حدود کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور

برہان منطقی کے
مطلوبہ تسلسل کا
ثبوت ۱۲

تناہی ہوگی اور یہ کہ باوجود اس طرح پر محصور ہونے کے اسکا غیر تنہا ہی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اس محال کو مستلزم ہو اور وہ اس موقع پر دونوں خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ بھی ضرور محال ہوا۔ پس جب آپ میری تقریر میں جسکو کہ میں نے دور اور تسلسل کو باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے غور کریں گے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہویدا ہو جائیگی کہ وہ خدا جس نے مادہ کو بنایا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہو سکتا ورنہ یا تو دور لازم آئیگا اگر ہم لوٹ پڑیں اور یہ کہنے لگیں کہ اُس خدا کا وجود اسی مادہ کے وجود پر موقوف ہے۔ اور یا تسلسل لازم آئیگا اگر ہم کہیں کہ اُس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہے اور اسکا وجود کسی تیسری شے پر پھر اسی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کرتے چلے جائیں اور دور اور تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے پس جو امر (اور وہ اُس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے) ان دونوں محالوں کو مستلزم ہوگا وہ بھی ضرور محال ہوگا۔ اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہوا۔ تو لازمی طور پر قدیم ٹھہرا کیونکہ موجودات میں سو کا حادث از قدم کے کوئی تیسری شق ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی مقصود تھا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اُس خدا کے قدم ثابت ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اُس کا قدم لامحالہ کسی ایسے امر کی وجہ سے ہوگا کہ جواز دل میں اُس کے وجود کو مقتضی ہو اب اگر وہ امر اُسی کی ذات مانی جائے تو قدیم لذاتہ ٹھہریگا۔ لیکن اگر وہ امر اُسی کی ذات کے سو کوئی دوسری شے قرار دی جائے گی تو اسکو قدیم لغیرہ ماننا پڑیگا حالانکہ اُسے قدیم لغیرہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اُس کے قدیم لغیرہ ہونے کا احتمال نکالے تو اس صورت میں اس غیر میں گفتگو جارہے گی کہ آیا وہ قدیم لذاتہ ہے یا وہ پھر قدیم لغیرہ ہی ہے پھر یا تو اسی طرح برابر سلسلہ چلا جائیگا کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہو چکا ہے اور یا کسی قدیم لذاتہ ہی تک پہنچا کر سلسلہ کو ختم کرنا پڑے گا تو پھر پہلے قدیم لذاتہ سے گریز کرنے سے فائدہ ہی کیا ہو اپس حتی یہی ہے کہ اُس خدا کو قدیم لذاتہ مانا جائے یعنی خود اُس کی ذات ہی اسکو مقتضی ہے کہ وہ ازل میں موجود ہو اور اس کی نظیر آپ لوگوں کا یہ قول ہے کہ اجزاء مادہ کی

خدا کا قدیم
لذاتہ ہونا

کی حرکت کے لئے کوئی دوسری شے مقضی نہیں بلکہ اُسکے لئے خود نفس حرکت ہی مقضی ہے جیسا کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے پس اس بات سے بھی کچھ تعجب نہ کیجئے کہ یہ خدا قدیم لذاتہ ہے یعنی اُس کی ذات ہی اُسکے وجود کے لئے مقضی واقع ہوئی ہے اب اس وقت یہ کہا جائیگا کہ جب تک خدا کی ذات جو اُسکے وجود کو مقضی ہے قائم رہیگی اُس وقت تک وہ زوال اور عدم کو ہرگز نہیں قبول کر سکتا ورنہ لازم آئیگا کہ کسی شے کے وجود کا مقضی تو موجود ہو اور باوجود اسکے وہ شے فنا اور معدوم رہے حالانکہ یہ محال ہے پس ثابت ہو گیا کہ اُس خدا کا فنا اور معدوم ہونا محال ہے اور اُس کا باقی رہنا ایک لازمی امر ہے پس وہ ہمیشہ اور غیر محدود مدت تک باقی رہنے والا ہے۔

خدا کا مادہ اور
مختار ہونا

پھر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا جس سے کہ مادہ صادر ہوا ہے یا تو مادہ کا حادث ہونا اُس سے بلا ارادہ اور اختیار کے بطریق علیت اور ضرورت کے ہوگا اور یا بطریق ارادہ اور اختیار کے ہوگا یعنی اُسی خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کر لیا اور اُسے اختیار کر لیا اور اُسکے لئے وہی وقت مقرر کر دیا جس وقت کہ وہ پایا گیا لیکن مادہ کا حادث ہونا سے بطریق علیت ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تو قدیم ہے اگر اُس سے بطریق علیت اُس کا حادث ہونا تو مادہ کا قدیم ہونا لازم آتا اور اُسکی وجہ سے تمام تنوعات بھی ضرور قدیم ہو جائے گی کیونکہ جب مادہ میں ارادہ اور اختیار ہی نہیں پایا جاتا تو لامحالہ تنوعات کا حادث اُس سے بطریق معلولیت کے ہوتا پس اس صورت میں ہرگز ممکن نہ تھا کہ مادہ حادث ٹھہرتا اور اپنی علت سے متاخر ہو سکتا حالانکہ مادہ اور اُس کے تمام تنوعات کا حادث بخوبی ثابت ہو چکا ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس خدا سے مادہ کا حادث بطریق معلولیت نہیں ہو سکتا اب سوائے اسکے کوئی صورت باقی نہیں ہے کہ مادہ خدا کے ارادہ اور اختیار سے حادث ہوا ہو اور اُسی نے اُسکے لئے وہ وقت پہلے ہی سے مقرر کر دیا ہو جبکہ وہ پایا گیا۔ پس اس تقریر سے یہ بات پورے طور سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ خدا کے لئے ارادہ اور اختیار ثابت ہے اُس کی ذات ارادہ کنندہ اور ذی اختیار کملانے کے شایان ہر اُسکے

لئے اس کی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔

پھر اُس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کر کے اُسکے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اُسکے وجود کا ایک زمانہ معین کر دیا (اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیار ہی صنع اور فعل ہے) اسلئے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب و غریب اور حیرت انگیز تنوعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ جس کی حقیقت کا سمجھنا انسانی فلاسفوں کی عقول پر نہایت ہی دشوار ہے جیسا کہ اُن کی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اُس کی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کچھ غلط مچایا ہے، بنایا ہے کہ جو سماوی۔ ارضی۔ جہادی۔ بنائی اور حیوانی عجیب و غریب انواع پر متنوع ہوا ہے اور جس میں کہ طرح طرح کی صورتیں یکے بعد دیگرے قبول کرنے کی قابلیت موجود بیشک وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم و قدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عالم اس بات سے کہ اُسی نے مادہ سے انواع انواع کے تنوعات کو متنوع کیا ہوا اور تمام تعجب خیز کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اُس سے بنایا ہو جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اُس نے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اُسکے ذرات بسیط کی حرکت اور اُن قوانین فطرت کے موافق جو اُسکے ساتھ قائم ہیں ان تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ تمام تنوعات مادہ کے ذرات کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے ہیں پس ہر دو تقدیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی الحالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسیط شے کو پیدا کرے اور پھر بدل بدل کر اُسکے بشمار انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور الضباط کے نہایت ہی حیرت انگیز اور تعجب خیز اشیاء کو اُس سے نکالتا ہے یا وہ ایسی بسیط شے کو پیدا کر سکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ اُن قوانین فطرت کے مقتضا کے موافق ہی سہی جو اُس میں قائم ہوں بشمار عجیب و غریب انواع کی جانب متغلب ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی غافل

خدا کے لئے کمال
علم و قدرت ثابت
کون ۱۲ ترجمہ

لئے اس کی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔

پھر اُس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کر کے اُسکے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اُسکے وجود کا ایک زمانہ معین کر دیا (اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیار ہی صنع اور فعل ہے) اسلئے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب و غریب اور حیرت انگیز تنوعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ جس کی حقیقت کا سمجھنا انسانی فلاسفوں کی عقل کی پہنچ سے ہی دشوار ہے جیسا کہ اُن کی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اُس کی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کچھ غلط مچایا ہے، بنایا ہے کہ جو سماوی۔ ارضی۔ جہادی۔ بنائی اور حیوانی عجیب و غریب انواع پر متنوع ہوا ہے اور جس میں کہ طرح طرح کی صورتیں یکے بعد دیگرے قبول کرنے کی قابلیت موجود بیشک وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم و قدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عالم اس بات سے کہ اُسی نے مادہ سے انواع انواع کے تنوعات کو متنوع کیا ہوا اور تمام تعجب خیز کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اُس سے بنایا ہو جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اُس نے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اُسکے ذرات بسیط کی حرکت اور اُن قوانین فطرت کے موافق جو اُسکے ساتھ قائم ہیں ان تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ تمام تنوعات مادہ کے ذرات کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے ہیں پس ہر دو تقدیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی الحالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسیط شے کو پیدا کرے اور پھر بدل بدل کر اُسکے بشمار انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور الضباط کے نہایت ہی حیرت انگیز اور تعجب خیز اشیاء کو اُس سے نکالتا ہے یا وہ ایسی بسیط شے کو پیدا کر سکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ اُن قوانین فطرت کے مقتضا کے موافق ہی سہی جو اُس میں قائم ہوں بشمار عجیب و غریب انواع کی جانب متغلب ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی غافل

خدا کے لئے کمال
علم و قدرت ثابت
کون سا ترجمہ

ایسا ہے نہیں۔ پس بڑی مگرانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مادہ کو ذرات بسیط جنکی شکلیں مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث یہ اجزاء مختلف ہدیت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جماد تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے محض یہ کہہ کر اپنی عقلوں کو سمجھا لیا کہ ان تمام تنوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کو نہ محض اپنی آنکھوں ہی سے کبھی دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خوردبین سے آج تک یہ نظر آئے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزاء کو دیکھ سکیں گے) اور نہ کبھی مادہ کی حرکت کا کسی کو ذرا احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کر سکیں گے) لیکن جس چیز نے کہ آپ کو مادہ کے اجزاء اور انکی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں اور اس پر بھی آپ نے اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کے لئے مختلف شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کہنے کے قابل ہو جائیں کہ انہیں اجزاء کے اجتماع سے باوجود ان کی اشکال کے اختلاف کے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سب باتوں کے تو آپ قائل ہو گئے لیکن ان اجزاء کے اشکال کا دیکھنا تو جدا محض ان اجزاء تک کو تو آپ نے دیکھا نہیں بلکہ یہ ساری باتیں فرضی اور تخیلی ہیں جن کے ماننے پر آپ کو محض اس ضرورت نے آمادہ کیا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ یہ مختلف انواع کیونکر بن گئیں اب اس موقع پر اگر آپ لوگوں نے اپنا وہ قاعدہ بالا سے طاق رکھ دیا جسکی نسبت ہننے آپ لوگوں کو اکثر ڈینگ مارنے سنا ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو جب تک کہ اس کا احساس اور مشاہدہ نہ کر لیں ہرگز مانتے ہی نہیں یہ قاعدہ اب کہاں گیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو چھوڑ کر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہو گئے اس سے یہ خیال نہ کیجئے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں یہ تو خاص ہمارا اور تمام متبر حکماء کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں صرف آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے سوا کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہو سکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکتے اور نہ

اصل سائنس کو یہ ماننا
کہ وہ اپنے اس قاعدہ پر
کہ بغیر مشاہدہ ہم کچھ
نہیں مانتے نہیں
رہتے اور اسکے چھوڑنے
کی مشاہدہ پر قائم رہنا
اور ثابت کرنا کہ وہ
عقلی استدلال
کے بغیر نہیں ۱۲

ہرگز قائم رہ سکتے ہیں، اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ موقع ہی ایسا آن پڑا کہ ہمیں استدلال کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہم نے اجزاء اور اُن کی حرکت کے آثار مشاہدہ کر لئے اور وہ آثار بھی تنوعات ہیں اور انہیں آثار سے اُن کے موثر پر ہم نے استدلال کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائی عالم کے آثار مشاہدہ کر کے ہم اور اسی طرح تمام مذاہب والے خدا کے وجود پر استدلال کرتے ہیں اور خدا کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسمان خیال کرتے ہیں لاکہ اگر انصاف سے پوچھئے تو عقل ہمارے استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے۔ اس متہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پھر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جبکہ مادہ کا حدوث اور یہ امر ثابت ہو چکا کہ اس مادہ کے لئے ضرور کوئی محدث اور موجد ہے جس نے کہ اُسکو حادث کیا اور عدم سے اسکو اس طرح پر موجد کر دیا کہ وہ تمام تنوعات اور تطورات قبول کر نیکی قابل ٹھیرا اور اس سے اُن کے نزدیک اُس موجد کا ارادہ اُس کی قدرت۔ اور اُسکا علم بھی بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا اب اسکے بعد اُن کو اس امر کے سمجھنے کے لئے کہ تمام انوار کیونکر بن گئیں کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لئے وہ قائل ہو گئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اُسکو تمام تنوعات قبول کرنے کے قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ۔ قدرت اور علم کے ساتھ موصوف ہے اُسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اُس سے ان تمام انوار کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو کہ جنہیں دیکھ کر عقل تنگ رہ جاتی ہے ایجاد کیا کیونکہ ان انوار کے حدوث کے لئے کوئی نہ کوئی موجب ضرور ہونا چاہئے اور خطا ہر ہے کہ اُن کے حدوث کو اُس خدا ہی کی طرف نسبت کرنے کو جس میں کہ ارادہ قدرت اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلاف اسکے کہ اُن کو حدوث کو اجزاء مادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ جن میں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اسکے اجزاء خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہو جاتے

خدا کے ثابت ہونے کے بعد تنوعات عالم کی پیدائش کے لئے کسی دوسرے موجد کی ضرورت نہیں ۱۲

ہیں پھر چند قوانینِ نظرت کے موافق جنکے لزوم کو عقل نہیں سمجھ سکتی۔ عملدرآمد بھی کر لیتے ہیں اگرچہ ان قوانین میں سے بعض کے لزوم کے لئے عقل کو کوئی نہ کوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہو اور یہ تباہیات اصول کے لئے فروع کی وراثت کا قانون ہے جیسا کہ پیشتر آپکے مذہب کے بیان میں اسکا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ انکی ملازمت کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے امکان میں نہیں اور یہ وہ تباہیات ہیں جن کی موجودگی ہر فرع میں ضروری خیال کی گئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فروع میں تباہیات کا موجود ہونا لازمی ہو گیا؟ اور کیوں نہ ضروری ہو کہ کسی امر میں تباہی ہونے کے بغیر فرع اپنی اصل کے موافق ہو اگر تباہی حالانکہ عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فروع اپنے اصول کے موافق ہو اگر تباہی انکے خلاف ہونے پائیں پس اگر اس موقع پر کوئی ایسی شے جو ان تباہیات کو دائمی طور پر ضروری کرتی ہو موجود نہ ہوتی تو یہ قانونِ فطرت لازمی نہیں ہو سکتا اب ہا کہ محض اجزاء کی حرکت ان تباہیات کو دائمی طور پر ضروری کرنے سے تو عقل کو نہیں تسلیم کر سکتی بلکہ اسکا اطمینان ہوتا ہے کہ ان اجزاء میں توسل کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیسا کہ ہر فلسفہ کیلئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آئی جس کا بغرض توضیح ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دخانی کل کے پرزے سے طیارہ کئے ہیں پھر اسکے بعد ہم دیکھیں کہ وہ دخانی کل ان سے مرکب ہو کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اور ہر پرزہ اپنا اپنا کام دینے لگا اب بتلائیے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کس کو قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اسی نے ان کو جوڑ کر اس کل کو چلایا ہو گایا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اس حرکت کے ذریعہ سے جو ان میں پائی جاتی ہیں خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر لگنا شروع ہوئے یہاں تک کہ زمانہ دراز کے بعد یہ یہ کل اس طرح جوڑا کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اس میں ذرا شک نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات کو تسلیم کرے گی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کرے گی اسی پر قیاس کے

کیے خانی کل کی
مثال سے ثابت
کرنا کہ اصل ہمارے
کا مذہب تحقیقِ عالم
کے بار میں بعض
پہر ہے ۱۲

آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جسے مادہ کو ایجاد کر کے اُسکو تیار کرنا
کے قابل بنایا اُسی نے اُسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجاد کرنے
والے نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطرابی حرکت کی وجہ سے قانون وراثت اور قانون
تباہی کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں متنوع ہونے لگا کہ جنکے بننے کے لئے اعلیٰ درجہ
کی قدرت نہایت ہی کامل علم و حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہو پس اے عقلمند و ذرا تواضع کرو۔
خدا سے عالم کے ارادہ۔ قدرت اور علم کے ثابت کرنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین
ایک بات کے اور قابل ہیں جسکے اور پرتیبہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کہتے
ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اس کی قدرت دونوں صرف ایسی ہی چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہیں کہ جو
عقلاً ممکن ہے یعنی وہ ایسی شے ہو کہ عقل جسکے وجود اور عدم کی تصدیق کر سکتی ہے اُسکے نزدیک
وہ موجود بھی ہو سکتی ہو اور معدوم بھی۔ ممکن ہونے کے بعد کوئی شے کیسی ہی بڑی اور مشکل کیوں
نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا اُسکو وجود یا عدم کے ساتھ اور اسی طرح اُسکے اور احوال میں سے جسکے
ساتھ چاہے اپنے ارادہ سے خاص کر سکتا ہے اور جسکے ساتھ کہ اس نے اپنے ارادہ سے اُسے
خاص کر لیا ہے اُسی کے موافق اپنی قدرت سے پیدا کر سکتا ہے اب رہا وہ امر کہ جو عقلاً واجب
ہو یعنی عقل اُسکے معدوم ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً ہر ذی مقتدر شے کا لازمی
طور پر کچھ نہ کچھ جگہ گھیرنا ۛ

خدا کا علم ارادہ
اور قدرت ان
میں ہر یکہ کی رکن
ہیئت کے ساتھ
متعلق ہو سکتا
ہے ۱۲

اُسی طرح وہ امر جو عقلاً محال ہو یعنی عقل اُسکے موجود ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً اجتماع
نقیضین سوان و دونوں قسموں کی اشیاء کے ساتھ خواہ ایجاد ہو یا اعداۓ اللہ نہ تو خدا کا ارادہ
ہی متعلق ہو سکتا ہے اور نہ اُسکی قدرت اسلئے کہ جو شے عقلاً واجب ہے وہ خود ہی موجود اور حتماً
حاصل ہوگی اُسکا وجود سے کل جانا ممکن ہی نہیں پس خدا کا ارادہ اور قدرت دونوں اُسکے ساتھ
نہ ایجاد متعلق ہو سکتے ہیں نہ اعداۓ ایجاد اتوا سلئے کہ یہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے موجود کا
موجود کرنا لازم آتا ہے اور اعداۓ سلئے کہ اُسکا معدوم ہونا اور وجود سے کل جانا محال ہے۔ اب رہا

خدا کے ارادہ
اور قدرت کا
خلق واجب
اور محال کے
ساتھ متبصر
ہو سکتا ۱۳

امر محال وہ ختماً معدوم ہوتا ہے اُسکا وجود میں آجانا ممکن نہیں پس اُسکے ساتھ بھی وہ دونوں
 ارادہ اور قدرت نہ اعداداً متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے معدوم کا
 معدوم کرنا لازم آتا ہے اور نہ ایجاد اس وجہ سے کہ اُسکا موجود ہونا اور وجود میں داخل ہونا محال ہو
 لیکن خدا کا علم ہر شے کے ساتھ خواہ وہ شے عقلاً ممکن ہو یا واجب یا محال ضرور متعلق ہوتا ہے جس سے
 کہ وہ شے خدا کے پاس منکشف ہوتی ہے پس خدا ہر شے کو وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اور بچہ یا چوہ
 حاضر ہو یا گزشتہ یا آئندہ۔ بسکو بخوبی جانتا ہے اُسے تمام چیزوں کا علم ہے شے حاضر کے
 ساتھ تو اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے عام ہے کہ وہ واجب ہو یا ممکن یا محال کیونکہ محال بھی تصور
 میں حاضر ہو سکتا ہے پس خدا اُسکو اور اُسکے استحالہ کو جانتا ہے اب رہا امر گزشتہ جسکا کہ وجود
 منقطع ہو چکا وہ ضرور خدا کی پیدا کردہ شیا میں سے ہو گا جو کہ خدا ہی کے ایجاد سے موجود ہوا تھا
 اور اُسی کے اعدام سے معدوم ہو گیا اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جس شخص نے کسی شے
 کو بنایا ہو اور پھر اُسے معدوم کر دیا ہو اُسکے ساتھ اُس شخص کا علم باقی رہ سکتا ہے اور امر آئندہ
 کے ساتھ بھی جواب تک موجود نہیں ہوا۔ اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے کیونکہ جبکہ وہ شے حادث ہونے
 کے قابل ہے اور بغیر اُسکے کہ خدا اپنے ارادہ سے اُسکے وجود کی تخصیص کرے اور اپنی قدرت سے
 اُسے موجود کر دے وہ ہرگز حادث نہیں ہو سکتی اسلئے کہ کل حوادث خدا ہی کے افعال کے
 آثار ہیں پس لازمی امر ہے کہ اُسکے ایجاد کرنے سے پہلے خدا اُسے جانتا بھی ہو کیونکہ اُس نے
 تو اُسکے وجود کا ارادہ کیا ہو گا جب تو اپنی قدرت سے اُسے موجود کر گیا اور اس میں کوئی تعجب
 نہیں ہے کہ جس انسان نے یہ نچتہ قصد کر لیا ہو کہ میں ایک خاص قطعہ کا مکان مثلاً ایک
 ماہ کے بعد تعمیر کروں گا وہ جو کچھ کہ اُس گھر میں بنائیگا اُسے خوب جانتا ہے لیکن اس شخص کے
 علم میں یہ فرق ہے کہ بسا اوقات کسی مانع کی وجہ سے اُس شخص کو وہ مکان بنانا میسر نہیں ہوتا
 تو اُسکا پہلا علم واقع کے موافق نہیں ہوتا لیکن خدا کو اُسکے افعال سے جملے کرنے کا اُس نے
 ارادہ کر لیا ہے کوئی مانع باز نہیں آ سکتا وہ ضرور ہی اُنہیں کرتا ہے اسلئے اُسکا علم ہمیشہ واقع

خدا ہر شے کو
 جانتا ہے خواہ
 وہ موجود ہو یا
 گزشتہ یا
 آئندہ ۱۲

کے موافق ہی ہوتا ہے اُسکے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں۔

اثبات قضا و
قدر اور ان کے
مابین تعلق

اس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حوادث میں ہر شے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب یہ امر ٹھہرا کہ عالم میں ہر حادثہ جس طرح پڑا کہ اُسکے ساتھ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہو چکا ہے اُسکے موافق اُسکے پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اُسکے علم سابق کے موافق اُسکے ساتھ خدا کی قدرت ایجاد متعلق ہو اور اسی کا نام قضا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ازل سے اُسکے ساتھ خدا کا علم متعلق ہو اور وہ اُسکے لئے ایک حد مقرر کر دے جسکے موافق کہ وہ اسے ایجاد کر گیا اور اسی کو قدر کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر یہاں بیان کی گئی ہے منجملہ انہیں تین تفسیروں کے ہے جنہیں کہ علامہ باجوڑی نے جوہر کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر تائید یہ کیا کرتے ہیں) *

نہ
شیا را در لایا
کی پیشین گوی
کی حیثیت

یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیا، غیب اور آئندہ کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اسکو بھی آپ سمجھ گئے ہونگے کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کو حوادث کو جانتا ہے اسلئے کہ ہر حادثہ اُسی کے علم سے اُسکے ارادہ کے متعلق ہونے سے اُسی کے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہی خدا ان رسل اور اولیا میں سے جسے چاہے اس غیب یا امر آئندہ کی خبر دیدے اگرچہ ہم اُسکے قائل ہیں کہ نفس فطرت انسانی کا یہ مقتضا نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود غیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسی کو بتلا دے تو اسے کون روک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتلانے ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اور رسل کو خبر دیدیتے ہیں اُن میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعوے کرنے کو اعلیٰ درجے کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اس کا دعویٰ کرے اُسکو کافر بتلاتی ہے *

مراد ہے

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا سے عالم حبس کا ہمارے نزدیک جو دو قدم قدم - بقا - قدرت - ارادہ اور علم ثابت ہو چکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہئے اسلئے کہ مردہ کا صفت

ارادہ۔ قدرت اور علم میں سے کسی کے ساتھ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہے
پس خدا کے لئے صفت حیات ثابت ہوگئی اور اس کا موت کیسا موصوف ہونا محال ٹھہرا
پھر وہ کہتے ہیں کہ وہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں
ہو سکتا عام ہے کہ وہ خواص ایسے ہوں کہ جبکہ لازم کے لئے نفس مادہ کی طبیعت تقضی ہو
اور وہ اس سے جدا نہ ہو سکتے ہوں اور یہ مادہ کے تمام صفات ہیں جو اسکے جمیع انواع کیلئے
لازم ہیں اور یہ مادہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کر سکتی ہو خواہ وہ اس کے
تمام انواع میں پائے جاسکتے ہوں یا فقط اسکے بعض مرکبات ہی میں اور یہ وہ صفات ہیں جو
کہ مادہ کے جمیع انواع کے لئے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یہ مادہ عام ہی نہیں ہیں جیسا
کہ جوہریت۔ جسمیت۔ عرضیت۔ متغیر ہونا (یعنی کسی قدر جگہ کو گھیرنا) مرکب ہونا۔ مستحضر ہونا
غیر سے جنا جانا۔ غیر کو جننا۔ اتصال۔ انفصال۔ حیوانیت۔ نباتیت۔ جمادیت۔ ایک جگہ
سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ تمام انفصالات نفسانیہ اور اسکے مثل جنسی چیزیں ہیں۔ کیونکہ وہ خدا
ان خواص میں سے کسی میں بھی اگر مادہ کے مشابہ مانا جائیگا تو وہ بھی اسی کے مثل مادہ ٹھہرے گا
اسلئے کہ یہ ظاہرات ہے کہ جو شے کسی دوسرے کے ساتھ اس کی ذات اور طبیعت کو لواتا
اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہ ہوگی وہ ضرور اسی کے مثل اور ویسی ہی ہوگی
اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھ کہ مادہ کے لئے ممکن ہے یعنی حدوث وہ خدا کے لئے
بھی ممکن ہوگا اور خدا بھی حادث ٹھہرے گا کیونکہ جو حکم چند کیساں چیزوں میں سے کسی ایک کو لئے
ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لئے قدم کے لازمی ہونے
پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اسکے حدوث کا محال ہونا ثابت ہو چکا ہے پس اس سے یہ ثابت
ہوا کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اسکے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ
کا مقصد ہے جبکہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین متقدمین کہ خدا عالم کے لئے تمام حوادث
کے خلاف ہونا ضروریات میں سے ہے اور اس کا ان کے مشابہ ہونا محال ہے اسلئے خدا

خدا کو جسے تمام
خواص سے
مبرا ہے ۱۲

نماوہ ہو سکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کسی کے ساتھ اسکا موصوف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے

خدا مکان اور
محل محتاج
نہیں ۱۲

پھر چونکہ ظاہر ہو چکا ہے کہ خدا نہ جوہر ہے نہ جسم اسلئے اُسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قائم ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اُسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور قائم ہوتا +

خدا کے عرض
ہونے پر درجی
دلیل ۱۲

علامہ بریں اگر اُسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت ہوگا تو پھر اُس کا ان صفات کے ساتھ جنکا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے موصوف ہونا ناممکن ٹھہریگا اور وہ صفات قدرت اور وہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اسلئے اسکا صفت ہونا ممکن نہیں ہو سکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہ ہو سکیگا۔ پھر چونکہ خدا کا قدم ثابت ہو چکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اُسے ایجاد کرتا ہرگز محتاج نہیں ہو سکتا غرض یہ کہ خدا کا مکان محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس عقیدہ سے مقصود ہیں کہ خدا سے عالم کا منف اور خود ہی قائم ہونا ضروری ہے اور غیر کے ساتھ اسکا قائم ہونا محال ہے۔

خدا موجد کا
محل نہیں ۱۲

خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ مکان کا یا محل کا یا کسی صفت کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ یہ امر مذکورہ اُس سے قبل موجود ہوتے اور اُسے بنائے ہوئے نہ ہوتے حالانکہ اس بات پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے۔ اور کائنات میں ہر شے اُنسی کی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شے کی جانب محتاج ہو؟

صفات خداوندی
اور صفات الہیہ
مادہ میں محض
ایسی شراکت
ہے ۱۲

اس سابق کے مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شے میں بھی اُس کے مشابہ نہیں ہو بیشبہ نہ کرنا چاہئے کہ لیجئے خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہ ہو گیا کہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے

عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور اسی طرح اور صفات ہیں جو کہ اُسکے لئے ابھی ثابت ہوئیں
 کیونکہ مادہ کے انواع ان صفات کے ساتھ تو موصوف ہوتے ہیں اسلئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض آثار کی مشابہت کی وجہ سے انواع
 مادہ کے صفات کے ساتھ صرف اسمی مشارکت حاصل ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا
 اختلاف اور مبائنیت پائی جاتی ہے کیونکہ خدا کی صفات مذکورہ ان کے نزدیک صفات قدیم
 ہیں اعراض نہیں ہو سکتی لیکن النوع مادہ کی صفات جنکے ساتھ ان کو اسمی مشارکت حاصل ہے
 بلاشبہ اعراض اور مادہ کے حادث اور زائل ہونے والے احوال ہیں اور اس میں ذرا بھی خفا
 نہیں کہ محض آثار میں مشابہت کا پایا جانا اس امر کو مستلزم اور مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حقیقت
 میں بھی مشابہت ہو خصوصاً جبکہ صفات خداوندی کے آثار با عظمت۔ محیط اور کامل ہوں
 اور صفات النوع کے آثار ان کے مقابل میں حقیر ناقص اور قاصر ہوں جیسا کہ دونوں کے
 آثار میں مقابلہ کرنے سے صاف صاف واضح ہوتا ہے۔

فلاسفہ جدید کے
 مقابل میں حضرت
 کی دلیل بیان کرنے
 کی حاجت نہیں

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبکہ خدا سے عالم کے وجود پر دلیل قایم کر چکے اور آپ لوگوں پر
 اُسکے وجود کی تصدیق کرنے کو دلیل سابق کے مقتضی کے موافق لازم کر چکے تو اب انہیں کوئی
 ضرورت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں اس امر پر دلیل قایم کریں کہ وہ خدا ایک ہے
 خدائی میں اور عالم کی تخصیص اور ایجاد میں اسکا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ
 تو ایک خدا کو بھی نہیں مانتے تھے انہوں نے دلیل سے اُسکے وجود کی تصدیق کرنے کو آپ پر
 لازم کر دیا اب انہیں آپ لوگوں کی جانب سے اس امر کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اس خدا
 کے سوا اور کسی خدا کے وجود کا دعویٰ کرنے لگیں گے اس لئے کہ اسے تو آپ خود سمجھ سکتے
 ہیں آپ کے نزدیک تو یہ ظاہرات ہے کہ آثار خداوندی کی لالت سے خدا سے عالم کے وجود
 کے ثابت کرنے کے بعد کو نسا امر مقتضی ہے کہ کسی دوسرے خدا کے ثابت کرنے کے لئے بھی
 ہمیں ضرورت پڑے باوجودیکہ اس عالم کے ایجاد کرنے کے لئے صرف ایک ہی خدا جس میں

کہ اُسکے ایجاد اور محکم کرنے کے لئے کمال صفات موجود ہوں بالکل کافی ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس کے معتقد ہیں کہ وہ خدا الیک ہی ہے اُس کی خدائی میں کسی کا شریک ٹھیرانا مسرہ محال ہے اور وہ اپنے عقیدوں کو بغیر قطعی دلیل پر مبنی کئے ہوئے باز نہیں رہ سکتے اُن کے عقیدوں کی بنا پر ہمیشہ قطعی دلیلیں پر ہوتی ہے خواہ وہ قطعی دلیل عقلی ہو یا نقلی اس لئے لازم ہے کہ وہ اس خدا کی وحدانیت پر عالم کے ایجاد کرنے میں اُسکے منفرد ہونے پر اُسکے سوا کسی خدا کے وجود کے محال ہونے پر ضرور عقلی یا نقلی دلیل قایم کریں۔ علیٰ ہذا القیاس جب وہ اُن فرقوں سے گفتگو پر آمادہ ہوں جو کہ متعدد خدا ماننے والے ہیں اور عالم کے لئے دویا تین یا زیادہ خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس وقت بھی اُن فرقوں پر خدا سے عالم کی وحدت کا اقرار لازم کرنے کے لئے وہ اس امر کو اپنے ذمہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ خدا کی وحدت اور اس کے سوا کسی دوسرے خدا کے محال ہونے پر دلیل قایم کریں لیکن ان فرقوں کے مقابلہ میں اُن کی دلیل ضرور عقلی ہونی چاہئے نقلی دلیل کو وہ مانتے ہی نہیں تو پھر اُن کے سامنے اُسکے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا نکلیگا۔

رہی خدا سے عالم کی وحدانیت پر دلیل نقلی جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اعتماد کرتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے قرآن میں جس کی نسبت اُنہوں نے خدا سے عالم کے پاس سے ہونے کی خبر دی ہے بکثرت موجود ہیں۔ قرآن کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور ایجاد کرنے میں اُس کے منفرد ہونے کی تصریح کرتی ہیں بلکہ اُن میں اُسکی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی بھی اور اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں جن میں کہ قطعی برہانی دلیل سمجھنے کی قابلیت نہیں ملے گا۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو توحید خداوندی کے اعتقاد کے بارے میں محض نقلی دلیل پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقانیت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اس لئے کہ آپ کے دعوے کی حقانیت

مسئلہ اول عقیدہ
باید نہیں کہ
یقینی دلیل پر مبنی
ہیں اس لئے عقیدہ
کی دلیل بھی ضرور ہے

وحدانیت کو نہ
فرقوں کے لئے
بھی دلیل ضرور
کی ضرورت ہے

قرآن میں جو عقیدہ
کی عقلی برہانی
اور نقلی دلیل
مستند کی دلیل
موجود ہیں

پر متعدد دلائل قائم ہونے کی وجہ سے عالم کے موجد کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے ہیں عام ہے کہ وہ موجد ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک مانا جائے پھر جب کہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق کر چکے تو پھر انہیں آپ کی یہ خبر بھی ماننا پڑے گی کہ جس خدا نے انہیں بھیجا ہے اور رسول بنایا ہے وہ ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک ہے اُس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن دلیل عقلی جسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان فرقوں کے مقابلہ میں جو متعدد خداؤں کے قایل ہیں خدا سے عالم کی وحدانیت پر قائم کرتے ہیں اور نیز جس پر کہ اُسکی وحدانیت کے اعتقاد کے بارے میں نہ خود بھی اعتماد کرتے ہیں اُس کی بکثرت صورتیں اور مختلف طریقے ہیں اس مقام پر بغرض اختصار ان میں سے ہم ایک ہی دلیل بیان کریں گے پس سنئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس موقع پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا متعدد مانے جائیں مثلاً دو مانے جائیں دیا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آ سکتا تو عالم میں کسی شے کا بھی وجود نہیں ہو سکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جاتا باطل ہے اس لئے کہ اُس کا وجود تو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں پس وہ امر بھی (یعنی خدا کا متعدد ماننا) جس سے کہ یہ غرابی لازم آئی ضرور باطل اور غلط ہوگا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل پھر اتواُس کی وحدانیت ثابت ہوگئی اور یہی ہمارا مقصود تھا اب سنئے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جاتا کیونکہ لازم آتا مثلاً فرض کیجئے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف رہیں گے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئیگا کہ دو موشروں کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ محال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جدا گانہ اور مستقل وجود ہوگا تو لازم آئیگا کہ عالم دو وجود کے ساتھ موجود ہو حالانکہ وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے زیادہ نہیں عالم کا فقط ایک ہی وجود حاصل ہو تو ماننا پڑے گا کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک نے باغداد سے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی پتھر کے اڑھکانیکا باعث ہوں ہر ایک

وحدانیت کی
عقلی دلیل

اُن میں سے باغز وہ اُسکے لڑھکانے کے لئے کافی نہ ہو بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی محتاج پھیر لگی اور اُسکے ساتھ ملکر مرکب ہوگی اور وہ دونو قوتیں مرکب ہو کر ایک قوت بنے گی۔

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے لڑھکانے کی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہئے ان میں سے کسی ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت کرنا ہر گرجھج نہیں ہو سکتا۔ پس اس بنا پر دونوں خدا ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے کہ جس کی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہو سکیگی کیونکہ ہر ایک موجد کا جز ہو گا نہ مستقل موجد حالانکہ خدا نے عالم اُسکو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہوا اور اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ خدا سے یعنی موجد عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اُس میں اور مادہ اور اُسکی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ اُن کے ساتھ مختص ہیں مخالف ہونا ایک لازمی امر ہے اور انہیں صفات میں سے ترکیب بھی ہے علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لئے حدوث لازم ہے تو اس بنا پر خدا کا حدوث لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پرا کیا د کریں کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا ورنہ تحصیل حاصل لازم آئے گی اور وہ محال ہے جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ اور نہ یہی ممکن ہو کہ بعض چیز کو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرا کیونکہ اسوقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئیگا اس لئے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائیگی تو لامحالہ اُس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونے کا طریق وہ پہلا مسدود کرے گا پس دوسرا اُسکی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہو سکیگا اور عاجز رہے گا اور اگر دوسرا اُسکے خلاف کرے گا اور اُس کو اپنی قدرت کے متعلق ہونے کے طریق کو مسدود نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑے گا بہر حال خدا کا عجز لازم آئیگا اور خدا کا عجز محال ہے ۴

اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں اس طرح پر کہ ایک تو عالم کے ایجاد کرنے کا ارادہ کرے اور دوسرا اسکے معدوم کرنے کا پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہو سکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا اور نہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہو اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جسکا ارادہ نافذ نہ ہو سکیگا وہی عاجز ٹھہریگا اور دوسرا بھی ویسا ہی قرار پائیگا اس واسطے کہ دونوں میں مماثلت معتقد ہو چکی ہے اور دونوں یکساں ہیں علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہو گا اور دوسرے کا نہیں تو جسکا ارادہ نافذ ہو جائیگا وہی خدا ٹھہریگا دوسرا نہیں ہو سکتا اب صداقت کی دلیل مکمل ہو گئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجملہ اور علی وجہ الاختصار مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لو کان فیہما الہذا الا اللہ لفسدتا) اگر دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں اللہ کے سوا اور خدا بھی قائم ہو سکتے اگرچہ اللہ بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درجہ و برہم ہو جاتے۔ یعنی آسمان و زمین کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن اُن دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اسلئے کہ اُن کا موجود ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے پس وہ شے یعنی اللہ کے سوا جنس خدا کا موجود ہونا یعنی کسی اور خدا کا موجود ہونا، بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آتی باطل ٹھہرے تو اب ثابت ہو گیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنی عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہی خدائی کو ساتھ مفرد اور یکتا ہے اور یہی مقصود تھا یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی محال ہو بلکہ خدا کا مجر و متعدد ہونا محال ہے چنانچہ ہم نے اپنے قول جنس خدا سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہو جانے کے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض سرسری نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب غور کیا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے اور صلح کر لینے کا سرے سے احتمال ہی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام غلبہ اور کامل استقلال کو مقتضی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے (اذن للذہب کل اللہ بما خلق ولعلیٰ بعضہم علی بعض) اب تو (یعنی اگر کسی خدا مانے جائیں) ہرگز خدا اپنی اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء کو مے جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کو مٹھیتا۔ (یہ تو آپ نے سن لیا اب میں اس امر پر مکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ

دلیل قاطعہ کی
ایسی تقریریں
اس کا قطعاً ملتی ہیں
ثابت ہوتا ہے

دلیل اور اسی طرح اور دلیلیں صرف انہیں کے مقابلہ میں قایم کی جاسکتی ہیں کہ جو خدا سے عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے عقیدہ کے دعوے سے باز رکھے جاسکتے ہیں۔ وہ لوگ جو عالم کے لئے کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے ان کے مقابلہ میں اس دلیل کا قایم کرنا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ان پر اس امر کا ماننا لازم کر دیا جائے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی خدا ہے جس نے کہ اسے ایجاد کیا پھر انکو خدائی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو کہ خدائی کا منصب مقتضی ہے اچھی طرح سمجھا دیا جائے ورنہ انہیں اسکی کیا پرواہ ہوگی کہ خدا کا بجز لازم آتا ہے یا اسکو سو ادوار محالات جن کا کہ دلیل سابق میں پیشتر ذکر ہو چکا ہے لازم آتے ہیں پس اس سے ذرا آگاہ رہنا چاہئے۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجود عالم کے لئے ثابت ہوئیں ہر چند کہ خدائی کا مدار ٹھہر سکتی ہیں اور وہ صفات وجود و قدم بقا و حوادث کے ساتھ مخالفت اس کا بنفسہ قایم ہونا یعنی استقلالاً موجود ہونا وحدانیت علم قدرت ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہو تب بھی وجود کائنات کی علت بننے کے لئے کافی سمجھا جاسکتا ہے اور ہر عاقل اتنے پر قناعت کر سکتا ہے لیکن انہوں نے اس خداے پاک کی شان میں اور بھی غور کرنا شروع کیا اور اسکی عجیب غریب مصنوعات اور اسکی کمال پادری میں تامل کیا تو کہنے لگے کہ جب اسکی مصنوعات میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خداے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی ٹھہر سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہاں تک ہم خیال کر سکتے ہیں کسی کو ایسا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کامل کو ایجاد کرے یا کامل اپنے سے کامل کو ایجاد کرنے کے قابل ہو سکے۔ انہیں حیوانات کو لہجہ کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ ان کو اس سے عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجئے انسان کو لہجہ کہ جو سب سے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی

خدا کے لئے سزا دینے
مذکورہ بالا کے ہر صفت
کمالیہ کے اعتبار
کی نشیہ ۱۲

انسان کی ہر کمالیہ
میں وہ کچھ نہیں
پیدا کر سکتا ۱۲

کیوں نہ بنائے اور ایجاد کرے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنی مثال یا اپنے سے مکمل بنانا تو جدا رہا اُس کے مصنوعات میں اُس کمال کے قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا۔ جو کہ خود اُس میں قائم ہے۔ حیوان یا انسان کا بنانا تو بالاسے طاق رہا انسان میں نبات بنانے کی تو قدرت ہے ہی نہیں۔ غایت سے غایت وہ جو کچھ بنا سکتا ہے یہ ہر کہ وہ جادوی صورت جو کہ حیات سر بالکل خالی ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیا وی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں پایا جاتا۔ یا گلےں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جبر ثقیلی کے موافق غیر دائمی اور ناپائدار حرکت کرنے لگتی ہیں اور پھر ذرات میں حیات کا نام نشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا۔ اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اُس کی صورت کے متغیر کرنے کے لئے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو وہ خود ہرگز اس قدر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کار چارو ناچار انہیں قوانین قدرت کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تغیر دینے کے لئے اس خدا کے پاک کی جانب سے مقرر ہیں اور جو تغیر کہ اُس سے حادث ہوتی ہے وہ حقیقت میں اُس کا فعل بھی نہیں ہے اُس کو صرف اسی قدر دخل ہے کہ اُس نے اُس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ تغیر پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اُس نے جس شے کو تغیر دینا مقصود ہے اُس پر اُسے مسلط کر دیا۔ اور اگر یہ تغیر اُس کے بنانے اور اُس کے پیدا کرنے سے ہوتی تو اُس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اُس کو اُس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اُس کی مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اس کا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اُس کی خلقت میں بد صورت کر دے تو وہ اندھے میں ایک جانب سے قوی حرارت پہنچاتا ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف۔ اس بچہ میں ایک خاص قسم کی بد صورتی پیدا ہو جاتی ہے پس یہ بد صورتی اس انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ اندھے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بد نمائی کی مقدار۔ اس کی کیفیت اور یہ کہ بچہ کے کس موقع پر یہ غرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اُس سے واقف ہونا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا

انسان جو کچھ تفقعات
کرتا ہے وہ حقیقت میں
خدا کے مدد کر وہ
قوانین قدرت کو
مسلط کر دیتا ہے
اور اُس سے کلمہ
ہے جو مستقل طور
پر کچھ نہیں کر سکتا

غایت سے غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اُس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جبکہ جسے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی ہے اور بد نما ہو جاتا ہے اور اُس قانون کو وہ استعمال کرنے لگا جیسے کہ کسی شخص کو یہ معلوم ہو گیا کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے پھر جب اُسے پیاس لگتی ہے تو وہ اپنے معدہ میں پانی پہنچا لیتا ہے اُس سے اُسے سیرابی حاصل ہو جاتی ہے اور اُسکی پیاس بجھ جاتی ہے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے اپنے معدہ میں پانی پہنچایا ہے خود اُسی نے سیرابی کو بھی پیدا کیا اور پیاس کو رفع کر دیا اور کیا یہ اُسکے مصنوعات میں شمار کیا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس اُس کا اتنا ہی فعل ہے کہ اُس نے اپنے معدہ میں پانی پہنچا لیا۔ پانی جب معدہ میں پہنچا تو اُس سے معدہ کی حرارت ٹھنڈی پڑی اور پیاس جاتی رہی اب یہ جو کچھ حاصل ہوا اُس میں پانی پہنچانے والے کی ذرا بھی تاثیر نہیں۔ اس موقع سے یہ امر بطریق واضح ہو گیا کہ کھیت کا کاشتکار درختوں کے نکلنے اور اُن کے بار آور ہونے میں اُسکے اثر مقررہ قوانین قدرت استعمال کر کے کتنی ہی کوشش کیوں کرے اُسکی نسبت یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اُسی نے کھیت کے درختوں کو ایجاد کیا اور بنایا ہے اُن سے پھل نکلے ہیں اور اُن کی عجیب و غریب ترکیب اور حیرت انگیز خواص کا وہی پیدا کرنے والا ہے اسلئے کہ اُس میں سے فی الحقیقت کوئی شے بھی اُسکی بنائی ہوئی نہیں بلکہ اگر مجازی اطلاق کو آپ لیتے ہیں تو اُمیر کوئی مضائقہ نہیں اُسکو ہم بھی مانتے ہیں اسی طرح تمام اُن اشیاء کی نسبت جنکے وجود کا سبب انسان عالم کے مقررہ قوانین قدرت استعمال کر کے ہوا کرتا ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُنکا انسان بنانے والا اور موجود نہیں صرف اُسکا کام اتنا ہے کہ وہ مقررہ قوانین قدرت کو اُن کے مقررہ راستوں میں جاری کر دیتا ہے اُسکے بعد تمام آثار اُن سے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ انسان آثار کو نہیں پیدا کرتا۔ عنقریب اسکا بیان آتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس امر کے قائل ہیں کہ یہ تمام آثار قوانین قدرت سے خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ظہور میں آتے ہیں فقط قوانین قدرت کے ذاتی اثر سے چنانچہ اسکی تحقیق عنقریب آئیگی، پس جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

فہم نے اسے
میں کو میں نے
اس کا قوت
کہ وہ ان نام و خدات
کال باب ۱۲

متبعین کے نزدیک یہ بات جسکا پیشتر ذکر ہوا واضح ہو گئی کہ کوئی شے اپنے مثل کے بنانے پر
 بھی قادر نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ اپنے سے بڑھ کر اور اکمل شے کو بنائے تو وہ کہنے لگے کہ یہ
 لازمی امر ہے کہ جس خدا نے مادہ کو ان عجیب غریب قوانین قدرت کے ساتھ ایجاد کیا جن کی
 وجہ سے کہ اُس میں بیشمار نظورات اور تغیرات کی قابلیت آگئی اور اُس سے یہ حیرت انگیز معجز
 انواع وجود میں آئیں ضرور اُس خدا کی جمہ صفات جو کہ اُس کے لئے دلیل سے ثابت ہوئیں اور
 جو صفات کمالیہ کہ اُسکی ذات کے شایاں ہیں سب مرتبہ کمال کو پہنچی ہوئی ہوں۔ ورنہ وہ اپنے
 مصنوعات کے مثل یا اُن سے بھی کمتر ٹھہرے گا حالانکہ یہ امر اُس کے خلاف ہے جسکو کہ عقل یقینی طور
 پر جان چکی اور اُس کی تصدیق کر چکی پس وہ اسکے معتقد ہو گئے کہ وہ خدا ضرور ضرور سمیع۔ بصیر۔
 متکلم۔ اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ جو اُسکی ذات کے شایاں ہیں متصف ہوا سوائے کہ یہ بات
 عقل میں نہیں آ سکتی کہ وہ ہوا۔ اندھا۔ گونگا۔ ہوا اور پھر اُسی نے قوت سمع کو پیدا کیا ہو۔ آنکھوں کو
 روشن کیا ہو۔ کلام کے ساتھ زبان کو جاری کیا ہو اور یہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ صفت کمالیہ میں ناقص
 ہو حالانکہ اُسی نے صفت کمالیہ کی نظیر کو اپنے مصنوعات میں نہایت ہی کامل طور پر ایجاد کیا ہے
 لیکن جتنی صفات کا کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں اُن کے بارے میں انہیں یقین ہے
 کہ نہ وہ حوادث کی سی صفات ہیں اور نہ حقیقت میں اُن کے مشابہ ٹھہر سکتی ہیں اگرچہ باہم اُن میں
 آتما کی مشابہت کی وجہ سے مشارکت آسمی پائی جائے اور اس امر کا پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ آثار
 کی مشابہت سے حقیقت کی مشابہت ضروری نہیں پس خدا سننے میں ہماری طرح کان کا محتاج
 نہیں بلکہ اُس کی صفت قدیمہ ہے جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموعات
 اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اُسکا دکھینا آنکھ کی تپلی پر موقوف نہیں بلکہ وہ بھی صفت
 قدیمہ ہے جو کہ اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام مبصرات اُس کے نزدیک منکشف
 ہو جاتے ہیں اُسکا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے
 جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جسکے ذریعے سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کسی کو

ف
 خدا کا سمیع بصیر
 متکلم وغیرہ ہونا
 اور اُن کے معنی کی
 تشریح اور حد
 اور حادثات کو صفا
 کے مابین کیا فرق
 ہے

متبعین کے نزدیک یہ بات جسکا پیشتر ذکر ہوا واضح ہو گئی کہ کوئی شے اپنے مثل کے بنانے پر
 بھی قادر نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ اپنے سے بڑھ کر اور اکمل شے کو بنائے تو وہ کہنے لگے کہ یہ
 لازمی امر ہے کہ جس خدا نے مادہ کو ان عجیب غریب قوانین قدرت کے ساتھ ایجاد کیا جن کی
 وجہ سے کہ اُس میں بیشمار نظورات اور تغیرات کی قابلیت آگئی اور اُس سے یہ حیرت انگیز بجد
 انواع وجود میں آئیں ضرور اُس خدا کی جمہ صفات جو کہ اُس کے لئے دلیل سے ثابت ہوئیں اور
 جو صفات کمالیہ کہ اُسکی ذات کے شایاں ہیں سب مرتبہ کمال کو پہنچی ہوئی ہوں۔ ورنہ وہ اپنے
 مصنوعات کے مثل یا اُن سے بھی کمتر ٹھہرے گا حالانکہ یہ امر اُس کے خلاف ہے جسکو کہ عقل یقینی طور
 پر جان چکی اور اُس کی تصدیق کر چکی پس وہ اسکے معتقد ہو گئے کہ وہ خدا ضرور ضرور سمیع۔ بصیر۔
 متکلم۔ اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ جو اُسکی ذات کے شایاں ہیں متصف ہوا سوائے کہ یہ بات
 عقل میں نہیں آ سکتی کہ وہ ہوا۔ اندھا۔ گونگا۔ ہوا اور پھر اُسی نے قوت سمع کو پیدا کیا ہو۔ آکھن کو
 روشن کیا ہو۔ کلام کے ساتھ زبان کو جاری کیا ہو اور یہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ صفت کمالیہ میں ناقص
 ہو حالانکہ اُسی نے صفت کمالیہ کی نظیر کو اپنے مصنوعات میں نہایت ہی کامل طور پر ایجاد کیا ہے
 لیکن جتنی صفات کا کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں اُن کے بارے میں انہیں یقین ہے
 کہ نہ وہ حوادث کی سی صفات ہیں اور نہ حقیقت میں اُن کے مشابہ ٹھہر سکتی ہیں اگرچہ باہم اُن میں
 آتما کی مشابہت کی وجہ سے مشارکت آسمی پائی جائے اور اس امر کا پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ آثار
 کی مشابہت سے حقیقت کی مشابہت ضروری نہیں پس خدا سننے میں ہماری طرح کان کا محتاج
 نہیں بلکہ اُس کی صفت قدیمہ ہے جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام سموعات
 اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اُسکا دکھینا آنکھ کی تپلی پر موقوف نہیں بلکہ وہ بھی صفت
 قدیمہ ہے جو کہ اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے جس سے کہ تمام مبصرات اُس کے نزدیک منکشف
 ہو جاتے ہیں اُسکا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے
 جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہے جسکے ذریعے سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کسی کو

ف
 خدا کا سمیع بصیر
 متکلم وغیرہ ہونا
 اور اُن کے معنی کی
 تشریح اور حد
 اور حادثات کو صفا
 کے مابین کیا فرق
 ہے

صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے ان اشیاء کو خدا کے لئے ثابت تو کیا لیکن چونکہ عقلی اور نقلی دلیل کی رو سے خدا کا جمیت سے منزہ اور پاک ہونا ثابت ہو چکا تھا اسلئے انہوں نے اُن کو ظاہری معافی نہیں تسلیم کئے اور یہ اعتقاد رکھا کہ ان کے معافی جو ہوں خدا کی ذات کے مناسب ہیں حوادث میں ان کے جو معافی سمجھے جاتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہو سکتے رہا ان کی حقیقت کا علم وہ انہوں نے اُسی خدا سے پاک پر رکھا اور اُسکے حوالے کیا۔ اسی لئے وہ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مثلاً خدا کا ہاتھ تو ہے لیکن وہ ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتا اسی طرح اسکی آنکھ بھی ہے لیکن ہماری آنکھوں کی طرح نہیں ہو سکتی علیٰ ہذا القیاس اور شیعہ کو بھی سمجھے اتنا تو ہم کہہ سکتے ہیں باقی رہی اسکے مرادوی معنی کی حقیقت اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے پس اس طور پر وہ خدا کو منزہ مانتے ہیں اور حقیقی علم خدا کے حوالے کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جہاں تک عقل کی دالالت اور شریعت محمدیہ سے معلوم ہوا اُسکے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اُس کی شانِ عالی کے سزاوار ہیں موصوف مانتے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اسکو زیبا نہیں منزہ اور مبرا اعتقاد کرتے ہیں +

پھر اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اُسی طرح اُسکے وہ نام بھی جو اُس نے اپنے لئے خود تجویز کئے ہیں بتلائے انہیں میں سے لفظ (اللہ) ہے جو اُسکا خاص نام ہے دوسرے پر اطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کرنے والے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالیٰ پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اسلئے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہو گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو نزدیک یہ نام شرعی نام سمجھا گیا جس میں کہ انہوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی نعت کا اسی طرح پر خدا تعالیٰ کے باقی ناموں کو سمجھے۔ پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروی کرنے والوں کو خدا کے وجود کے اور اُسکے اُن صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے کی تعلیم دی جن کے یا تو ثبوت ہی عقل دالالت کرتی ہے یا خدا کے لئے اُن کو جائز رکھتی ہے اور اُسکے نام بتلائے اُسی طرح اُس نے خدا کے وجود پر اُس کی عظمت پر اُسکی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف

خدا کے اسماء
توصیفی ہیں اور
اسد علم ذات ہوا

شریعت محمدیہ خدا کی
عظمت اور اسکو سزا
کمال کے ساتھ ہرگز
ہوئے عقلی نقلی اور
ظہانی و خفیہ میں
قسم کی دلیل سے
استدلال کرنے کا
طریقہ بتلایا ہے ۱۲

ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کر نیک طریق بھی سکھلایا عام ہے کہ وہ دلائل برہانی قطعی ہوں
یا اطمینان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہو جاتی ہے اور دل اُن کو فوراً قبول
کر لیتا ہے۔ اس طرح پر اسلامی امور کے اثبات کے لئے نہایت ہی وسیع طریق اُن کے ساتھ
لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کرنے کے واسطے اُن پر بہت بڑا دروازہ کھل گیا
چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اُن میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدائے عالم کے وجود پر صفات
کاملہ کے ساتھ اُسکے موصوف ہونے پر اُسکی اور اُس کی صفات کی عظمت پر اور پھر اُن کے
آثار کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں جس سے کہ دلوں میں اُس کی شان عظیم کی عظمت پیدا ہوتی
ہے اور ایک سے ایک مصنوعات اور اعلیٰ سے اعلیٰ عجیب و غریب اشیاء کے بنانے پر
اُسکو پوری قدرت حاصل ہونے کا دلوں کو یقین ہوتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں۔
جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنا لگاؤ
کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو پس میں کہتا ہوں کہ یہ امر متغنی نہیں کہ مادہ اور اُسکے انواع
کے لئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تغیر (یعنی کسی نہ کسی قدر خلل کو گھیرنا) جو تمام اجسام میں
پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا متھڑے کی چوٹ کھا سکنا اور شیشہ کا
چورچور ہو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں
کی علمی سامعین کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات
منفک نہیں ہو سکتیں اُن کا منفک اور جدا ہونا محال ہے باقی رہیں خاص صفات اُن کی
نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر صفت جس جسم میں کہ پائی
جاتی ہے کسی نہ کسی طبعی سبب سے اُس سے ضرور جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں
کہ مثلاً لوہے سے متھڑے کی چوٹ سے بڑھنی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اُسکی
چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جانے کی صفت جبکہ اُسے فلان عرق میں بھگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے

نہ ضروری ہے
ضروری صفات
یہ دلائل کریمہ
مقدمہ بیان
آنا چاہیے تھا
مکہ کوہ کے
۱۰۰۰۰۰
کی نسبت سلمان
کما عتیدہ کے تیسرے
اور دل سامعین کے
ماہر کس میں حالت
یا مواقع ہیں اور
کہیں سرا

زلزلہ آنے کے وقت مفاطیس سے لوہی کی کشش کرنے کی قوت جاتی رہتی جو اسی بنا پر ایک
 آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب الوقوع ہونا دریافت ہو سکتا ہے تاکہ انسان اس
 سے محفوظ رہ سکے پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ جسم کی خاص صفات اسباب طبعیہ میں سے کسی
 نہ کسی سبب سے ضرور جدا ہو سکتی ہیں جیسا کہ ہم نے پیشتر ذکر کیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو
 اُن عام صفات کی نسبت جن کا ثبوت اُن کے نزدیک مادہ کے جمیع انوع میں مل ہو چکا
 ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات دو قسم میں تقسیم ہوتی جاتی ہیں
 بعض تو ایسی ہیں کہ مادہ کے تمام انواع میں سے کسی سے بھی منفک نہیں ہو سکتیں اُن کا
 منفک اور جدا ہونا محال ہے اور اس قسم کی صفات کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت باوجود اُن
 کے متحقق الوجود ہونے کے اُن کے معدوم کرنے کے لئے متعلق نہیں ہو سکتی اس لئے کہ خدا کی
 قدرت امر واجب یعنی ایسی شے کے اعدام کے ساتھ جس کا وجود ضروری اور معدوم ہونا محال
 ہے متعلق نہیں ہو سکتی جیسے کہ جسم کے لئے تخیل یعنی جسم کا کسی نہ کسی قدر خلا کو گھیرنا پس
 ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم بغیر کسی قدر خلا کے گھیرے ہوئے پایا جائے +
 دوسری قسم وہ ہے کہ جمیع انوع سے جسکے منفک ہونے کو عقل جائز رکھتی ہے۔ پس کوئی امر مانع
 نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی صفت کے معدوم کرنے کے ساتھ عام ہو کہ تمام
 انواع سے ہو یا کسی خاص نوع سے متعلق ہو جائے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور جو امر عقلاً ممکن
 ہوتا ہے وہ ضرور خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصرف کے تحت میں آ سکتا ہے۔ جیسے کہ جسام
 کی عام کشش جبکہ ایک جسم دوسرے کو کشش کرتا ہے اور ایسے ہی کشش اتصال یعنی جس
 کشش کی وجہ سے کسی جسم کے ایک ہی جنس کے اجزاء فرد یعنی ذرے جیسے لوہے کے مثلاً باہم
 ملے رہتے ہیں اور اُن کے ملنے کی وجہ سے جسم بن جاتا ہے اسی قسم کی اور صفات لے لیجئے۔
 پس وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا ثبوت اگرچہ اجسام میں پایا جاتا ہے لیکن اُن کے لئے عقلاً
 لازمی نہیں ہے بلکہ اُن کا ثبوت اجسام میں امکان عقلی کے طور پر ہے یعنی عقل کے لئے ممکن ہے جو

جسم کی کشش
 عام اور کشش
 اتصال اور
 ملافت ہر ایک
 محققاً و عقلاً ۱۶

کہ اجسام کا اس قسم کی صفت کے ساتھ تصور کرے یا ان کا تصور بلا اس صفت کے کرے
 پس اس سے کونسا مرافع ہو سکتا ہے کہ اگر ہم کسی جسم کو عام کشش سے خالی تصور کریں یعنی
 وہ نہ کسی دوسرے جسم کو کشش کرے اور نہ دوسرا جسم اس کو اسی طرح اس میں بھی کوئی قباحت
 نہیں معلوم ہوتی کہ اگر ہم کسی جسم کو کشش اتصال سے خالی تصور کریں اور اس کی ذرات کا باہم
 ملنا کسی دوسرے سبب سے مان لیں غلا وہ بریں آپ لوگوں کا جسم میں کشش اتصال کیسا تھ
 قوت مدافعت کے وجود کا بھی قائل ہونا گویا اجتہاد غفیع نہیں کہہ سکتے۔ توت مدافعت سے
 وہ قوت مرافعت ہے جسکی وجہ سے جسم کے ذرات پورے طور سے مل نہیں سکتے اور وہ انکو ملنے سے
 روکتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں خلا اور مسامات باقی رہ جاتے ہیں اور یہی قوت خارجی
 قوت کا جبکہ وہ جسم پر دباؤ ڈالتی ہے مقابلہ کرتی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں اسکا صریح
 بیان موجود ہے۔ اگر آپ کہیں کہ بغیر اس قوت کے تو اجسام کا بننا ہی خیال میں نہیں آسکتا۔
 تو ہم جواب دینگے کہ ہمارے نزدیک خدا کی قدرت سے بغیر اس قوت کے مانے ہوئے دوسرے
 طور پر بھی ممکن ہے اور اگر ہم اس موقع پر کسی سبب ہی کے قائل ہو جائیں تو ہم کہہ سکتے ہیں
 کہ ممکن ہے کہ سوائے اس قدرت مدافعت کے کوئی دوسرا سبب ہو۔ بھلا بتائیے اسی میں
 کوئی قباحت ہے کہ یہی اجزاء فروہ (ذرات بسیط) جنکے اجسام میں موجود ہونے کے آپ
 قائل ہیں ممکن ہے کہ انہیں کی شکلیں ایسی ہوں کہ ان میں کچھ اُبھار پائے جاتے ہوں اور
 کسی قدر تجاویف یعنی گڑھے بھی موجود ہوں پس ان اجزاء کے مجتمع ہونے کے وقت یہی
 اُبھار ان گڑھوں میں گھس کر خوب جم جاتے ہوں پس جب یہ گڑھے ان اُبھاروں پر دباؤ پکڑ
 نہ بیٹھتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ حرارت جو کہ ان ذرات کو پھیلا دیتی ہے دباؤ کم پڑتا ہو تو
 جسم سیال یا از قلم گیس بن جاتا ہو اور جب یہ اُبھار گڑھوں میں دب جاتے ہوں یا کسی سبب سے
 جیسے کہ برودت دباؤ شدید پڑتا ہو تو جسم میں بمقدار دباؤ کے سختی آجاتی ہو اور گھٹوس جسم بنتا ہو
 جسکیں کی قسم کہ وہ اجسام کہلاتے ہیں جو شل ہوا کے نظیر نہیں آتے ۱۱ مترجم۔

اب اس موقع پر قوت مدافعت کی وجہ سے باہم ذرات کی مدافعت کے بجائے یہ علت بیان کی جاسکتی ہے کہ جب یہی گڑھے ایسے تنگ ہوتے ہیں جس میں کہ یہ اُبھار پورے طور سے نہیں سما سکتے تو ذرات کے مابین خلا باقی رہ جاتے ہیں اور یہی وہ مساوات اور ورلڈ پیر جو ہر جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایسی علت ہے جس سے کہ اجسام متحد الجنس کو ذرات کے باہم ملنے سے منع کی وجہ سے طرح ظاہر ہوتی ہے اُسی طرح عقل کے لئے اجسام مختلف الجنس کے باہم ملنے کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسے کہ مابین گوند اور کاغذ کے ہوتا ہے۔ مراد اس علت سے اجزاء فروہ (ذرات بسیطہ) میں اُبھار اور خلا پائے جانے کی وجہ سے اس امر کا واقع ہونا ہے نہ نہر اور کی وجہ یہ ہے کہ یہ علت آپ لوگوں کی اُس علت سے جو کہ آپ نے ذروں کے باہم ملنے کے لئے بیان کی ہے یعنی یہ کہ یہ امر بذریعہ قوت کشش اتصال کو انجام پاتا ہے جو کہ اجسام مختلف الجنس میں موجود ہوتی ہے عقل سے قریب تر جیسا کہ ہم نے پیشتر بیان کیا۔ اور جب کہ آپ لوگوں کے نزدیک ان اجزاء فروہ (ذرات بسیطہ) کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ اگرچہ بالفعل قسمت نہیں قبول کرتے لیکن وہ عقلی قسمت کو ضرور قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے تو ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم کچھ اُبھار اور خلا فرض کر کے آپ لوگوں کو الزام دیں بجملاف اُن اجزاء بسیطہ کے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک ہیں کیونکہ اُن میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس تقریر سے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ میں اجزاء فروہ و ذرات بسیطہ میں اُبھار اور خلا کے وجود کو ماننا ہوں اور اس پر میں نے اپنی علت کو مبنی کیا ہے کیونکہ اس تعلیل پر بھی اشکالات کے وارد ہونے سے میں مامون نہیں ہوں میں نے تو صرف یہ دکھلانے کے لئے آپ کی تعلیل میں ایک احتمال نکالا ہے کہ دیکھئے آپ کی تعلیل کہاں تک پایہ ثبوت کو پہنچی ہے اور یہ کہ دوسری تعلیل آپ کی تعلیل سے قریب تر ہے۔ خلاصہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو یہ نہیں کہتے ہیں کہ صفات عامہ جو پیشتر مذکور ہوئیں ایسی ہی اور بھی اجسام میں موجود نہیں ہیں اور نہ وہ اجسام میں اُن کے موجود ہونے سے

انکار کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کو اُن کے ثبوت پر دلائل قایم کرنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑے۔ وہ تو اُن کے ثبوت کو مان کر صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ عقلاً ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ اجسام میں موجود بھی رہ سکتی ہیں اور اُن سے معدوم بھی ہو سکتی ہیں اس لئے کہ عقل اُن سے نہ اُن کو موجود ہونے کو محال سمجھتی ہے اور نہ اُن سے اُن کے معدوم ہونے کو۔ اور جب اُن کی یہ حالت ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت تصرف میں جو کہ تمام اُن اشیاء پر جو عقلاً ممکن ہیں قادر ہے ضرور داخل ہو سکتی ہیں جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ پس جیسے کہ اُس نے انہیں ایجاد کیا ہے باوجود اجسام کے موجود رہنے کے وہ اُن کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے یہاں تک کہ کثرت اتصال کے معدوم کرنے پر بھی کیونکہ وہ نفس اجسام کے بننے کے لئے لازمی نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ خدائے پاک بلا قوت کثرت اتصال کے بھی اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) کے مجتمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعہ سے ہو یا بلا واسطہ کسی سبب کے ہر طرح پر قادر ہے اگرچہ وہ لوگ خدائے پاک کی عادت پر جو کہ اُس نے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہونگے اور وہ عادت یہ ہے کہ خدا نے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ مترتب کر رکھا ہے یعنی اُس نے اپنی یہ عادت ٹھیرائی ہے کہ جب کوئی سبب پایا جاتا ہے تو وہ اُس کے سبب کو بھی ایجاد کر دیتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو اُن کے بارہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے موصوفات کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ اُن سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے اُس وقت جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اُس کے ذرات بسیطہ کسی طبعی سبب کی وجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور پھر آپ کے نزدیک اس مفارقت کے لئے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جب تک کہ اُن کے نزدیک امر واقعی کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی یہی کہتے ہیں

کہ صفات خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسبب طبع کی وضع کے متغیر ہو جانے سے ہوا وریہ بھی ممکن ہے کہ کسی موصوفے سے ہوا وریہ ان کے نزدیک کوئی امر بدل ہو جاتا ہے تو وہ بالکل ناممکن لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو بہر حال وہ خدا ہی کو جدا کرنے سے ہے اور ان اسباب کی نسبت جنہیں آپ اُسکے لئے موجب ٹھہراتے ہیں ۛ

ان کا یہ قول ہے کہ وہ عادی اسباب ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی عادت جاری ہو گئی ہو کہ اسباب کے پانچ جانے کے وقت اُن کے مسببات کو ایجاد کر دیتا ہے اور وہ اسباب اپنے مسبب کو لئے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ اُن اشیاء کو اُن کے سبب کی جانب نسبت کرتے سنیں گے لیکن اُن کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ اُن اسباب کو اُن کے وجود میں بالطبع کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کرنے سے اُن کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اس مسبب کو اُسکے سبب کے

موجود ہونے کے وقت اپنی عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور مسبب کو نہ پیدا کرے یا مسبب کو بغیر اس سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹھہرے اور مسببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کرنے سے قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جسکو کہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کو لئے لازمی مانے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالیٰ کی عادت مستمرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ

اس کی بہت وضع مثال یہ ہے کہ لال جھنڈی دکھلانے سے آتی ہوئی ریل ٹوڑک جاتی ہے اور سبز سے بارہل آتی ہے تو اُلیان ریل نے

جیسے کہ اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالعکس مقرر نہیں کر سکتے یا بغیر جھنڈی دکھلانے جانے کے ریل کو نہیں لاسکتے اگرچہ عادت

مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ شمع جھنڈی سے ہمیشہ ریل رکے گی۔ اور سبز سے آئے گی اور جب وہ اپنی اس عادت

کو بدلنا چاہیں تو اس کے خلاف بھی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنی جو قوانین قدرت یا اسباب طبعی دریافت ہوئے

ہیں وہ جھنڈی کے مثل ہیں اور خدا نے انہیں کے موافق تمام عالم کا انتظام کر رکھا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہو تو اپنی عادت کے

موافق وہ اسکی سبب کو بھی موجود کر دیتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف بھی کرنے پر چاہے جب وہ کسی مصلحت سے مستمرہ قوانین کے خلاف کوئی امر

پیدا کرتا ہے تو اسکو خرق عادت کہتے ہیں۔ جو شخص کہ خدا کو مجبور نہ ٹھہرائے گا اور ذی اختیار مانے گا اسکو اس کے سمجھنے میں ذرا دقت نہیں ہو سکتی ہر

تو انہیں قدرت کا
محض عادی اسباب
ہوا اور سب کچھ
حقیقت میں خدا
ہی کے پیدا کرنے
سے موجود ہونا ۱۲

میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہئے تو کر سکتا ہو وہ اتنے دراز زمانہ کے ساتھ پابند ہونے کے لئے مجبور نہیں ہو مثلاً جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ لوہا فلان عرق میں جب بھگو یا جائے تو بوجہ بھگو نے کے اُسکے ذرات بسیط کی وضع متغیر ہو جانے سے اُس سے چوٹ کھا کر پڑھنے کی صفت دور ہو جائے گی اور اس میں بجائے اسکے چوٹ کھا کر چور چور ہو جانے کی صفت آجائے گی۔ اور اُسکے لئے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ عرق اس تبدیلی میں بطبعہ مؤثر اور موجب ہے اور اتنا زمانہ لازمی ہے یہاں تک کہ بغیر اسکے یہ امر پورا ہی نہیں ہو سکتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس موقع پر یہ کہیں گے کہ یہ تبدیلی خدا تعالیٰ کے فعل سے اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ اُس نے چوٹ کھا کر پڑھنے کی صفت کو معدوم کر دیا اور بجائے اُسکے چور چور ہو جانے کی صفت کو ایجاد کر دیا عام ہے کہ یہ بات اُسکے ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو یا کسی دوسری وجہ سے جو ہم کو معلوم نہیں ہوئی اور اس تبدیلی میں اس عرق نے بطبعہ اثر نہیں کیا اور نہ اُسکے لئے موجب ہوا بات صرف یہ ہے کہ خدا کی اس عرق میں بھگو نے کے وقت اس تبدیلی پیدا کر دینے کی عادت جاری ہو گئی ہے اور یہ زمانہ جس میں کہ یہ تبدیلی پوری ہوئی کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ خدا اس تبدیلی کے ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ لوہے کو بغیر اس عرق میں بھگو نے کے اس تبدیلی کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسی طرح اس قول کے بارے میں کہ آگ فلان جسم کو جلاتی ہے۔ اور پانی سپاس کو بجھا دیتا ہے اور فلان چیز سے فلان اثر ہوتا ہے وغیرہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شے بھی بطبعہ مؤثر نہیں ہے بلکہ جو آثار ان اشیاء سے پیدا ہوئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں خدا ہی چند شروط اور احوال عادیہ کے ساتھ اُن اشیاء کے پائے جانے کے وقت ان آثار کو پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان اشیاء میں سے بغیر کسی شے کے پائے جانے کے بھی جنکو آپ سبب کہتے ہیں اُن آثار کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ وہ اُن آثار کو باوجود اُن کے منشاء کے موجود ہونے اور باوجود تمام شرائط

کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے معدوم رکھ سکتا ہے :

جس چیز کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس بات پر جب کا پیشتر بیان ہوا کہ اشیائیں بالطبع کوئی تاثیر نہیں ہے بلکہ آثار خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوا کرتے ہیں آمادہ کرو یا دو امر ہیں۔ اول تو وہ دلیلیں ہیں جو اس بات پر قایم ہو چکیں کہ خدا ان تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں جو اس عالم میں ہوا کرتی ہیں متفرد اور مستقل ہے پس اگر اشیاء ان آثار کے وجود میں جو ان سے ناشی ہوتے ہیں بالطبع موثر مانی جائیں گی تو وہ ان کے لئے ضرور خالق ٹھہریں گی حالانکہ خداے عالم کے سوا کہ اُسی کا نام اللہ ہے کسی دوسرے کا خالق ہونا محال ثابت ہو چکا ہے اور اس استحالة پر دلیل قایم ہو چکی ہے خصوصاً جبکہ ان آثار میں سے بعض نہایت مضبوط اور مستحکم بھی ہوں جن کو دیکھ کر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ ان کے اس استحکام کے ساتھ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا صاحب تدبیر۔ پورے علم اور کامل اندرک والا ہو اور ان صفات کا ان جہاد ہی شیار کے لئے ثابت کرنا ایسی بات ہے جس کا کوئی عاقل قابل نہیں ہو سکتا مثال کے لئے آپ ایسے نبات کو بھیجے جس میں کہ عجیب عجیب چیزیں جیسے جڑ تہ شاخیں۔ پتے۔ پھول۔ پھل۔ نسل بڑھنے کے اجزاء اور تخم مع قسم قسم کی شکلوں طرح طرح کے رنگوں۔ ذائقوں اور خاصیتوں کے جسے دیکھ کر عقل حکم میں آجاتی ہے اور یہ کہ پھر یہ پیدا کا ہے سے ہوئیں۔ مٹی۔ پانی اور ہوا اسے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی عقلیں بلکہ تمام عقول سلیمہ اس بات کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں کہ یہ تمام چیزیں جن کو لئے اعلیٰ درجہ کے علم۔ قدرت اور تدبیر کی ضرورت ہے مٹی۔ پانی اور ہوا نے پیدا کر دی ہوں جو ان تمام صفات سے بالکل خالی ہیں اسی لئے ان کے ایجاد اور پیدائش کو ذی قدرت اور اعلیٰ درجہ کے واقف کا خدا سے پاک کے حوالہ کرتے ہیں جس کی نسبت ان کے نزدیک دلیل قایم ہو چکی ہے کہ اُسی نے عدم سے اصل مادہ کو گونا گون امور کے قابل پیدا کیا۔

اگر بالفرض خدا کے پیدا کرنے میں مستقل اور متفرد ہونے سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو وہ سبب

سوائے خدا کے مسلمانوں
کے اس اعتقاد کی
کیا وجہ ہو کر کسی کو
مستحق نہیں
مانتے اور اس کا
کافی ثبوت ۱۲

اسکا یہ ہے کہ انہوں نے انہیں اشیاء میں جن سے کہ یہ آثار ناشی ہوتے ہیں غور کیا اور اُس کی حقیقت کو سوچا تو انہوں نے دیکھا کہ یہ اشیاء ان آثار کے لئے ہرگز بالذات مقضی نہیں ٹھہر سکتیں کیونکہ ان میں سے کوئی شے ایسی نہیں پائی گئی جس کی نسبت عقل اس امر کو یقین کرنے کو ضروری کر دے کہ فلاں اشیاء فلاں فلاں آثار کے لئے مقضی ہونا چاہئیں۔ مثلاً حرارت برف کو گچھا دیتی ہے اور برودت پانی کو جمادیتی ہے اور جب ان کی حقیقت میں غور کیا جائے تو عقل کے لئے ان دونوں چیزوں کے انہیں دونوں خاص اثروں کے مقضی ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے کہ اس بات کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر جسم چیز کو مقضی ہے (یعنی ہر جسم کسی نہ کسی قدر خلا کو ضرور گھیرے گا) اور یہ کہ درجہ مقضی ہیں کہ وہ متداخل نہیں ہو سکتے اور ایک ہی چیز یعنی ایک ہی جگہ میں دونوں کا حلول نہیں ہو سکتا مثلاً جب وہ آپ سے کہیں کہ کیوں صاحب حرارت اور برودت میں معاملہ بالعکس کیوں نہیں ہوا تو آپ کیا جواب دے سکتے ہیں شاید آپ یہ کہیں کہ ہر ایک کی خاصیت ہی یہ ہے تو وہ آپ سے دریافت کر نیئے کہ ہر ایک کی خاصیت بالعکس کیوں نہ ہو گئی اب آپ یہی کہیں گے کہ حرارت قوت انفصالیہ کمزور کر دیتی ہے اور برودت اسکو قوی کرتی ہے پھر وہ آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ بالعکس کیوں نہ ہوا کوئی عقلی وجہ بتلائیے بہر حال اسی طرح چلے چلئے کہاں تک چلئے گا آخر کار آپ کو بجز اس کہنے کے اور کوئی گنجائش نہیں مل سکتی کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک خاصیت کے ساتھ کسی خاص کرنے والے نے خاص کر دیا ہے اسی وجہ سے ہر ایک میں ایک خاص خاصیت پائی جاتی ہے پھر وہ آپ کو یہ بتلا دینگے کہ یہ تخصیص کونے والا وہی خدا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) جس نے کہ مادہ کو ایجاد کیا ہے اور وہ فاعل مختار جو اُس نے جس شے کو جس شے کے ساتھ چاہا خاص کر دیا کیونکہ اختیار کی شان ہی یہ ہے بعد ان سب باتوں کے وہ آپ سے کہیں گے کہ جب اشیاء موثر بالطبع نہ ٹھہریں اور تاثیر خدا ہی کے پیدا کرنے سے پہلویں پس وہ زمانہ جو آثار کے حصول کے لئے مانا گیا ہے کوئی ضروری شرط نہیں

ٹھہر سکتا بلکہ وہ محض عادی شرط ہے پس خدا ایک لفظ میں جیسے کہ پاک مارنا یا اُس سے بھی کم زمانہ میں اثر کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے کیونکہ دلیل سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خدا کی قدرت کامل ہے حوادث کی قوتیں ایسی نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ اُس کے کرنے میں اُسے زمانہ کی احتیاج نہیں جیسے کہ حوادث کی قوتوں کو احتیاج پڑتی ہو یہاں تک کہ وہ جتنی ہی شدید ہوتی ہیں اُن کے عمل کرنے میں اتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے۔ اور جتنی ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ علامہ دہلوی یہ بھی فرماتے ہیں کہ قوت اپنے عمل کرنے میں زمانہ کی محتاج ہوتی جیسے کہ اور قوتوں کے محتاج ہیں تو ہم دیکھتے کہ وہ مصنوعات جو کہ عظیم ہوتے ہیں اور جس میں کہ نہایت باریک صنایع یا بحیرت اشکال ترکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ اُن کے بننے میں اُن مصنوعات کے بننے سے زیادہ دراز ہی زمانہ صرف ہوتا جن میں کہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً پہلی قسم کی ایک نبات بہت ہی تھوڑی مدت میں نکل آتی ہے۔ اور دوسری قسم کی کوئی نبات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت میں نکلتی ہے پس یہ اوصاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا امتداد ہونا خدا کی مخلوقات کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال ہم دیتی ہے اُس میں ضرور معاملہ بالعکس تھا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین کے اس قول سے کہ ذی اثر اشیاء کا آثار کے لئے سبب بننا محض عادی ہے اور ان آثار کے بننے کے لئے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہو کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادات امور کے کثرت وقوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ اُن سے خرق عادات پر دلالت کرنے والے واقعات کثیرہ کے بیان کرنا کمالات کریں کیونکہ وہ یہ بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سبب عادی ہے اور وہ زمانہ بھی شرط عادی ہے اور خدا خلاف عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہو لیکن خلاف عادت کرنا خدا ہے سوائے چند مخصوص حالات کے مثلاً کسی نبی کے معجزہ یا کسی نبی کی کرامت کے لئے اور

خدا تو ان میں قدرت
وہ محض عادی
اسی ہر نباتات جنگ
ہے، خلاف کر سکتا
ہے اور فرق نہ تو
کا فرق عادی محض
حالات میں ہوا ہو
جیسے کسی نبی کا
معجزہ یا کسی نبی
کی کرامت

کبھی ثابت نہیں ہوا جیسا کہ اُن کے یہاں بالذات منقول ہے یا اُنہوں اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم خود دیکھا ہے جبکہ اُنہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور اُن کے ہاتھ پر معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے تھے۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا ہو مقدمہ منقرض ہو گیا اور آپ لوگوں نے اُسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آئیے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے مادہ اسکو انزل اور اُن عجیب و غریب صورتوں میں جن پر مشتمل ہے اور اُن حیرت انگیز گونا گوں تبدیلیوں میں جو اُن میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور دیکھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے کہ مادہ میں اُن امور کا قیام مادہ اور اس کے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا اُن چیزوں میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث سے یا اُس خدا کے فعل سے ہے جو کہ اعلیٰ درجہ کا عالم کھنے والا صاحب ارادہ اور ذی قدرت ہے کہ اپنے ارادہ سے جسکے ساتھ چاہتا ہے اُس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اُسے متغیر کرتا ہے اور پھر اسکے اعمال بھی ایسے با عظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی اور اُس کی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اُس کو نہیں پاسکتی اور نہ افکار اسکو حاوی ہو سکتے ہیں اس امر کے واضح ہونے کے بعد کوئی کام جسکو عقل جائزہ دیتی ہو کتنی ہی عظمت کو کیوں نہ پہنچ جائے اور اُس میں کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی باریکی اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اُس خدا کی عظمت اور اسکی صفات کے کمال کے سامنے بالکل ہیچ۔ بالکل آسمان۔ اور ظاہر معلوم ہو گا۔ اُس پاک ذات کی عظمت کا کیا کمنا ہے اُس کا تسلط عجیب کمال رکھتا ہے پیدائش اور ہر طرح کی تدبیر اُسی کے ہاتھ میں ہے اُس ہر شے پر پوری قدرت حاصل ہے۔

پس اے مادہ کے قدیم ماننے والو اور اے میرے انسانی بھائیو کیا جب میں تمام کمالات کو ثابت ہونے اور زمین آسمان کے پیدا کرنے والے کے واجب الوجود ہونے پر اتنے دلائل آپ لوگوں کو سامنے قایم کر چکا تو کیا اسکے بعد بھی آپ مادہ کے قدیم ہونے پر اصرار کریں گے اور یہی کہو جائیں گے کہ مادہ

اہل مائش کر
امن ہاتھ تہ
کنا کہ اُن کے
عقاید کا نتیجہ
رہا ہے عقل کا

کے ذرات بسیط کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانیوالی ہے اور خدا سے عالم کا جس نے کہ انہر وجود پر روز روشن کے مثل کھلی کھلی یلیدیں قائم کر دی ہیں انکار ہی کرتے رہینگے ہیں آپ کے لئے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپ کی عقلیں مختل ہونے سے محفوظ رہیں اور آپ تمام اشیاء کو انصاف کی نگاہ سے دیکھیں ہیں مقتضائے انسانی ہمدردی کے آپ لوگوں کو اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے فکروں سے آزادانہ طور پر غور کریں اور چھیں اور ان مخالفہ آمینہ باتوں اور وہی تباہی شبھوں سے بھوکا نہ کھائیں جنکی وجہ سے خدا خواستہ آپ کو سخت مصیبت اٹھانا پڑے کہ نیک زندگی کی بات بہت ہی تھوڑی ہے چند روز میں گذر جائیگی اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کہتے ہیں اُسکے صحیح ہونے کی صورت میں آپ کو اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد سخت ہولناک چیزوں سے سامنا پڑیگا اسوقت پشیمانی کچھ کام نہ آئیگی اور اپنی اس غلطی پر ہمیشہ افسوس کرتا رہیگا اور عاقل کو تو چاہئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ جسکا واقع ہونا ذرا مشکل ہے کہیں نہ ہو چہ جائیکہ اگر کسی شو کا وقوع بالکل آسان بھی ہو اور اُسکے وجود میں آجانے کی امید بھی پائی جاتی ہو۔

بھلا اپنے اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور تو کیجئے اگر آپ ذرا بھی غور کریں تو معلوم ہو جائے کہ آپ کی مثال ان کے ساتھ ان دو شخصوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوٹھی میں داخل ہوئے ہوں جس میں کہ متعدد مستحکم کمرے اور شستہ گاہیں پائی جاتی ہوں اور دروازوں اور جنگلوں سے آراستہ ہو اُسکے برآمدے اور ڈیوڑھیاں بہت اہتمام اور استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں اور ان کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش سجھے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں نہایت بیش قیمت برتن اُسکے چاروں طرف قرینہ سے رکھے ہوں مختلف گھڑیوں متعدد مقیاس الحرارت اور مقیاس الهواء کے ذریعہ سے اُسکی دیواروں کی زیبائش کی گئی ہو اس میں بو و باش کر نیکی لئے جتنے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اُسکے چاروں طرف نہایت خوبصورت سیرگاہیں نظر آتی ہوں گرد اگر دایسی چمن بندی کی گئی ہو جس میں درختوں کا

ف
ہاں سلام و ازل
سائنس کی حالت
کو دیکھ کر شخص
کی مثال فرض کے
دکھانا جو ایک
قدیم میں داخل ہوئے
اور ہر ایک شخص کا
لئے قائم کی ۱۲

صفت باندھ کر ایسا دھوننا لگا ہوں کہ بہت خوش آئند معلوم ہوتا ہو قسم قسم کے پھولوں کی کیا ریا
 موقع موقع سے بنائی گئی ہوں اسکی ہنروں اور جدولوں میں پانی شوخی سے بہ رہا ہو۔ اسکی مستحکم
 بنی ہوئی جو ضمیمہ لبالب بھری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہوں کہ جو انہیں
 دیکھے یہی کہے کہ فلان چیز فلان حکمت پر مبنی ہے۔ اسچہ جسے یہ فائدہ ہوا رکنا بنانے والا کیسا
 نومی اختیار اور بدتر تھا جس نے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے بنائی اور جس شے کے لیے جو مقام
 تجویز کیا اس کے لئے وہی مناسب انتخاب ایسے مقام پر پہنچا کر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو
 یہ کہنے لگا کہ ساری صنایع خود بخود تو ہونہیں سکتی ضرور کسی بڑے صنّاع نے اسکو بنایا اور اسکی
 تمام اشیاء کو مستحکم کیا ہے صاحب اس میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ اسکا بنانا والا ان ساری
 صنایعوں پر خوب ہی قادر تھا اس کے تالیف و ترتیب کے طریقوں سے بھی بڑی اہمیت لکھتا
 تھا جب تو اس نے انتہا درجہ کی حکمت کے موافق اسکو اس قدر مضبوط و مستحکم بنایا اور خوبی یہ کہ
 اس کے تمام ہی لوازمات کامل طور پر اسے مہیا کر دیے تاکہ یہاں رہنا اور کما حقہ عیش و آرام سے
 بسر کرنا ممکن ہو کوئی امر سائیش میں مغل نہ ہونے پائے اسکا بنانا والا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب
 ہے مہنے اسکو دیکھا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہاں تک رسائی ہوئی کہ ہم اسکی حقیقت دریافت
 کر لیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ وہ ہر ضرور اور اس میں علم قدرت تدبیر
 حکمت وغیرہ ایسے اوصاف جنکی کہ اس کو ٹھیک کے بنانے میں ضرورت پڑ سکتی ہے سب موجود ہیں اور یہ ضروری
 نہیں کہ جس شے کے وجود کا اور اس کے اوصاف کا ہم یقین کرتے ہوں اسکو ہم نے اپنی آنکھوں سے
 بھی دیکھ لیا ہو کیونکہ اگر کسی شے کا کوئی اثر ہو معلوم ہو جائے تو ہم یقیناً سمجھ لیں گے کہ وہ شے بھی ضرور
 موجود ہے چنانچہ اس موقع پر اس کو ٹھیک کے بنانے والے کے اثر کا (یعنی یہی کو ٹھیک اور جو صنایع
 اس میں پائی جاتی ہیں) دیکھ لینا اسکے بنانے والے اور اسکے خاص خاص اوصاف کے اعتقاد کو لئے
 بالکل کافی ہے اور عقل کی اس جو خوبی تسکین ہو جاتی ہے پھر وہی شخص کہنے لگا کہ اس کو ٹھیک کے سازد
 سامان میں اگرچہ بعض ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنکی حکمت میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن ان میں بھی

کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی اگرچہ میں اُسکو دریافت نہیں کر سکا کیونکہ جن اشیاء کی حکمت میری سمجھ میں آگئی ہیں نے اسی سے اس امر کو نہایت اطمینان کے ساتھ سمجھ لیا ہو کہ اسکا بنانے والا بڑا حکمت والا ہے تو اُس نے بلا کسی حکمت کو اُسکو نہ بنایا ہو گا۔ اور دوسرا شخص اپنی ساختی کو کھنچ لگا کہ اسکے بنانیوالو کا تو نے جو اعتقاد کر لیا میں نے تو اُسکو اپنی آنکھ سے اس کو کھنی کو بناتے ہوئے دیکھا نہیں پس میں تو اُسکے وجود کا ہرگز اعتقاد نہ کروں گا اور نہ اُن صفات ہی کو مانوں گا جنکا کہ تو نے اس کو کھنی کو دیکھ کر اُس کی نسبت اعتقاد کر لیا ہے لیکن ہاں اس کو کھنی کے اس استحکام کے ساتھ موجود ہونے کے لئے ضرور کوئی ایسی چیز ہونا چاہئے کہ جس سے یہ تیار ہوئی ہو یہ کہہ کر وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا اور اُسکی نظر ایک پہاڑ پر جا پڑی جو اُس کو کھنی کے پاس ہی استیادہ تھا اور اُسکی جڑ سے پانی کا ایک چشمہ جاری تھا جسکا پانی اُس کو کھنی کی نہروں میں آتا تھا یہ دیکھ کر وہ شخص کہنے لگا کہ میری عقل نے اُس شے کو دریافت کر لیا جس سے کہ یہ کو کھنی واقع میں بنی ہو اور جو اسکی اور جتنی اشیاء کہ اس میں پانی جاتی ہیں اُن سب کی حقیقی علت ہو اور وہ یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چوٹی سے اس قطعہ زمین کی جانب جس میں یہ کو کھنی واقع ہے ہمیشہ نہانہ قدیم سے ہوا چلا کرتی ہے پس لاکھوں ہی برس کا زمانہ گزرا جیسے کہ یہ ہوا مٹی پتھروں کو پہاڑ سے منتقل کرتی رہی اور وہ سب چیزیں اُسکی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعہ زمین میں جمع ہوتی رہیں اور بارش کا پانی ہمیشہ اُس میں کچھ تصرف کرتا رہا کبھی اُسکی شکل کچھ ہو گئی اور کبھی کچھ اس طرح کبھی وہ سب چیزیں مجتمع ہو گئیں اور کبھی پراگندہ اور اُن کی اوصناع اور شکلوں میں ہوا اور بارش کی وجہ سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی واقع ہوتی رہی گو کبھی یہ تبدیلی بد انتظامی کے ساتھ ہوتی اور کبھی انتظام کے ساتھ یہاں تک کہ کروڑوں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد اس کو کھنی کی باقاعدہ صورت سنگی جس میں کہ کمرے نشست گا ہیں۔ دروازہ جھگلے برآمدے۔ راستہ۔ خوشیاں اور نہریں سبھی کچھ پائی جاتی ہیں مٹی کے ڈھیلے اور پتھر بارش کے پانی سے جوڑی گئی ہو گئی تھی اسکی خاصیت کیوجہ سے جم گئے ہیں اس طرح ہر اس قدر مستحکم اور مضبوط کو کھنی مع تمام صنایعوں کے تیار ہو گئی ہے۔

رہا نہروں کا جاری ہونا اُس کی یہ صورت ہوئی کہ اسی چشمہ سے جو کہ اس پہاڑ کی جڑ میں واقع ہو ہمیشہ
 پانی بہہ کر اس قصر کے صحن میں مختلف طرفوں سے جاری ہوا کیا کبھی بد انتظامی کے ساتھ اور کبھی
 باقاعدہ اسلئے کہ پانی سے اُسکی مٹی نکلتی رہی ہو اور بارش کا اُسکے راستے میں اثر ہوتا رہا شدہ
 لاکھوں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور جو ضلعیں نکلیں اور اُس میں پانی
 اس موجودہ انتظام کے ساتھ بہنے لگا اب اُسکے برتن فرش گھڑیوں اور مختلف قسم کے مقیاسوں
 کو بھیجئے اُنکی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ جو کبھی اس پہاڑ پر یا اس زمین میں اُترتا تو قافلہ والوں
 کی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں اور ہوا اُن کو مختلف طرح پر اور ہر اُدھر منتقل کرتی رہی کبھی کوئی
 چیز نزدیک آگئی کبھی دور چلی گئی۔ کبھی کوئی شے کر کے اندر چلی آئی کبھی باہر ہو گئی خلاصہ یہ کہ
 کروڑوں برس کے زمانہ کے بعد یہاں تک نوبت پہنچی کہ فرش باقاعدہ کچھ گٹھو برتن قطاروں میں
 آراستہ ہو گئے گھڑیاں اور مختلف قسم کے مقیاس میواریں پر آویزاں ہو گئیں یہی حالت اُن دنوں اور پھولوں
 کی ہوئی جو یہاں کی سیرگاہوں میں باقاعدہ لگوئے ہیں اُن کے بیج ہو ایں اُرکریہاں تک پہنچ گئے
 اور اس زمین پر جبکہ آگ آئے اور ہوا کی وجہ سے ادھر اُدھر منتقل ہوتے جاتے باقاعدہ طور پر آراستہ ہو گئے
 جسے کہ وہ موجودہ حالت پر نظر آنے لگے خلاصہ یہ کہ ہواؤں کی آمد و رفت اور بارش کے اثر کبھی کوئی
 چیز دور ہوئی کبھی ادھر کبھی اُسکی صورت مناسب صبح پر ہوئی کبھی اُسکے خلاف اس طرح پر مختلف
 صورتیں بدلائیں یہاں تک کہ ان اسباب کے اسکو موجودہ ساخت پر پہنچا دیا اور جب وہ دکھائی استحکام اور
 باقاعدگی کے اس مرتبہ کو پہنچ گئی تو اب اُس میں ہو اور بارش کے مقابلہ کرنے کی پوری قوت آگئی
 اُسکی وجہ سے ان سب چیزوں میں جو تبدیلیاں اس سے پہلے واقع ہو کر تھیں اب نہیں ہوتیں اور
 اُسکی وجہ یہی ہے کہ پہلے کی شکلوں میں اتقدر استحکام نہیں آیا تھا جتنا کہ اب موجود ہے اور میرے
 نزدیک اس کو بھی کام مع سارے ساز و سامان کے انہیں اسباب مذکورہ کی وجہ سے موجود اور مرتب
 ہو جانا کچھ مستبعد نہیں ہے کیونکہ ہوا اور بارش میں اگرچہ کچھ عقل ہو اور نہ علم اور نہ وہ دونوں کئی کام
 اپنے قصد اور ارادے کرتے ہیں لیکن اُن کی حرکات اور تصرفات کا کثرت واقع ہونا اور اُن میں

فرق کا لگاتار پایا جانا یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے اس کو کھٹی اور اسکے سارے ساز و سامان کو
 حالت موجودہ پہنچا دیا اور اس میں اس قدر تھکام آگیا اور میرے نزدیک اس بات کی دلیل کہ یہ
 کو کھٹی کسی نے اپنا قصد سے نہیں بنائی اور نہ کسی حکمت کی اس میں رعایت کی گئی یہ سچ کہ نہیں
 بعض ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جن میں ارادہ اور حکمت کا نام و نشان بھی نہیں معلوم ہوتا
 پس احوال سائنس اور مادہ کے قدیم ماننے والوں ان فوٹو شخصوں میں سے پیروان محمد علی اللہ
 علیہ وسلم کی مثال تو پہلے شخص کی سی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جس نے یہ تمام کائنات ایجاد کی ہے
 وہ صاحب ارادہ ذی قدرت علم اور حکمت رکھنے والا خدا ہے اگرچہ یہاں تک ان کی رسائی نہیں
 ہوئی کہ خدا کو وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے لیکن اسکے مصنوعات کو دیکھ کر انہوں نے اسکے وجود اور
 اسکے صفات پر استدلال کر لیا اور اگر کہیں اس کی کسی مصنوعات کی حکمت انکی سمجھ میں نہیں آئی۔
 تب بھی انہوں نے اس امر کو تسلیم کیا کہ اس میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جو ہم پر پوشیدہ
 رہی ہے اور کیونکر تسلیم کرتے وہ اسکی باقی مصنوعات میں بے انتہا حکمتیں مشاہدہ کر ہی چکے
 تھے۔ اور دوسرے شخص کی مثال آپ لوگوں کی سی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مادہ کی حرکت
 ہی نے تمام کائنات کو زمانہ دراز میں اس طرح پر بنایا ہے کہ وہ حرکت اجزا مادہ کی طرح طرح
 کی صورتیں بناتی رہی حتیٰ کہ تمام کائنات موجودہ حالت پہنچ گئی اور انتخاب طبعی کے قانون کے
 موافق وہ ایسے درجہ پر جا پہنچی جس پر کہ اسکو قرار ہو سکے اور یہی قانون کائنات کے نظام کا
 حافظ ہے اور یہی نہایت عمدہ اشیاء کو باقی رکھتا ہے اس عالم میں حکمت اور قصد کے نہ پائے جانے پر
 آپ کا استدلال یہ ہے کہ بعض چیزیں عالم میں ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن میں حکمت اور قصد کا نام
 نشان بھی نہیں معلوم ہوتا اور آپ لوگ ہزاروں لاکھوں حکمتوں سے جو اس امر کی کھلی کھلی شہادت
 دے رہی ہیں کہ اس کائنات کا بنانے والا بڑا ہی ذی حکمت ہو غافل ہے۔ پس ذرا غور تو کرو
 کہ ان دونوں شخصوں میں سے کون اس امر کا مستحق ٹھہر سکتا ہے کہ عقول سلیم اس کی بات مانیں
 اور نفسانی تعصبات اور شیطانی خواہشات سے آزاد عقولیں اس کو تسلیم کریں۔ یہ عقلمند و ایسا اندھیر

کہ حق کے مخرج ہو جانے کے بعد بھی اُسکے ساتھ رکروانی سے کام لیا جائے اور اہم محسوس کے ظاہر ہو جانے کو
 بعد بھی اپنی بہت کجیائے، اشرم، اشرم، اہم سب کی ہدایت کا خدا ہی لاکس جسو چاہے وہ ہدایت کری
 اب جبکہ میں صانع عالم کے وجود پر اُسکے تمام صفات کمال کیساتھ متعصب ہوں نہ تمام نقائص و منہ
 ہونے پر اور اس امر پر کہ مادہ، مادیات اور جمیع کائنات کا پیدا کرنے والا وہی خدا جو آپ لوگوں کے لئے
 ایسی لائل قائم کر چکا جن سے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آپ کی عقلوں کی تسکین ہو جائیگی اور وہ لائل
 آپ لوگوں کے لئے راہ ہدایت میں چلنے کا باعث ہو جائیں گی تو اس کے بعد مجھے آپ لوگوں
 سے کچھ اور عرض کرنا ہو وہ یہ ہے کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں چند شبے دیکھے ہیں کہ اگر
 آپ لوگ انکو قطعی لائل سے دفع نہ کریں تو وہ آپ کے ایمان میں ضرور رخنہ اندازی کا باعث
 واقع ہوں اور ان کا نتیجہ نہایت بُرا ہو لیکن ہاں اگر آپ لوگ اہتمام کے ساتھ حق تک پہنچنے کے
 طالب ہو جائیں تو لائل کو جو میں نے آپ لوگوں کے لئے قائم کی ہیں، انچودلوں میں بگڑیں
 اس ضد کی عظمت کو پیش نظر کر لیں طریق معرفت میں انچو عجز کا اعتراف کریں اور تسلیم کر لیں
 کہ خدا سے پاک اور اس کے تمام اعمال کے احاطہ کرنے سے ضرور ہم لوگ قاصر ہیں تو پھر یہ سارے
 شبھے ساقط ہو جائیں اور اس امر کا اعتقاد کر لینا کہ خدا موجود ہے اور اُسی نے ساری کائنات کو پیدا
 کیا ہے آپ لوگوں پر بالکل آسان ہو جائے اور ذرا بھی وقت نہ پڑے۔ اب ان شجھوں میں سے
 جو آپ لوگوں کی یعنی اہل سائنس کی، کتابوں میں مذکور ہیں نہایت ہی مشہور شجھوں کو ذکر
 کرتا ہوں اور انشاء اللہ ثابت کر دوں گا کہ وہ بالکل ہی بچھڑیں پس سنئے پہلا شبہ آپ لوگ یہ کہتے
 ہیں کہ ہماری عقلوں میں یہ بات نہیں آتی کہ کوئی شے موجود تو ہو لیکن وہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو نہ
 جسم کی صورت ہو نہ کوئی ایسا مادہ ہو کہ کسی محقول صورت میں سمجھیں آسکے نہ اُس کے مقدار کو قیاس
 کے اعتبار سے حصے ہو سکتے ہوں۔ اس کا فعل تو ہی سے صادر ہوتا ہو لیکن اُس کے ساتھ متصل ہو اور
 اس سے آپ کا مقصود خدا سے پاک کی ذات ہے دوسرا شبہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری
 سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آئے یعنی پہلے نہ ہو اور اُس سے آپ کا

ذات خداوندی
 تمام عالم کو رکھتا
 عدم محض سے پیدا
 کر دینا اور اس کی
 مخلوقات میں اس کا
 حکم جاری ہونا
 جو اس پہلے ثابت
 کئے گئے لائل میں
 کے ان پانچوں شجھوں
 اور ان کے محقول
 عبارات ۱۲

مقصود خدا کا پاک کی نیت ہر دو تہرہ شبہ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آئے یعنی پہلے نہ ہو اور پھر موجود ہو جائے اور اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ مادہ کا عدم سے وجود میں آجانا ہمارے عقل میں سمجھ سکتی تہرہ شبہ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ اگر نظام کائنات میں قصداً اور حکمت کی رعایت ہوتی تو ہر شے میں قصداً اور حکمت کے پورے پورے آثار موجود ہونا ضروری امر تھا حالانکہ عالم میں ایسی اشیاء بھی ہم سمجھتے ہیں کہ قصداً اور حکمت پر وہ منطبق نہیں ہوتیں بلکہ قصداً اور حکمت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں اس لئے علی وجہ الضرورت ہی ان کا انطباق ہو گا یعنی تمام اشیاء میں جب قصداً اور حکمت کے آثار ہوں سمجھ میں نہیں آتے تو بس یہی کہنا چاہئے کہ تمام چیزیں علی وجہ الضرورت ہو گئیں اب میں کہتا ہوں کہ سابق کی تمام بحث سے آپ اس بات کو جان چکے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار عالم اور اس کی تمام صفات پر اسی کائنات سے استدلال کرتے ہیں اس واسطے کہ کائنات کے حادث ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اس کا خود بخود پایا جانا محال ہے اور یہ کائنات عظیم عجیب صنعت۔ استحکام اور مضبوطی کے اعتبار سے ایسے بڑے مرتبہ پر پہنچ گئی ہے کہ ان سب پر حاوی ہو جانا اور سب کو احاطہ کر لینا انسانی عقل کا کام نہیں ہے اس کو بالکل عاجز ہے۔ پس اس وقت یہ کائنات اپنے پیدا کر نیوالے کی صفات اور خود اس کی ذات کی عظمت پر اور اس کی حکمت کے نہایت ہی عالی ہونے پر کہ جس کا حصر کر لینا ممکن ہی نہیں اور نہ افکار اس کو حاوی ہو سکتی ہیں بہت اچھی طرح سے دلالت کرتی ہے اور انسانی عقل کا یہی خاصہ ہے کہ آثار کی عظمت سے شورش کی عظمت پر استدلال کیا کرتی ہے اور جب قدر کہ آثار عظیم ہو کر قے میں اسی قدر شورش کی عظمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ ہم اور آپ گذشتہ قوموں کی قدر و منزلت پر ان کے آثار کی عظمت ہی دیکھ کر استدلال کیا کرتے ہیں۔

انسان کی کائنات پر
کائنات کی عظمت سے
شورش کی عظمت سے
انسان کی عظمت سے
انسان کی عظمت سے
انسان کی عظمت سے
انسان کی عظمت سے
انسان کی عظمت سے
انسان کی عظمت سے
انسان کی عظمت سے

پھر اگر آپ علمی تحقیقات میں غور کریں اور جتنی چیزیں کہ آپ کو دریافت ہو چکی ہیں ان اشیاء سے ان کا مقابلہ کریں کہ جواب تک معلوم نہیں ہو سکیں اور جنہر کہ اب تک پردہ پڑا ہوا ہے تو آپ کو

معلوم ہو جائیگا کہ کائنات میں آپ کی معلومات بہت سی کم ہیں حتیٰ کہ جو نسبت ایک قطرہ کو سمندر کے ساتھ یا ایک ذرہ کو گچیتان کیساتھ ہوتی ہے وہ بھی مشکل سے نکل سکیگی اور ایسا دعویٰ ہے کہ جس کا آپ ہرگز انکار نہیں کر سکتے ورنہ علم طب علم کیمیا علم تفسیح علم فرائیجی و علم جہیر اعضا حیوانات وغیرہ کے افعال و حکم سے بحث ہوتی ہے (علم بالکوجی علم جیالوجی و علم طبقات الارض) علم فلکیات علم کائنات جو اور جو اسکے علاوہ اور علوم ہیں جنہیں آپ لوگوں کو خوب ہمارت ہے اور جنکی کہ بڑی بڑی ضخیم جلدیں کی جلدیں آپ لوگوں نے تالیف کر دالی ہیں اور انکے بیان میں آپ نے بڑی طوالت سکام لیا ہے۔ ان سب علوم کو سمجھنے ان کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے قریب قریب کوئی صفحہ ایسا نہ ہوگا کہ جس میں آپ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے نہ پاتے ہوں کہ فلان امر کی حقیقت ہمیشہ نامعلوم رہی یا اس شے کی حقیقت کے کافی طور پر بیان کرنے تک علماء کی رسائی نہ ہو سکی ہے اور انہوں نے بڑا اختلاف کیا فلان شے کے بارہ میں کوئی قطعی رائے قائم نہ ہو سکی۔ فلان شے کا فعل ہمیشہ مخفی رہا فلان شے کے فائدے کی اطلاع ہی نہ ہوئی علاوہ اسکے اسی طرح کی اور عبارتیں بکار دیکر کر کہہ رہی ہیں کہ کائنات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہیں جن کی حقیقت سے ناواقفیت کم آپ لوگ خود قائل ہیں۔ اور آپ لوگ تو ہمیشہ ہی اسی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں کہ کسی طرح اشیاء عالم کی حقیقتوں کو دریافت کریں چنانچہ آپ علمی مجالس میں برابر اشیاء کائنات کی نسبت اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں اور ہتھیاروں کو اپنی رائے کی غلطی بھی جو انہوں نے ایک بار صرف کر کے حقانیت اشیاء کی نسبت قائم کی تھی واضح ہو جایا کرتی ہے اور یہ ایک ایسی ظاہر بات ہے جس سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کیا آپ اور کیا علماء جو اس زمانہ میں تحقیقات علمیہ کے درپے رہتے ہیں اس امر سے خوب واقف ہیں۔ اسکی اتنی مثالیں موجود ہیں کہ جنکا کوئی شمار ہی نہیں اگر شاید آپ لوگ اس امر سے انکار کریں اور بکثرت اشیاء سے اپنی ناواقفی اور اپنے علم کی قلت کا ہٹ و صرخی سوا قرا نہ کریں تو میں آپ سے کہوں گا کہ اس بات کی بہت ہی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کی حقیقت سے جسے کہ آپ اتمن دیکھتے اور چھوئے رہتے ہیں اب تک ناواقف ہیں اور آج تک فلسفی

منہ
میں سے اس طرح کی
حقیقت کا فی طور
پر بتلا سکتا اور
نہ جو اس فلسفہ کو
ہر کسی کو حقیقت سے
بہت ناواقف ہے

دنیا میں مادہ کی حقیقت کی نسبت کوئی قطعی رائے قائم نہیں ہوئی۔ حالانکہ مادہ ہی آپ لوگوں کے نزدیک تمام کائنات کی اصل ہے۔ اسی طرح دیکھنے سننے چکھنے۔ چھونے اور نوچنے سے جن اشیاء کا ہم کو ادراک ہو کرتا ہے آجتاک اسکی حقیقت دریافت نہ ہو سکی کہ دماغ ان چیزوں کا کینوٹر اور کمر لیتا ہے غایت غایت آپ سبارہ میں یہ کہیں گے کہ پچھا اشیاء کی صورتوں کو دماغ تک پہنچا دیا کرتا ہے اور وہ ادراک کر لیتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ادراک کی حقیقت کیا ہے اور اسکا کافی ووافی بیان تو وہ آجتاک پورے طور سے آپ لوگوں کو نہیں سکھاتا (اور کبھی گا) اسی طرح حیات یعنی زندگی کی حقیقت کو نیچے اسکی نسبت آپ اپنے خیال کے موافق ہی کہتے ہیں کہ ذرات مادہ میں ہم جو فعل وقوع ہوتا ہے اور اس سے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں انہیں میں سے یہ بھی ایک اثر کا ظہور ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عقل کی بھی یہی کیفیت ہے وہ بھی آپ کے نزدیک منجملہ آثار کے ایک اثر کا ظہور ہے۔ رہا اس ظہور کی حقیقت کا شافی و کافی بیان کرنا تو یہاں تک آپ کی رسائی ہو ہی نہ سکی اور شاید کبھی ہوگی۔

منجملہ اور مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھئے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق روشنی اپنی رفتار اور آنکھ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے تو انہیں نظرت کے موافق دیکھی ہوئی چیزوں کی شبکیہ پر الٹی صورت مرسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق ذکر کر سکتے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اس سے یہ اعتراض دفع ہو جائے۔

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں اس میں بہت بڑی گنجائش ہو اگر میں ان تمام اشیاء کو جن سے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں ناواقفنی کا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کر دوں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو بھی منصف کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور ٹھکانے کی بات تو یہی ہے کہ موجودات عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناواقفنی اعلیٰ درجہ پر ہے اور بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اس وقت آپ خدا

منجملہ مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھئے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق روشنی اپنی رفتار اور آنکھ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے تو انہیں نظرت کے موافق دیکھی ہوئی چیزوں کی شبکیہ پر الٹی صورت مرسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق ذکر کر سکتے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اس سے یہ اعتراض دفع ہو جائے۔

دنیا میں مادہ کی حقیقت کی نسبت کوئی قطعی رائے قائم نہیں ہوئی۔ حالانکہ مادہ ہی آپ لوگوں کے نزدیک تمام کائنات کی اصل ہے۔ اسی طرح دیکھنے سننے چکھنے۔ چھونے اور نوچنے سے جن اشیاء کا ہم کو ادراک ہو کرتا ہے آجتاک اسکی حقیقت دریافت نہ ہو سکی کہ دماغ ان چیزوں کا کینوٹر اور کمر لیتا ہے غایت غایت آپ سبارہ میں یہ کہیں گے کہ پچھا اشیاء کی صورتوں کو دماغ تک پہنچا دیا کرتا ہے اور وہ ادراک کر لیتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ادراک کی حقیقت کیا ہے اور اسکا کافی ووافی بیان تو وہ آجتاک پورے طور سے آپ لوگوں کو نہیں سکھاؤں گے (اور کبھی گا) اسی طرح حیات یعنی زندگی کی حقیقت کو نیچے اسکی نسبت آپ اپنے خیال کے موافق ہی کہتے ہیں کہ ذرات مادہ میں ہم جو فعل واقع ہوتا ہے اور اس سے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں انہیں میں سے یہ بھی ایک اثر کا ظہور ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عقل کی بھی یہی کیفیت ہے وہ بھی آپ کے نزدیک منجملہ آثار کے ایک اثر کا ظہور ہے۔ رہا اس ظہور کی حقیقت کا شافی و کافی بیان کرنا تو یہاں تک آپ کی رسائی ہو ہی نہ سکی اور شاید کبھی ہوگی۔

منجملہ اور مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھئے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق رشتہ اپنی رفتار اور آنکھ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے تو انہیں نظرت کے موافق دیکھی ہوئی چیزوں کی شبکیہ پر الٹی صورت مرسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق ذکر کر سکتے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اس سے یہ اعتراض دفع ہو جائے۔

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں اس میں بہت بڑی گنجائش ہو اگر میں ان تمام اشیاء کو جن سے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں ناواقفنی کا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کر دوں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو بھی منصف کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور ٹھکانے کی بات تو یہی ہے کہ موجودات عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناواقفنی اعلیٰ درجہ پر ہے اور بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اس وقت آپ خدا

من
حیات اور عقل کی
حقیقت سمجھنے کے لئے
اپنی رائے کا اعجاز
رشتہ کی وضاحت کے
موقع پر پیش کرنا
نظر میں رکھنا
پھر یہی سبکی و سہولت
ہوتی ہے اس کی کوئی
قطعی دلیل نہیں
میں بیان کر رہا ہوں

دنیا میں مادہ کی حقیقت کی نسبت کوئی قطعی رائے قائم نہیں ہوئی۔ حالانکہ مادہ ہی آپ لوگوں کے نزدیک تمام کائنات کی اصل ہے۔ اسی طرح دیکھنے سننے چکھنے۔ چھونے اور نوچنے سے جن اشیاء کا ہم کو ادراک ہو کرتا ہے آجتاک اسکی حقیقت دریافت نہ ہو سکی کہ دماغ ان چیزوں کا کینوٹر اور کمر لیتا ہے غایت غایت آپ سبارہ میں یہ کہیں گے کہ پچھا اشیاء کی صورتوں کو دماغ تک پہنچا دیا کرتا ہے اور وہ ادراک کر لیتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ادراک کی حقیقت کیا ہے اور اسکا کافی ووافی بیان تو وہ آجتاک پورے طور سے آپ لوگوں کو نہیں سکھاؤں گے (اور کبھی گا) اسی طرح حیات یعنی زندگی کی حقیقت کو نیچے اسکی نسبت آپ اپنے خیال کے موافق ہی کہتے ہیں کہ ذرات مادہ میں ہم جو فعل واقع ہوتا ہے اور اس سے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں انہیں میں سے یہ بھی ایک اثر کا ظہور ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عقل کی بھی یہی کیفیت ہے وہ بھی آپ کے نزدیک منجملہ آثار کے ایک اثر کا ظہور ہے۔ رہا اس ظہور کی حقیقت کا شافی و کافی بیان کرنا تو یہاں تک آپ کی رسائی ہو ہی نہ سکی اور شاید کبھی ہوگی۔

منجملہ اور مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھئے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق رشتہ اپنی رفتار اور آنکھ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے تو انہیں نظرت کے موافق دیکھی ہوئی چیزوں کی شبکیہ پر الٹی صورت مرسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق ذکر کر سکتے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اس سے یہ اعتراض دفع ہو جائے۔

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں اس میں بہت بڑی گنجائش ہو اگر میں ان تمام اشیاء کو جسے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں ناواقفنی کا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کر دوں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو بھی منصف کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور ٹھکانے کی بات تو یہی ہے کہ موجودات عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناواقفنی اعلیٰ درجہ پر ہے اور بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اس وقت آپ خدا

حیات اور عقل کی حقیقت سمجھنے کے لئے اس بات کا جائزہ لیں کہ رشتہ کی نوعیت کے موافق ہر شے کی رفتار مختلف ہے اور اس کی بنا پر عقل کی نظر میں ہر شے کی صورت مرسم ہوتی ہے اور اس کی بنا پر عقل کی نظر میں ہر شے کی صورت مرسم ہوتی ہے

کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے تو کیا خرابی لازم آتی ہے اور اسکے ماننے سے کونسا امر مانع ہے۔ آپ لوگوں کا اُسکی حقیقت کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحالی کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح اُن چیزوں پر جو مادی عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اُس خدا کو قیاس کرنا کہ جس کی وجہ سے آپ نے یہ یقین کر لیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مغالطی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کی وجہ موجود ہے اور وہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھہر سکے اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اس کی ضرورت کیا ہے اور کونسی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی ہے کہ ہم اُس خدا کے وجود کو مان ہی لیں تو اس کا جواب ہم سے سنئے کہ وہ شے اُسکے آثار قدرت ہیں کہ جو اُسکے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اسکی کیا ضرورت ہے کہ ہم اُس خدا کو جسم مادہ جسم اور مادہ کے تمامی خواص سے منزہ مانیں تو ہم کہیں گے کہ اس کی اسلئے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس اس بات پر دلائل قائم ہو چکے ہیں کہ مادہ اور مادہ کے آثار و خواص سب کے سب حادث ہیں قدیم نہیں ہو سکتے اور خدائے سبحانہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ہو کیونکہ اگر مادہ یا مادی ہو گیا اُس میں مادہ کے خواص پائی جائینگے تو وہ بھی مادہ ہی کی طرح حادث ٹھہرے گا۔ اور یہ محال ہے چنانچہ شروع بحث میں پیشتر اس کا بیان آچکا ہے۔

اور اگر آپ کہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہر کو کوئی ایسی دلیل مل جائے جسکے ذریعہ سے ہم اُس خدا کی حقیقت تک پہنچ جائیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غایت درجہ کی بحث و تدقیق سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا کی حقیقت تک پہنچ جانا اور اُس کو دریافت کر لینا انسانی عقل کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کی تصریحات سے بھی صاف صاف یہی ظاہر ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ خدائے سبحانہ غایت درجہ کی عظمت والا ہے اور انسانی عقول کا ادراک اُسکی عظمت کے لحاظ سے انتہا درجہ کی پستی میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ادراک کی حیثیت سے پستی میں پڑا ہو ایسی حقیقت کے دریافت کرنے تک کہ جو

انہما اور جہ غالی اور با عظمت ہوا سبکی رسائی ہونا ناممکن ہو اور ان کی شریعت نے ان کو سمجھا دیا ہو کہ اس خدا کی جانب سے ان کو اس قدر اس کی معرفت کی تکلیف دی گئی ہے جہاں تک کہ اس کے آثار قدرت سے پہچان سکتا ہے۔ اور وہ اس امر کا یقین کر لیتا ہے کہ وہ موجود ہے۔ زندہ ہو
 وحی قدرت ہے صاحب ارادہ ہے اسی طرح تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہر جہ کا کہ
 پیشتر ہم ثبوت دے چکے ہیں اور ان کی نسبت سابق میں ہم سے اور آپ سے گفتگو ہو چکی ہو
 اور ان کی شریعت نے خدا تعالیٰ کے لئے بعض ایسے صفات کے اعتقاد کرنے کی بھی تکلیف
 دی ہے کہ نہ جن کے ثبوت پر کوئی دلیل عقلی قائم ہے۔ اور نہ ان کی نفی پر۔ اس لئے شریعت محمدیہ
 نے خود وہ صفات ان کو بتلادیے ہیں پس انہوں نے اس کا اعتقاد کر لیا۔ اور ذات خدا کی
 حقیقت میں غرض بحث کرنے سے شریعت نے ان کو منع کر دیا ہے اس لئے کہ وہ اس کے
 اور اک سے عاجز ہیں اور نیز اس خوف سے کہ ہمیں اس کو وہ اپنی عقلوں میں صیبا کہ وہ واقعہ میں ہے
 اس کے خلاف نہ خیال کر لیں اور پھر قابل مذمت جبل میں جا پڑیں اور خلاف واقعہ کا اعتقاد
 کرنے لگیں چنانچہ بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث و تفتیش سے بچانے کو
 یوں کہا ہے کہ جو چیز تیرے (یعنی انسانی) دل میں آسکے وہ ضرور ہلاک ہونے والی ہے
 اور اللہ اس کے خلاف ہے،

پھر ہم نے جیسے کہ یہ خدا انہما اور جب کی عظمت رکھنے والا ہو اسی طرح اس کے اعمال بھی غایت درجہ کے
 عظیم ہوتے ہیں اور یہ بات اسی کائنات اور ان عجائب و غرائب میں جو اس میں پائے جاتے
 ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ ان عجائب میں سے قدرتی قلیل ہم بھی پیشتر بیان
 کر چکے ہیں۔ اور اس میں تو کچھ شک نہیں کہ آپ لوگ اس کی مصنوعات میں سے بہت شرت
 اشیاء کے سمجھنے اور ان کی حقیقت دریافت کر لینے سے عاجز ہیں گو اس کو پہلے بھی ہم نے بیان
 کیا ہے لیکن یہاں پر کچھ اور بھی بیان کئے جاتے ہیں چنانچہ آپ لوگ اپنی تحقیقات جدیدہ پر
 یہ کہتے ہیں کہ حرکت قوت کہ بائی کی جانب منتقل ہو جاتی ہے اور قوت کہ بائی حرارت کی جانب

اور حرارت روشنی کی جانب۔ اب میں آپ کے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تصور کر لینا اور سمجھنا آپ کی سمجھت میں ہے کہ اشیاء نہ کو رہ بعض بعض کی جانب کیونکہ منتقل ہو جاتی ہیں اور پھر سمجھ کر کیا آپ کسی عبارت سے جسکو آپ نے سمجھا ہے بیان کر سکتے ہیں کہ انتقالات کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہو جائے میں تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ اس میں سے کچھ بھی آپ کی وسعت میں ہو غایت سے غایت آپ یہ کہیں گے کہ یہ انتقالات ذرات مادہ کی حرکات اور اوضاع کے تغیر سے پیدا ہوتے ہیں لیکن اس تغیر کا واضح کر دینا اور زبان کا اسکی حقیقت کو دریافت کر لینا پھر پہلے اور دوسرے انتقال میں سطح دوسرے اور تیسرے وغیرہ انتقالات میں فرق بیان کر دینا ذرا کام رکھتا ہو کچھ آسان نہیں ہو۔ اسی طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ اُسکے تصور کرنے اور حقیقت بیان کرنے سے آپ بالکل عاجز ہیں پس جب اُس خدا کی مصنوعات میں کثرت ایسی چیزیں موجود ہوں کہ جن کی نسبت آپ لوگوں کا عجز ظاہر ہو چکا ہے تو پھر اس میں آپ کو تعجب ہی کیا ہوتا ہو اگر آپ اس بات کو تصور نہ کر سکیں کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے کیونکہ پیدا کر دیا حالانکہ آپ لوگوں کا کسی واقعی شے کو تصور نہ کر سکتا اُس شے کے فی نفسہ معدوم ہونے پر دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے اور اگر آپ کہیں کہ ہماری عقلیں اس امر کو محال سمجھتی ہیں کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آجائی یعنی یہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ کوئی شے پہلے تو بالکل نیست و نابود ہو پھر وہ کسی وجہ سے وجود ہو جا کیونکہ جتنی چیزیں ہم نے مشاہدہ کیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں دیکھی جو عدم محض سے پیدا ہو گئی ہو اور نہ کوئی ہم میں سے کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکا اسی واسطے ہم اُسکے محال ہونے کا حکم کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ لوگوں کے کسی شے کو عدم محض سے پیدا ہوتے ہوئے مشاہدہ نہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ محال ہو اسی طرح آپ لوگوں میں سے اگر کسی کو عدم محض سے کسی شے کے پیدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ خدا بھی اسکی قدرت نہ رکھتا ہو پس آپ لوگوں کا اس امر کے محال ہونے کی نسبت حکم لگانا بھی قیاسِ ثبیل ہی پر مبنی ہو جو کہ قطعی الدالات نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات سخت غلطی میں ڈال دیا کرتا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا

ہے۔ اور آپ لوگوں نے تو خدا کی قدرت کو اپنی قدرت پر خدا کے علم کو اپنے علم پر۔ خدا کو اعمال کو اپنے اعمال پر قیاس کر لیا ہے۔ اس قیاس کا ضعیف ہونا تو جدارِ نیا یہ تو دیکھ لیجئے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں کیسا ظاہر فرق پایا جاتا ہے۔

بھلا کہاں آپ لوگ اور کہاں وہ خدا جس نے تمام کائنات کو اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے اس فرق کا کچھ ٹھکانا ہے اگر کچھ انصاف ہو تو زمین و آسمان کا فرق صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا بات ہے آپ لوگ باوجودیکہ علمِ کیمیا میں بڑے فضل و کمال کے ہانکتے ہیں لیکن آج تک آپ کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ عناصر کی تخلیل کر لیتے یا کسی جسم کو ترکیب دیکر جاندار بنا لیتے جیسا کہ زندگی کے تمام خواص پاؤں جلتے اور جانداروں کی سی اُس کی صورت ہوتی۔ ان دونوں بسطِ اطوار کے بنانے سے آپ لوگوں کا عاجز رہنا اسی طرح اور خداوندی اعمال میں سے بکثرت اعمال پر آپکا قدرت نہ رکھنا ایسا امر ہے جس کی دلیل بیان کرنے میں کلام کو طوالت دینے کی حاجت نہیں تو کیا اسکے بعد بھی آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اپنے نفسوں کو اُس خدائے قادر کی قوتِ پاک پر اور اپنے اعمال کو اُسکے اعمال پر قیاس کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ علامہ بریں اگر آپ غور سے کام لیں اور اپنے اعمال کو سوچیں تو آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں اُن میں بھی آپ کا حقیقی فعل نہیں پایا جاتا چنانچہ آپ مثلاً فلان معدن کی جو اُس کے عناصر کی جانبِ تخلیل کرتے ہیں یا فلان مرکب کو دو یا زیادہ عنصروں سے ترکیب دیتے ہیں تو اسکو دیکھتے آپ کو یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ آپ نے تخلیل یا ترکیب میں انہیں اسبابِ کام لیا جو خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اور انہیں کو جاری کر دیا جن پر کہ آپ کو اطلاع حاصل ہو گئی کہ فلان چیز کے لئے فلان شے سیب ہو مثلاً ایک شے کو دوسرے میں ملا دینا یا گرم کرنا یا بجھا دینا وغیرہ یہاں تک کہ اس طرح پر تخلیل یا ترکیب حاصل ہو گئی۔ باقی یہی عناصر کے متمیز ہو جانے کی حقیقت اور یہ کہ کیونکہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں یا ذراتِ مادہ کے خاص طور پر لمبائے کی حقیقت ہے کہ جس سے شے مطلوب حاصل ہوتی ہے واقعی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب باتوں

یعنی بعض عقلی
کر کے انکے ذرات
بسطِ کمال لینے
مثلاً آکسیجن کو
تخلیل کر کے گیس
ذرات بسطِ کمال

کو پورے طور پر تصور کرنے سے عاجز ہیں اور نہ ان کا صاف صاف بیان ہی کر سکتے ہیں چہ جائیکہ آپ ان سب کے عمل کرنے پر بھی قادر ہوں اور یہ کر سکیں کہ دوسرے عناصر کے ذرات بسیط سے ہر عنصر کے ذرات بسیط کو تحلیل کر کے بالکل جدا کر لیں یا ہر عنصر کے ذرات بسیط کو دوسرے کے ذرات بسیط کے ساتھ خاص اوضاع پر کہ جو لازمی ہیں مگر ترکیب و مولیں اور اس سے آپ لوگوں کا صناعت اور عمل میں بھی عجز ظاہر ہو گیا جیسے کہ اوراک اور معرفت میں ظاہر ہو چکا ہے پس اس عقلمند و پاکیا اسکے بعد بھی اس خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر اور اسکی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے کی ڈینگ مارتے ہو گے اور یہی حکم لگائے جاؤ گے کہ جب تم کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکتے تو وہ خدا سے قادر بھی اس سے عاجز نہ ہوگا۔ آپ لوگوں کی غلط فہمی سے خدا کی بنیاد باوجود یکہ علم اور عمل و درزن میں آپ کا عجز ظاہر ہو چکا پھر بھی آپ حوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی زبردستی سے باز نہیں آتے اگر دنیا میں انصاف بھی کوئی چیز ہے تو آپ لوگوں کو تو لازمی طور پر وہ طرز و روش اختیار کرنا چاہئے تھا جس پر کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم حل ہے ہیں کیونکہ یہ طریق بالکل سیدھا۔ بے انصافی سے خالی اور سراسر انصاف پر مبنی ہے اس طرز کے اختیار کرنے میں انہوں نے دور اندیشی بیدار مغزی اور انتہادرجہ کی احتیاط سے کام لیا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ان کے نزدیک خدا سے عالم کے وجود پر اسکی قدرت کے عجیب و غریب اور با عظمت آثار کے مشاہدہ کرنے سے قطعی دلیل قائم ہو چکی ہے اور ان پر سبب و تدبیر سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اس خدائے پاک کی عظمت کے مقابلہ میں ان کو قوائے اور اکیہ بالکل قاصر ہیں اس وجہ سے اس کی حقیقت کا سمجھنا اور تصور کر لینا ان کے امکان سے باہر ہے اور اس سے وہ سراسر عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے خدا کا وجود و آثار قدرت کی دلالت سے ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے منتفی نہیں ہو سکتا اور نہ یہ خدا کے وجود پر جو قطعی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے ایمان لانے کے معنائی ٹھیکر سکتا ہے۔

پھر ان کے نزدیک لائل نے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ عالم پہلے بالکل نیست تھا

اور اُسکے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اُسکو حادث کرنے کے لئے کسی کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اُسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس حادث اور پیدا کر نیکی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہو کہ جو قطعی دلیل سے اُنکے نزدیک ثابت ہو چکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہو گیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو جسم ہے اور نہ اُسکے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے اس میں علم کو کوئی بھی دخل نہیں۔

یہ کہنا غلط ہے کہ
ایمان علم نہیں ہے
کیونکہ ایمان تو علم
کے اعلیٰ درجہ ہے
یقین کا نام ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادھے طور پر یقین کر لینے اور بلا کسی قطعی دلیل کے اندھا دھند کسی ثابت مان لینے کا نام ہے اور ان بھوٹے بھائے عقلمندوں کو یہ تپ نہ لگا کہ شریعت محمدی میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ معنی ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعے سے اُن ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو جنکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اُسکے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور منقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدا کے عالم کے وجود کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ کہ اُس نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذات خداوندی کی حقیقت اور نیز اس امر کے اور اک سے کہ اُس نے عدم محض سے عالم کو کوئی نہ پیدا کیا چیز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہنا جسکے کہ نفس الامری وجود پر دلیل قائم ہو چکی ہے اُس شے کو جو

اور اُسکے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اُسکو حادث کرنے کے لئے کسی کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اُسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس حادث اور پیدا کر نیکی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہو کہ جو قطعی دلیل سے اُنکے نزدیک ثابت ہو چکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہو گیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو جسم ہے اور نہ اُسکے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے اس میں علم کو کوئی بھی دخل نہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادھے طور پر یقین کر لینے اور بلا کسی قطعی دلیل کے اندھا دھند کسی ثابت مان لینے کا نام ہے اور ان بھوٹے بھائے عقلمندوں کو یہ تپ نہ لگا کہ شریعت محمدیہ میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ معنی ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعے سے اُن ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو جنکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اُسکے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور منقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدا کے عالم کے وجود کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ کہ اُس نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذات خداوندی کی حقیقت اور نیز اس امر کے اور اک سے کہ اُس نے عدم محض سے عالم کو کوئی نہ پیدا کیا چیز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہنا جسکے کہ نفس الامری وجود پر دلیل قائم ہو چکی ہے اُس شے کو جو

یہ کہنا غلط ہے کہ
ایمان علم نہیں ہے
کیونکہ ایمان تو علم
کے اعلیٰ درجہ ہے
یقین کا نام ہے

اور اُسکے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اُسکو حادث کرنے کے لئے کسی کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اُسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس حادث اور پیدا کر نیکی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہو کہ جو قطعی دلیل سے اُنکے نزدیک ثابت ہو چکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہو گیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو جسم ہے اور نہ اُسکے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے اس میں علم کو کوئی بھی دخل نہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادھے طور پر یقین کر لینے اور بلا کسی قطعی دلیل کے اندھا دھند کسی ثابت مان لینے کا نام ہے اور ان بھوٹے بھائے عقلمندوں کو یہ تپ نہ لگا کہ شریعت محمدیہ میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ معنی ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعے سے اُن ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو جنکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اُسکے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور منقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدا کے عالم کے وجود کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ کہ اُس نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذات خداوندی کی حقیقت اور نیز اس امر کے اور اک سے کہ اُس نے عدم محض سے عالم کو کوئی نہ پیدا کیا چیز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہنا جسکے کہ نفس الامری وجود پر دلیل قائم ہو چکی ہے اُس شے کو جو

یہ کہنا غلط ہے کہ
ایمان علم نہیں ہے
بلکہ ایمان تو علم
کے اعلیٰ درجہ ہے
یقین کا نام ہے

رکھنے کے لئے جقدر اور اک کی ضرورت پڑ سکتی ہے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی تحقیقت
 کا تصور کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس ساری تفصیل کو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے اعضا کیسے ہوتے
 ہیں ان کے کیا افعال ہیں۔ اسکے سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھو کر دریافت کرنے کی کیا
 کیفیت ہے۔ وہ غذا کیونکر حاصل کرتا ہے اسکے اعضا غذا کیا کیا افعال کیا کرتے ہیں۔
 دورانِ خون کیونکر انجام پاتا ہے۔ اسکے خیالات اور اوراکات کے بارہ میں مانع سے کیا افعال
 سرزد ہوتے ہیں۔ اسی طرح کیسے کر کیا انسانی مصنوعات اور اعمال کو جان سکتے ہیں۔ یعنی
 یہ کہ خانی کلیں کن اصول پر بنتی ہیں کیونکر اپنا کام انجام دیتی ہیں مختلف قسم کے کپڑے
 انسان کس طرح بنا کرتا ہے اسکی اشیاء جو خورد و نوش اور ادویہ کیسی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس کی
 مالیات اور مطبوعات میں کیا ہے ٹیلیگراف۔ فوٹو گراف۔ ٹیلیفون۔ فوٹو گراف وغیرہ
 کے آلات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ اس نے انکو کیونکر ایجاد کیا کس چیز سے بنایا۔ لوہو
 اور باقی معدنیات کو اس نے زمین کے اندر سے کیسے نکال لیا اور اس سے ایسے عجیب
 و غریب آلات کیونکر بنائے اور یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے آلات اور کلونکے ہر ہر چیز میں کیا
 حکمت منظر رکھی گئی ہے اور وہ اسی طرح کیوں بنایا گیا مثلاً جب یہ ٹیلیگراف کی بیلوں
 کو دیکھیں جن پر کتا ر لگا ہوا ہے تو کیا اب وہ اس کی حکمت کے جان لینے پر قادر ہو سکتے
 ہیں اور اسپر کہ وہ اسی طرح کیوں لگایا گیا ہے اور کیا وہ ٹیلیگراف کی اور دوسری کلوں کو سمجھ
 سکتے ہیں جس حالت میں کہ انہوں نے سوائے ان بیلوں اور لوہے کے تاروں کے جو ان پر
 لگے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں دیکھا۔ پس جب فرض کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال عظیمہ پر ان کو
 اطلاع ہو گئی اور یہ کہ اس سے انہوں نے انسان کے وجود اور اسکی عظمت پر استدلال کر لیا
 اور انسان کے بکثرت اعمال اور اسکے عمل کرنے کی کیفیت ان پر مخفی رہی اور یہ بھی فرض کر لیا
 جائے کہ انہوں نے اسکی مصنوعات کی بہت سی حکمتیں بھی دریافت کر لیں اور اس سے
 انہوں نے اسبات پر استدلال کر لیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا ان کیڑوں

میں سے ہر ایک کو یہ کمنا ضروری ہو گا کہ میں اتنے سے ادراک کو ملے کہ جیسا کہ انسان اور اس کے اعمال کی عظمت اور اس کی حکمت کی وسعت کے مقابل میں ذکر کرنا بھی نامناسب ہے اس کی حقیقت کے ادراک کر لینے کا دعویٰ کر سکتا ہوں مجھے اس کی حقیقت کے دریافت کرنے سے سر اسر عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھ سے کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں اس کے وجود اس کی قدرت اس کی حکمت کا یقین کر لوں اس لئے کہ میں نے اس کے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اس کی مصنوعات کے بنانے کی جو کیفیت ہو اس کے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اقرار کر دوں اور محض اس وجہ سے کہ میری عاجز فکر اس کا تذکرہ نہ کر سکی اس کے وجود سے انکار نہ کر دوں۔ اور جب میں اس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی شے کا مشاہدہ کروں جس کی حکمت مجھ پر ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اس کی حکمت دریافت کرنے سے اپنی عاجز ہونے کا اقرار کر لوں کیونکہ اس کے اعمال کی کثرت سمجھتوں سے اس کا وہی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ ضرور اس میں کوئی حکمت ہے لیکن میری فہم قاصر یعنی رگٹی ہے پس یہ کیڑے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بلبوں کو دیکھیں گے اور نیز یہ کہ ان کے علاوہ پڑا لگے ہوتے ہیں تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ ب راستوں میں بغیر کسی حکمت اور قائد سے کے بارش اور قناب کی گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں حکمت اور فطر رکھی گئی ہوگی اگرچہ وہ ہم پر مخفی ہے۔

پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کے علوم اور اوراکات اس کی عظمت اس کے اعمال کی عظمت اور اس کے علم اور حکمت کی وسعت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ان ہاتھ اس کو بی ٹیروں کے اور کائنات کو انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اس کے اعمال میں جو قدرت علم اور حکمت پائی جاتی ہے اس کے ساتھ نسبت ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے انسانی ادراک کی حدود و غلطی کے سامنے کوئی سستی ہی نہیں جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کو چاہئے کہ یہ عظمت و عظیم خیال کو ان اپنے معلومات اور معارف کی کثرت پر فخر نہ کرنا کیونکہ حقیقت یہ کہہ سکتا ہے ۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گروہ میں ایک گمراہ اور مبتدع فرقہ و معتزلہ کے بالکل مشابہ پاتا ہوں انہوں نے خدا نے تعالیٰ کے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھ عظیم سمجھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اُسکے خلق کے بارہ میں اپنی جانب سے طرح طرح کی شہ طیں لگانے لگے اور اُس پر بھی مختلف حکام کی تعمیل کو واجب ٹھہرا مے لگے چنانچہ وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ انسان کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے ذمہ اس کا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل رہا کہ خدا کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مالک اسکو بی کیڑے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہا درجہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر سے بھی انہوں نے غفلت کی کہ خطائے پاک وہی ہے جسے کہ انہیں عدم سے پیدا کیا ہے وہ انکا اور ان کی جانوں کا علی الاطلاق مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی مملوک چیز میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی مملوک میں کیسا ہی کیوں نہ تصرف کرے لیکن اُسکی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہو سکتی کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ پانی میں سے جسکا کہ وہ مالک ہو ایک قطرہ لیلے حالانکہ اُس میں ان مالک اسکو بی کیڑوں میں سے ہزاروں ہی موجود ہوں اور وہ پھر اُسے آگ میں ڈال دے جس سے کہ وہ قطرہ اور سارے کیڑے مریں جو کہ ایک قطرہ میں بسا اوقات اتنے ہوتے ہیں جتنے کہ تمام روئے زمین پر آدمی آباد ہونگے سب کے سب بالکل نیست و نابود اور ہلاک ہو جائیں تو کیا اس موقع پر کسی کے دل میں یہ بات گزر سکتی ہے کہ اس بادشاہ نے کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل سے ان سچے حیوانات پر ظلم کیا اور کیا کوئی اس بادشاہ سے اس بارہ میں منازعت کر سکتا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اس قطرہ کا اور نیز اُن تمام جانداروں کا جو کہ اس قطرہ میں تھے مالک تھا۔ میرے نزدیک تو اس بارہ میں بادشاہ سے سوا ہی اُس شخص کے جو کہ خطی اور ایسے امور سے ناخق تعرض کر نہی کا عادی ہے جس میں کہ اُسکا کوئی بھی سناقتہ نہ ہے اور کوئی منازعت نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس خدا نے محض اپنی رحمت اور فضل سے اپنی تمام مخلوق کو بیشمار نعمتیں دیکر مالال کر دیا ہے لیکن خدا کا یہ نعمتیں دینا مطبوعہ وجوب کے نہیں ہے بلکہ محض اُسکی مہربانی اور احسان ہے یہاں تک کہ اگر وہ یہ نعمتیں نہ دیتا اور

سجاء اسکے طرح طرح کی مصیبتیں اُن پر مسلط کر دیتا تو یہ فعل بھی اُسکی جانب سے تسخیر ہی شمار ہوتا۔ اسلئے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا اُس سے منازعت کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے جو چاہے سو کرے اور جو اسکا ارادہ ہو وہ حکم کرے۔

پس اہل سائنس بعد اسکے کہ حق آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ کے دہریہ تباہی شبیہ ساقط ہو گئے تو انکو چاہئے کہ جب آپ کے نفوس آپ سے خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے منازعت کریں آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ ہماری انسانی عقلیں اس امر سے بالکل قاصر ہیں۔ ہکوا اُسکی اُسی قدر مفت کافی ہے جس پر کہ اُسکے آثار قدرت دلالت کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ موجود ہے اور نیز تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو کہ اُسکے آثار قدرت سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جب آپ نفوس اس بات کو دریافت کرنا چاہیں کہ اُس نے عالم کو عدم سے کیسے پیدا کر دیا تو آپ اُن کو کہہ دیجئے کہ ہم نے خدا کے تمام اعمال کو توجانا نہیں اور نہ یہ کہ وہ اُن اعمال کو کیونکر کرتا ہے تو جہاں اور بہت سی چیزیں کو ہم نہیں سمجھ سکے وہاں یہ بھی ہوں اور ہم لوگوں کا اُسکو تصور نہ کر سکتا اس کا مقتضی نہیں ہے کہ ہم اُسکا انکار کر دیں۔ اور جب آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے کہ جسکی حکمت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ کو یہ کہہ دینا چاہئے کہ عالم کا بنانا والا حکیم ہے کیونکہ اُسکی مصنوعات میں کچھ حکمتیں ہم نہ دیکھ چکے ہیں پس اگر اس شے کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس میں کوئی حکمت ہی نہ پائی جاتی ہو کیونکہ ہمارا نہ سمجھ سکتا حکمت کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ ہم عالم میں حکمتوں کے پائے جانے سے ایک سرسبز و انکار کر دیں اور اندھا و عین ضرورت کو مان لیں کہ اُسی سے سب چیزیں ہو جاتی ہیں۔ خدا ہم کو اور آپ کو ایسے طریق کی رہنمائی کرے جس سے آخرت میں نجات ملے۔ آمین۔

اسے اہل سائنس یہاں تک تو نہیں لے آئے آپ کے ساتھ عالم اور اُسکے تمام منوعات کے حد و ثمن ثابت کرنے میں گفتگو کی اور اس پر دلائل قاطع کئے کہ کوئی خدا بھی ہے کہ جس نے عالم کو عدم سے ایجاد کیا اور یہ کہ وہ تمام اُن صفات کے ساتھ جو اُسکی ذات کے نمایاں ہیں موصوف ہو اور نیز

اہل سائنس اگر
مقتضی ذہن سکے
عالم کو تصور نہ کر سکتا
اس کا انکار کر دیں
اور نہ یہ کہ وہ اُن
اعمال کو کیونکر کرتا ہے
تو جہاں اور بہت سی
چیزیں کو ہم نہیں
سمجھ سکے وہاں یہ بھی
ہوں اور ہم لوگوں کا
اُسکو تصور نہ کر سکتا
اس کا مقتضی نہیں
ہے کہ ہم اُسکا
انکار کر دیں۔ اور
جب آپ کے سامنے
کوئی ایسی چیز آئے
کہ جسکی حکمت
آپ نہ سمجھ سکیں
تو آپ کو یہ کہہ
دینا چاہئے کہ
عالم کا بنانا
والا حکیم ہے
کیونکہ اُسکی
مصنوعات میں
کچھ حکمتیں
ہم نہ دیکھ
چکے ہیں پس
اگر اس شے کی
حکمت کو ہم
نہیں سمجھ
سکے تو اس
سے یہ لازم
نہیں آتا کہ
اُس میں کوئی
حکمت ہی نہ
پائی جاتی
ہو کیونکہ
ہمارا نہ
سمجھ سکتا
حکمت کے
نہ ہونے کی
دلیل نہیں
ہو سکتا اور
نہ اس سے
یہی لازم
آتا ہے کہ
ہم عالم میں
حکمتوں کے
پائے جانے
سے ایک
سرسبز و
انکار کر دیں
اور اندھا و
عین ضرورت
کو مان لیں
کہ اُسی سے
سب چیزیں
ہو جاتی
ہیں۔ خدا
ہم کو اور
آپ کو ایسے
طریق کی
رہنمائی
کرے جس
سے آخرت
میں نجات
ملے۔ آمین۔

محمد میں نص متعین المعنی کا یک حکم ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اُسکے وارد ہونے اور اُسکے معنی متعین کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور اُسکے وارد ہونے کا انکار کرنا یا اُس کے معنی کی تکذیب کرنا موجب کفر ہے یعنی اسلامی میں سے خارج ہو جانے کو مستلزم ہے۔ اُس کی تاویل کرنا اور کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ تاویل کا اُس میں احتمال ہی نہیں اور نہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کی مناقض ہے یہاں تک کہ اُسکی تاویل کرنے کی ضرورت پڑے اور اگر وہ نص متعین المعنی مشہور ہے تب بھی اُسکے وارد ہونے اور اُسکے معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اُسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اُس کے معنی کی تکذیب کرنے کا گمراہی اور نافرمانی میں شمار ہوتا ہے اُسکی تاویل کرنا اور اُسکو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا اُسی دلیل سے ناجائز ہے جس سے کہ متواتر متعین المعنی کا تاویل کرنا ناجائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اُسکے وارد ہونے اور اُس کے ظاہر ہی معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اُسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اُس کے معنی کی بلا کسی تاویل کے تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور جب تک کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے ظاہر ہی معنی کے خلاف پر دلالت نہ کرتی ہو۔ اُسکی تاویل کرنا بھی جائز نہیں اور کسی قطعی دلیل کے مناقض ہونے کی صورت میں اُسکے ظاہر ہی معنی سے دوسرے معنی کی جانب احتمالی طور پر پھیر بیٹھنے اور اُسکی تاویل کر بیٹھنے اس طرح پر کہ اُس میں اور اُس میں جیسے کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے موافقت ہو جائے۔ اگر نص ظاہر المعنی مشہور ہے تو اُسکا حکم بھی نص ظاہر المعنی متواتر کا سا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ اُسکے وارد ہونے کے انکار کرنے سے یا اُسکے معنی کی تکذیب کرنے سے کفر نہیں لازم آتا بلکہ گمراہی اور نافرمانی ہی سمجھی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ نص متعین المعنی متواتر اور مشہور دونوں میں سے شریعت میں کوئی بھی ایسی نہیں جسکے ناقض عقل میں کوئی امر یا ایجاب سے اور نہ اُسکی تاویل ہی جائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی خواہ متواتر ہو یا مشہور اُن میں سے بھی کسی کی تاویل کرنا اور اُسکے ظاہر ہی اور بقا اور معنی سے کسی دوسرے معنی کی طرف پھیرنا جائز نہیں البتہ جس حالت میں کہ عقل کے نزدیک کوئی قطعی دلیل اُسکے

ظاہری معنی کے خلاف قایم ہو جائے اُس وقت بیشک اُسکی تاویل جائز ہے کیونکہ اُس کے متبادر معنی کے اعتقاد پر جسے رہنا اور اُس امر کو جس پر کہ قطعی دلیل دلالت کرتی ہے چھوڑ دینا اصل اور بنیاد ہی کو گرا دینا ہے اور وہ اصل عقل ہے جس سے کہ اُس رسول کی جس نے یہ تمام نصوص شرعیہ بتلائی ہیں رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم رسول کے دعوے رسالت میں صادق ہونے پر استدلال کر سکتے۔

پس جب یہ اصل ہی منہدم ہو جائیگی تو فرع کا بھی لامحالہ انہدام ہو جائیگا۔ پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا نقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا ہر اور یہ خلاف مقصود ہے اسلئے ہر نص ظاہر المعنی کا جبکہ کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے منقض ہو ہی حکم ہے یعنی اُس میں تاویل کی جائیگی اور پھر ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی مکثرت اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی میں آیت لا یكلف الله نفساً الا و سعيہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح مقاصد اور مواقف میں بھی ہے) مثلاً قرآن مجید میں سکندر زود القربین کے قصہ میں ملے ہوئے ہے حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجہا

تغرب فی غیر حمۃ یعنی یہاں تک کہ جب (سکندر زود القربین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اُس نے اُسے ایک دلدل والے چشمہ میں ڈوبتا پایا۔ پس اس نص متواتر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ آفتاب زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں ڈوبنا کرتا ہے۔ پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری معنی کے خلاف اور مناقض نہ قائم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں اسی متبادر اور ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اُس کی تاویل جائز نہ ہوتی اور اس وقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نے اپنے ظاہری معنی سے اس بات پر دلالت کی کہ آفتاب زمین کے چشموں سے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اسلئے اسکا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطع دلیل اس بات پر قایم ہو چکی ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سما جانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار ہی پر باقی بھی رہیں محال ہے اور غلامہ اسکے اس بات پر بھی عقلی قطعی دلیل قایم ہو چکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اس وقت اس نص کی محال

ظاہری معنی کے خلاف قایم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس میں تاویل کی جائیگی اور پھر ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی مکثرت اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی میں آیت لا یكلف الله نفساً الا و سعيہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح مقاصد اور مواقف میں بھی ہے) مثلاً قرآن مجید میں سکندر زود القربین کے قصہ میں ملے ہوئے ہے حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجہا

ضروری ہے کیونکہ وہ دلیل خود ضعیف ہے اُس کی وجہ سے ہم کو کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے اور یہ امر تو واضح ہے کہ قطعی دلیل عقلی وہی ہو سکتی ہے جو اپنے مدلول پر یقینی طور پر ولایت کرے اور اُس میں اپنے مدلول کی نقیض کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور ظنی دلیل عقلی اُس سے کہتے ہیں جو اپنے مدلول پر حجتان کے ساتھ وال ہو اور اُس میں مدلول کی نقیض کا بھی احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو پس وہ اسی احتمال کے باعث سے یقینی کے درجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اسلامی اعتقادات میں اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اسی لئے ظنی دلیل شریعت کی کسی متواتر یا مشہور نص کے ظاہر ہی معنی کے معارض بھی نہیں ٹھیکر سکتی اور نہ اس دلیل ظنی کی وجہ سے نص کو اُس کے ظاہر ہی معنی سے پھیرنا ہی جائز ہے۔

پھر شریعت محمدیہ میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جنکے لئے وہ شرائط جیسے کہ وہ متواتر یا مشہور درجہ کو پہنچ جاتیں کامل طور پر نہیں پائی جاتیں اسلئے اُن کے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد ہے یہ بھی متعین المعنی اور ظاہر المعنی کی طرف منقسم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اس کا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں اُس پر وجہ با اعتماد کر لیا جائے کیونکہ اعمال کے حق میں فقط ظن کافی ہوتا ہے لیکن اسلامی معتقدات کے بارے میں ان پر مستقلاً اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اُسکے وارد ہونے کا ثبوت ظنی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اسلئے اُسکے شریعت میں وارد ہونے یا اُسکے معنی کا منکر کافر نہیں سمجھا جاتا۔ درچنانچہ اصول کی کتابوں میں اسکی تصریح موجود ہے لیکن ہاں آحاد کو جب قابل اعتماد اشخاص نقل کریں اور مجتہدین نے عبادات کے بارے میں اُن پر اعتماد کر لیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اُس کو معارض نہ ہو اُسکا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں تاکہ کہیں اس طرح پر متواتر اور مشہور کے انکار کرنے تک نوبت نہ پہنچ جائے خدا پناہ میں رکھے۔

ہاں جب آحاد کے ساتھ بھی ایسے ہی امور پائے جائیں جن سے اُسکی تقویت ہو جائے اور یقینی علم اُس سے حاصل ہو سکے اُس وقت البتہ اسلامی معتقدات میں بھی اُس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

عہد
البتہ لا دلیل شرعی
یہاں ظاہر وجہ عقلی
واجب ہے وجہ
مقصود ہوگا

جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر اور مشہور پر اعتقاد کیا جاتا تھا۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصد ایسے امور کا بیان کرنا ہوا کرتا ہے جن سے کہ خلق خدا کو خدا کی معرفت کی جانب ہدایت ہو۔ اُسکے موجود ہونے اُسکے صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کا اعتقاد حاصل ہو۔ اُس کی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو۔ اُس کے شکرا و اکرام کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہو جائے جس سے کہ معاش کا انتظام درست ہو معاوا اور عاقبت کی خوبی حاصل ہو جائے۔ رہے علوم کائنات (طبیعیات وغیرہ) کے مباحث اور اُن کا بتلانا جس سے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو ارضی یا سماوی شیا میں قائم ہیں اور اسی طرح کے اور امور۔ پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے مباحث اس قسم کے محمولات ہیں جن کو سمجھ کر لوگ اپنی عقلوں سے دریافت کر سکتے ہیں پس کبھی تو ان سے اپنے دنیاوی مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کبھی محض اُن کا دریافت کر لینا ہی اپنی خوش قسمتی شمار کرتے ہیں اور شریعتیں ان امور کی جانب اول تو مقصودیت کی حیثیت سے التفات ہی نہیں کرتیں اور اُن کی تفصیل ہی کا کچھ خیال کرتی ہیں ہاں کبھی اجمالی طور پر ان میں سے بعض چیزوں کو مقدر ذکر کر دیا کرتی ہیں جتنے کو کہ اُن کے مقاصد میں دخل ہوتا ہے چنانچہ اُن میں مثلاً مختلف آسمان و زمین کی پیدائش کا۔ اُن کو عدم سے وجود میں لانے کا تنوعات کے لحاظ سے انوار و مخلوقات کے مختلف ہونے کا۔ کائنات کی تدبیر کا اُسکے انتظام کی کیفیت کا اجمالی طور پر ذکر موجود ہے تاکہ یہ لوگوں کے لئے خدا سے عالم کے وجود پر اُسکے علم قدرت اور حکمت وغیرہ صفات کو ساتھ متصف ہونے پر عقلی دلیل بن جائے۔ اور کبھی کسی مقتضائی وجہ سے کہ جبکہ مرجع ان کے مقاصد کی جانب ہوتا ہے بعض مباحث کی تفصیل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

نہایت مقصد ہر
دوسرا مقصد یہ ہے کہ
شریعت محمدیہ بلکہ تمام
شریعتوں کا مقصد ایسے
امور کا بیان کرنا ہوا
کرتا ہے جن سے کہ خلق
خدا کو خدا کی معرفت
کی جانب ہدایت ہو۔ اُس
کے موجود ہونے اُسکے
صفات کمال کے ساتھ
متصف ہونے کا اعتقاد
حاصل ہو۔ اُس کی عبادت
کرنے کا طریق معلوم
ہو۔ اُس کے شکرا و اکرام
کی کیفیت سے آگاہی ہو
اور ایسے احکام پر واقفیت
حاصل ہو جائے جس سے
کہ معاش کا انتظام درست
ہو معاوا اور عاقبت کی
خوبی حاصل ہو جائے۔
رہے علوم کائنات
(طبیعیات وغیرہ) کے
مباحث اور اُن کا بتلانا
جس سے کہ عالم کے پیدا
ہونے کی کیفیت اور وہ
وہ قوانین قدرت جو ارضی
یا سماوی شیا میں قائم
ہیں اور اسی طرح کے
اور امور۔ پس اس قسم
کی چیزیں شریعتوں کے
مقاصد میں سے نہیں
ہیں بلکہ یہ سارے
مباحث اس قسم کے
محمولات ہیں جن کو
سمجھ کر لوگ اپنی عقلوں
سے دریافت کر سکتے
ہیں پس کبھی تو ان
سے اپنے دنیاوی مقاصد
میں کام لیتے ہیں اور
کبھی محض اُن کا
دریافت کر لینا ہی
اپنی خوش قسمتی
شمار کرتے ہیں اور
شریعتیں ان امور کی
جانب اول تو مقصودیت
کی حیثیت سے التفات
ہی نہیں کرتیں اور
اُن کی تفصیل ہی کا
کچھ خیال کرتی ہیں
ہاں کبھی اجمالی
طور پر ان میں سے
بعض چیزوں کو مقدر
ذکر کر دیا کرتی ہیں
جتنے کو کہ اُن کے
مقاصد میں دخل
ہوتا ہے چنانچہ اُن
میں مثلاً مختلف
آسمان و زمین کی
پیدائش کا۔ اُن کو
عدم سے وجود میں
لانے کا تنوعات کے
لحاظ سے انوار و
مخلوقات کے مختلف
ہونے کا۔ کائنات کی
تدبیر کا اُسکے
انتظام کی کیفیت کا
اجمالی طور پر ذکر
موجود ہے تاکہ یہ
لوگوں کے لئے خدا سے
عالم کے وجود پر
اُسکے علم قدرت اور
حکمت وغیرہ صفات کو
ساتھ متصف ہونے پر
عقلی دلیل بن جائے۔
اور کبھی کسی
مقتضائی وجہ سے کہ
جبکہ مرجع ان کے
مقاصد کی جانب ہوتا
ہے بعض مباحث کی
تفصیل بھی بیان کر
دیا کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان دونوں مقدمات کو سمجھ لیا تو اب سنئے کہ شریعت محمدیہ میں جو خصوصیات اور
یا مشہورہ اس قبیل کی دارد ہوئی ہیں جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں خصوصاً کائنات کی پیدائش

اور اُس کے انواع انواع میں متنوع ہونے کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ صرف ایسی
 نصوص میں جن میں کہ پیدائش اور اُس کی کیفیات کے تفصیلی حالات کا بیان نہیں اور وہ ہم سب
 وہی ہے جو ہم نے آپ سے بیان کی کہ اس قسم کی اشیاء شریعتوں کے مقاصد میں سے
 نہیں ہوا کرتیں۔ لیکن ان مباحث میں سے شریعت میں اس قدر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں
 اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور یہ کہ اللہ
 تعالیٰ آسمان کی جانب اُس حالت میں متوجہ ہوا جبکہ وہ وہاں تھا پس اُس نے اُسکی سیات
 آسمان بنا دیے یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب اُس حالت میں قصد کیا جبکہ وہ پانی
 کا بخار تھا جیسے کہ تفسیر جالبین میں مذکور ہے، اب پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ
 دنوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور ہر شخص شرعی دلائل میں سے کسی نہ کسی دلیل کے ساتھ
 متک کر رہا ہے پس اکثر علماء اسلام نے تو یہی کہا ہے کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح ہیں
 یعنی وہ مدت نامی مقدار میں ہمارے چھ ایام کے برابر بنتی کیونکہ اس وقت تو نہ آفتاب ہی تھا
 اور نہ آسمان۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دنوں سے آخرت کے دن مراد ہیں کیونکہ شریعت
 کی اصطلاح میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آخرت کا ایک دن ہمارے یہاں کے ہزار برس کے
 برابر ہوتا ہے دایک دن کے ہزار برس کے ساتھ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا
 کہ وراق کی مباحج الفکر میں موجود ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ دن کا اطلاق شرعی اصطلاح
 میں سچاس ہزار برس پر بھی آتا ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ سب کے سب اس امر پر
 متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین اور اُن کے اندر کی تمام چیزوں کو ایک لحظہ سے بھی
 کم میں پیدا کرنے پر قادر ہے کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کی قدرت کے عظیم ہونے کے
 دلائل قائم ہو چکے ہیں اور اُس نے جو صرف چھ ہی دن میں تمام عالم کو پیدا کیا اُس میں بھی ضرور
 کوئی حکمت ہے جسے وہی خوب جانتا ہے۔ اور بعضوں نے اپنی سمجھ کے موافق اسکی حکمت
 بیان بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عالم کی پیدائش کی کیفیت رسولوں کے ذریعے سے اپنے بند و نکر

تفسیر جالبین
 میں جو نصوص مذکور
 اور زمین ان کا بیان
 ان سے کیا جاتا ہے
 بیان کے اور کسی قدر
 اقتدار کافی ہے

پہنچا کر انہیں سکھائے کہ جلدی کرنے سے ٹھیکر کام کرنا بہتر ہوتا ہے اگرچہ کام کرنے والے کو یہ بھی کیوں نہ معلوم ہو کہ جلدی کرنے سے بھی وہ غلطی سے محفوظ رہے گا۔

انہیں نصوص میں سے ایک نص میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آسمان اور زمین پہلے پیوستہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو ٹکڑا کر دیا۔ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض نے اس نص کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ دونوں بالکل ایک شے متصلِ واحد کی طرح تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو جدا جدا کر دیا اور آسمانوں کو وہاں تک بلند کیا جہاں کہ وہ اب ہیں اور زمین کو اُن کی جگہ پر رہنے والے کو سکھایا کہ ابن عباس سے روایت کیا ہے ایسے ہی غطار و خفاک اور حسن سے بھی منقول ہے اور یہی سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے۔ جیسے کہ جلالین کو حاشیہ جمل اور کلام رازی سے ماخوذ ہوتا ہے اور رازی نے اسکو وجہ تاویل میں سب سے اولیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر سورہ انبیاء میں انہوں نے بیان کیا، اور بعضوں نے اسکی دوسری بھی تفسیر کی ہے۔

اور بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نصوص شریعت سے یہ سمجھے ہیں کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوئی لیکن وہ بوجھتی ہوئی یعنی پھیلی ہوئی اور بود و باش کے قابل نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی تیار متوجہ ہوا اور وہ اُسوقت تک ایک مہوواں تھا۔ جو اسکے قبل پیدا ہو چکا تھا پھر اسکے ساتھ آسمان بنا دیا اسکے بعد زمین کو بچھا دیا یعنی پھیلا کر بود و باش کے قابل بنا دیا اور جو اس امر کا قائل ہوا اُس نے اس نص کی حسبِ ظاہر اسکے خلاف تھا تاویل کر دی اور بعض یہ سمجھے کہ سب آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوئے اور جس نص کا ظاہر اسکے خلاف معلوم ہوا اسکی انہوں نے تاویل کر دی سورہ فصّلت کی تفسیر میں جمل نے اسکو خطیب سے اور خطیب نے رازی سے نقل کیا ہے پھر اسکے بعد میں نے مصنف حمید نے اُس میں اسکو دیکھ بھی لیا۔ اور اس بار سے میں ہر ایک نے ایسا طرز اختیار کیا ہے جو شریعت محمدیہ کے اصول کے موافق ہے۔ شریعت کی نصوص مذکورہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کیا اور انہیں آسمان دنیا (یعنی اُس آسمان کے نیچے جو زمین سے بہ نسبت اُوروں کے

قریب ہی، زینت بنا دیا بعض نے تو یہ کہا کہ وہ آسمان میں جڑے ہوئے ہیں (یہ جو مفسرین کا قول ہے) جیسا کہ وراق کی مباحث الفکر میں منقول ہے، اور بعض نے کہا کہ وہ آسمان سے نیچے زمین و آسمان کے درمیان میں ہیں (اسکو سورہ تکویر کی تفسیر میں قاضی صہباجی نے اپنی تفسیر الاسرار میں مکی سے نقل کیا ہے اور بجزہ النفس کے مصنف نے وہب سے نقل کیا ہے اور قرمائی نے اپنی کتاب مختصر المیثۃ السنیہ میں مفسرین اور اُن کے علاوہ اور علماء کی اکثر تعداد سے نقل کیا ہے اور ایسا ہی شیخ مرعی الحنبلی مقدسی نے اپنی کتاب عجائب المخلوقات میں بیان کیا اور ایک آحادی حدیث بھی نقل کی ہے جو اس امر پر دلالت ہے اسی طرح اس حدیث کو ابو جعفر محمد بن عبد اللہ کسائی نے کتاب الملکوت میں ذکر کیا اور رازی نے تو کعب سے نقل کر کے سورۃ القدر کی تفسیر میں اس امر کو تصریحاً بیان کر دیا کہ آفتاب آسمان میں سے نیچے ہی ہے، اور اُن کا (ستاروں کا) آسمان دنیا کے لئے زینت ہونا اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ آسمان میں گڑے ہی ہوئے ہوں کیونکہ جائز ہے کہ اُس کی زینت ہم لوگوں کے دیکھنے کے اعتبار سے ہو اگرچہ ستارے نیچے ہی کیوں نہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کہ (اللہ نے) چاند کو اُن میں (یعنی آسمانوں میں) نور بنا دیا ایسی تاویل کریں۔

بعضوں نے تو اسکو جسم بتایا ہے جو کہ ان کا حامل ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ستاروں کی حرکت کا مدار ہے یعنی وہ خلا جس میں کہ وہ چلتے ہیں (یہ سخاک کا قول ہے جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے) اور نفصوص اس امر پر دلالت ہیں کہ آسمان موجود ہیں اور یہ کہ وہ ستاروں کے علاوہ ہیں جیسا کہ گذشتہ نفصوص سے سمجھا جاتا ہے اور آگے بھی اُس موقع پر جہاں کہ آپؐ اُن چیزوں کے بارے میں گفتگو ہوگی جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں اور آپؐ اُن سے انکار کرتے ہیں۔ اسکا بیان آتا ہے اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو ہر تو اسی بات پر ہیں کہ آسمان ہموار نظر آتے ہیں۔

میں نے ان لوگوں نے افلاک اور سموات کو ایک سمجھا ہے اور جسمانی مانا ہے۔ مگر ان لوگوں نے افلاک کو سموات کا معنی مانا ہے کہ سموات کا وجود تو جسمانی ہے اور افلاک کا وجود خطی یا سطحی ۱۲

اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نہیں کھلائی دینے اور جو کچھ کہ نظر آتا ہے وہ ہوا پر عجائب
المخوقات میں قاضی ابوبکر بن عربی سے یہی نقل کیا ہے اور شاید وہ اس نص کی جس سے ربطا ہر
یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظر آتے ہیں کوئی مناسب تاویل کہ دیں

آسمان وزمین اور ستاروں کے پیدائش کے اعتقاد کے بارے میں جن نصوص شرعی پر کراہت ماکیا جانتا ہے
اور نیز ان نصوص کے معانی کے سمجھنے میں جو علماء کے اقوال ہیں ان سب کا یہ خلاصہ ہے۔ باقی رہی
ان کی پیدائش کی تفصیل یا آفتاب۔ ستاروں اور زمین کے رفتہ رفتہ بننے کی کیفیات جیسا کہ آپ
لوگوں کا گمان ہے کہ سب کی اصل مادہ کے غیر منقسم ذرات ہیں پھر ان سے آفتاب بنا سکے
بعد اس سے ستارے جدا ہونا شروع ہوئے چنانچہ انہیں میں سے ہماری زمین ہے جس میں کہ
مستعد قوانین قدرت پائے جاتے ہیں جنکا کہ آپ لوگ اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں کسی
دوسرے طریق پر ان کی پیدائش ہوئی۔ اسکی نسبت شریعت محمدیہ نے کچھ تصریح نہیں کی اور نہ
اسکی نصوص میں سے کسی نص سے آپ کی تحقیق کا انفیاء یا اثبات پتہ چلتا ہو لیکن ہاں قرآن شریف
کی عبارت سے اشارہ ثابہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بحث کرنا کچھ اچھا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ میں نے آسمان وزمین کے پیدا کرنے کے وقت ان کو حاضر نہیں کر لیا تھا۔

اور جب ہم ان تفصیلات میں جنہیں آپ لوگ آفتاب۔ ستاروں۔ اور زمین کے تدریجی طور پر
بننے کے بارے میں ذکر کیا کرتے ہیں انصاف کی نظر سے غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ
یہ باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں آپ کے بیانات کو تامل کی نگاہ سے
دیکھنے سے واضح ہوتا ہے پس ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسی طریق سے جسکے کہ آپ لوگ
قائل ہیں عالم کو پیدا کیا ہو اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریق سے پیدا کر دیا ہو۔

کیونکہ جب تک یہ تخمینی باتیں گمان کے درجے پر ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرواں نے اعتقاد
سے شکیانہ تاویل کر سکتے کہ نظر آنے سے مراد غور کرنا یا اجاد سے بیرون جہاں یہ وارد ہوا ہے کیا تم آسمانوں کو دیکھتے نہیں انکو
میں نے کہا میں کہ کیا تم آسمانوں میں غور نہیں کرتے ۱۷ مترجم ۱۷ وہ آیت یہ ہر ما الشہد انہم خلق السموات والارض ۱۱

نہایت عجیب و غریب ہے کہ بعض علماء نے اس کو
مفسرین نے اس کو کچھ سمجھا ہے کہ اس سے مراد
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کرنے کے وقت
ان کو حاضر نہیں کیا تھا۔

میں ان کا ہرگز یقین نہیں کر سکتے اور ان کے لئے اُسی قدر کافی ہو جتنا کہ ان کی شریعت میں اس بارے میں وارد ہوا ہے اور اُس سے جو کچھ ان کی شریعت کے علماء سمجھے ہیں ان جب تخمینہ امور قطعی و یسلیوں سے ثابت ہو جائیں جن میں کہ نقیض کا احتمال نہ ہو اور عقل کو ان کے ترک کرنے کی گنجائش نہ رہے لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے اور پیر و ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عقلیں ان کو مان لیں تو اُس وقت بیشک یہ لوگ اسکے قائل ہو جائیں گے یعنی اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو ایجاد کیا پھر اُس سے ستاروں اور زمین کو اُسی کیفیت سے جس کو کہ آپ بیان کیا کرتے ہیں جدا کیا اور تو انہیں قدرت جلّے کہ آپ لوگ عالم کی پیدائش کے بارے میں قائل ہیں و محض ان کے نزدیک اسباب عادی ہیں اتنی طور پر ان میں کوئی بھی تاثیر نہیں جیسا کہ دو قانون قدرت جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر کائنات کی پیدائش کے لئے مقرر کیا ہو جس نبات مثلاً بذریعہ پانی۔ روشنی۔ اور مٹی کے بن جاتی ہے اور نبات کے پیدا کر دینے میں انکو اتنی طور پر کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ہاں اسکی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت ان کے مسببات کو بھی پیدا کر دیا کرتا ہے اور اسوقت یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سابق میں جو نصوص مذکور ہوئیں ان میں سے کوئی بھی اُس طریقہ پیدائش کے منافی نہیں جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں جیسا کہ غور کریں گے پر محضی نہیں۔

بہر حال ہر تقدیر پر ہمارا مقصود حاصل ہے اور وہ آثار کو دیکھ کر ان کے موثر پر استدلال کرنا ہے لئے اہل سائنس جب آپ اسلامی مین کو قبول کر لیں اور اس امر کے متفقہ ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے مادہ حادث ہوا ہے جیسا کہ میں نے بیان سابق میں آپ لوگوں کے لئے اس امر پر دلیل قائم کر دی ہے اور نیز اس امر کا اعتقاد کر لیں کہ سات آسمان موجود ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کے لئے اسکا بیان آئندہ آتا ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک آفتاب کا بننا اور پھر اُس سے ستاروں اور زمین کا جدا ہونا اُس طریقہ پر جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں قطعی و یسلیوں سے ثابت ہو جائے تب بھی آپ لوگوں کو ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص کے موافق جن پر کہ اعتقاد کو بارے

میں اُغماؤ کیا جاسکتا ہے اور نیز اُس کے موافق جیسا کہ اُسے شریعت کے بعض علماء سمجھ میں آتا
 اعتقاد کی تقریر کریں۔ پس اُس وقت آپ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عالم کا مادہ
 پیدا کیا اُسی کو مادہ آسمان کے ذکر کرنے کے وقت اُس نے دُخان یعنی دھواں سے موسوم
 کیا ہے جس کی تفسیر علماء نے پانی کے بخار کے ساتھ کی اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے غیر مُقسم
 ذرے ہیں جو خلا میں منتشر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو غلطیہ کیا یعنی مادہ
 آسمان کو اُس مادہ سے متمیز کر لیا جس سے کہ اُس کا ارادہ آفتاب۔ ستارے اور زمین بنانے کا تھا
 ارتق اور منتق کی تفسیر میں ابن عباس اور اُن کے ساتھیوں کے کچھ منقول ہو اُسی کے موافق یہ تقریر
 چل سکتی ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے، اسکے بعد مادہ آسمان کو اُس نے اشیاء مذکورہ کے مادہ کے
 اوپر اُٹھایا پھر اُس نے آفتاب بنایا اُس سے ستاروں اور زمین کو جدا کیا (یہ تقریر اُن کو قول
 کے موافق ہو سکتی ہے جو فلک کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وہ کوکب کے مدار کا نام ہے یعنی اُس خلا
 کا جس میں کہ وہ کوکب (ستارے) دور کر رہے ہیں) لیکن زمین جو وقت جدا ہوئی تھی وہ اُس وقت
 پھیلی ہوئی نہ تھی یعنی اس صورت پر نہ تھی کہ بود و باش کے قابل ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان
 کی جانب قصد کیا اور ابھی وہ دھواں ہی تھا یعنی پانی کا بخار تھا اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے
 ذرے ہیں جو تمام خلا میں منتشر پائے گئے ہیں۔ پھر اُس نے اُسکے سات آسمان بنا دیے اور آسمان
 کو کھلائی نہیں دیا اور جو کچھ نظر آتا ہے یہ کُہ ہوا ہے (یہ تقریر ابو بکر بن عربی کے قول کے موافق ہے)
 جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے، پھر اُسکے بعد اُس نے زمین کو پھیلا دیا یعنی اُسکو بود و باش کے
 قابل بنا دیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص قوانین قدرت کے موافق کیا اور وہ سب
 عادی سیاب ہیں اور اس میں ایک طویل زمانہ صرف ہوا جسکو کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن کے
 ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ وہ خدا کا ور ہے کہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی اور ایک لحظہ سے
 بھی کم میں تمام چیزوں کو پیدا کر دے۔ پس اس تقریر پر آفتاب۔ ستارے اور زمین آسمان کے
 نیچے قدرتی قانون کشش کے ذریعے جسکو اللہ تعالیٰ نے اُس میں رکھ دیا ہے قائم ہیں اور یہ

بھی عادی سبب ہے اور فاعل حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ پس اس تقریر سے آپ لوگوں کا مذہب شریعت محمدیہ کی نصوص سابقہ پر اور نیز بعض علماء شریعت کے اقوال پر جو کہ آفتاب ستاروں۔ اور زمین کی پیدائش کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پورے طور سے منطبق ہو گیا اور اس طرح پر آپ کے مذہب اور اسلامی دین کے مابین کوئی ایسی مخالفت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے آپ لوگوں کا اہل اسلام میں شمار نہ ہو سکے اور اسلامی دین سے آپ لوگوں کا خارج ہونا لازمی قرار پائے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو جب تک کہ یہ تفصیل جس کے کہ آپ لوگ آفتاب کے بننے اور ستاروں اور زمین کے اُس سے جدا ہونے کے بارے میں قائل ہیں قطعی لائل سے اُن کے نزدیک ثابت نہ ہو جائے ہرگز اس کا التزام نہیں کر سکتے ہاں اگر قطعی ثبوت مل گیا تو بے شک اس کا التزام کر لیں گے ورنہ اعتقاد کے بار میں انہیں نصوص سابقہ پر جو شریعت محمدیہ میں اب بارے میں قائل ہوئی ہیں اقتضا کرینگے اور اجالی طور پر سمجھنے کے لئے اپنے یہاں کے جمہور علماء کی رائے کا اتباع کرینگے اور اس تفصیل کو خدا تعالیٰ کے حوالے کرینگے کیونکہ اس تفصیل سے بحث کرنے کی انہیں تکلیف نہیں ہی گئی ہو اور جب اُن سے ایسے امر یا اسی کے مثل اور امور کی نسبت جن کی کراُن کی شریعت میں تصریح نہ وارد ہوئی ہو اور نہ اُن پر قطعی دلیلیں قائم ہو چکی ہوں بلکہ اُن کے لائل ظنی ہوں سوال کیا جائیگا تو وہ بھینگے کہ وہ امور اُن کی شریعت کے منافی ہیں یا نہیں اگر وہ منافی ہوئے تو وہ اُن کو ترک کر دینگے اور اگر اُن کے قائل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ منافی نہ ہوئے تو وہ کہیں گے کہ ہاں ممکن ہو کہ یہ صحیح ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکے خلاف ہوں کیونکہ یہ امر مظنون ہے۔

پھر کائنات کے بارے میں پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یقینی اعتقاد اس قدر ہے کہ تمام کائنات حادث ہے اور اس لئے اسکے واسطے ضرور کسی محدث کی ضرورت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی جس نے اسے حادث کیا اور عدم سے ایجاد کر دیا اور اُس کو اُن افعال پر منقسم کر دیا جو کہ بالفعل مشاہدہ کی جاتی ہیں اور یہ سب کچھ طبیعت یا کسی قدرتی قانون کی ذاتی تاثیر سے نہیں ہوا۔ ہاں جو قوانین قدرت

کائنات میں سے بعض کے بننے میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں وہ صرف عادی اسباب ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے تاہم خدا ان قوانین قدرت سے بالکل بے نیاز ہے وہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی کائنات کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے اور اسی قدر یقینی علم خدا کے وجود پر۔ اُس کی قدرت علم اور تمام اُن صفات کیسا موصوفہ ہے چرن پر کہ اُسکے آثار دلالت کرتے ہیں استدلال کرنے کے لئے کافی و دافی ہے پس اس اعتقاد کے مقتضا کے موافق جب وہ خاص کمزور میں کتے میں عالم یعنی معدنیات نباتات اور حیوانات کے بننے کی جانب التفات کرینگے تو ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک یہ دونوں تیس تحت قدرت ہونے میں برابر ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کو بطریق خلق کے ایجاد کیا ہے یعنی اُس نے ان میں سے ہر نوع کو دوسرے سے جدا گانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا کوئی نوع دوسری سے مشتق اور نکلی ہوئی نہیں عام اس کو کہ اُس نے اسکو دفعۃً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ اس طرح پر بنایا ہو کہ اُس نے مادہ کو اُس کی البسط حالت سے ترقی دیتے دیتے حالت موجودہ تک پہنچا دیا ہو اور دفعۃً بنانا یا رفتہ رفتہ پیدا کرنا ان میں سے ہر ایک عقلی ممکنات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں اور وہ خدا سے پاک فاعل مختار ہے جو طریق چاہے اختیار کر سکتا ہے اُسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کے انواع کو بطریق نشو و نما کے ایجاد کیا ہو یعنی اُس نے بسیط مادہ کو ایجاد کر دیا ہو پھر اسکو عناصر تک ترقی نہی ہو پھر معاون یا سبب سبب ذمی حیات جسم (ربو بلا سم) تک پھرا دئے درجہ کی نبات یا حیوان تک ترقی دے کر پہنچا دیا ہو پھر سپر باقی انواع کو متفرع کیا ہو اور ایک کو دوسرے سے نکالا ہو اور بعض کو باقی رکھا ہو اور بعض کو نیست و نابود کر دیا ہو اور یہ سب اُن قوانین قدرت کے موافق انجام پایا ہو جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مادہ میں کھدیا ہے اور انہیں کی وجہ سے ترقی ہونے لگی۔ اور مختلف انواع بننے لگیں حتیٰ کہ تینوں عالم موجودہ انواع تک پہنچ گئے پس یہ دونوں صورتیں

یعنی طریق خلق اور طریق نشو و نما جس حالت میں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت کی جانب نسبت کیا جاوے پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی ہیں اسی کو دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت مانی جاوے یعنی خواہ انواع ہی کو ابتدائی مخلوق مانا جاوے جس میں جنس کا وجود محض فہمی و انتزاعی ٹھہریگا اور خواہ جنس کے مادہ کو اولاً موجود مانا جاوے اور انواع کو انہیں سے مستفوع ہوتا ہوا کہا جاوے اور ترقی کرتے کرتے حالت موجودہ تک پہنچتا ہوا کہا جاوے دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی دوانی ہیں لیکن وہ مخصوص جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے کائنات ارض کی پیدائش کو بارگاہ میں جو شریعت محمدیہ پر وارد ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حیا کے کو پانی سے بنایا۔ اور یہ کہ اُس نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا اور یہ کہ اُس نے پراگندہ کیا یعنی اُس نے زمین میں جانداروں کو پھیلا دیا اور یہ کہ اُس نے ہر ایک سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ کہ اُس نے چوپایوں سے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ (یعنی زراور مادہ جیسا کہ تفسیر میں ہے)۔ اور یہ کہ اُس نے جوڑوں کو پیدا کیا ہے (یعنی تمام اصناف و اقسام کو جیسا کہ تفسیر میں ہے)۔ اور یہ کہ اُس نے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی دو صنف یا دو قسمیں جیسا کہ تفسیر میں ہے)۔ زراور اؤ۔ اور یہ کہ اُس نے زمین میں ہر ایک ثمرات جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی ہر قسم کے جیسا کہ تفسیر میں ہے)۔ پس اول کی تینوں نصوص میں فی نفسہ احتمال ہے کہ ان کی تفسیر طریقہ خلق کے موافق کی جائے یا طریقہ نشو و نما کے۔ اور اسے اہل سائنس پہلے کی دونوں نصوص کے تو آپ لوگوں کا جدید قول کہ ذی حیات مادہ پانی سے حاصل ہوتا ہے بالکل موافق ہے۔ اب ہیں باقی نصوص مذکورہ ان کے تبادور و ظاہر ہی معانی یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات) کی انواع کو بطریق خلق کے ایجاد کیا یعنی اُس نے ہر نوع کو جدا گانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا ہے دوسرے سے نہیں نکالا ہے۔ عام ہے کہ اُس نے دفعۃً ایجاد کیا ہو

یا رفتہ رفتہ جیسا کہ یہ امر اُس شخص مخفی نہیں جو عربی کلام کے طرز سے واقف ہو کیونکہ شائع
کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مہمانوں کے سامنے کھانے کی مختلف انواع کو پیش کیا تو اُسکے
کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ہر نوع کو مستقل طور پر تیار کیا اور اُسے اپنے
مہمانوں کے سامنے پیش کیا یا یہ امر کہ اُس نے پہلے سارا کھانا ایک ہی جنس کا تیار کیا ہو پھر طبخی
کی صنعت کے موافق اُسکو ترقی دے کر اُس سے اور انواع کو نکال لیا ہو معنی ارادہ سے دو میں
اسکا دل میں خیال بھی نہیں گذرتا اگرچہ یہ ممکن الوقوع ہے بعض آحادی نصوص کہ جو مدار اعتقاد
نہیں قرار پاسکتیں ان نصوص کے ظاہر ہی معانی کی تائید کرتے ہیں لیکن باوجود اس کو کوئی
ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کو مستقل طور پر ایجاد کیا
ہے خواہ دفعۃً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ۔ ہاں بعض آدمی آحادی نصوص میں (مسلم کی حدیث میں)
یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں سے جن میں کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا
کیا ہے درخت کو فلان، پید کیا۔ چھ اُسکے بعد حیوانات کو فلان دن پیدا کیا لیکن اس کے
سوا اسے اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ حیوان کی پیدائش درخت کے بعد ہے۔ یہ امر کہ ان
دونوں میں سے ہر ایک نوع کو دفعۃً ایجاد کیا یا رفتہ رفتہ اس سے کچھ نہیں معلوم ہوتا پس بنا بر
نصوص مذکورہ کے بوجہ اُس قاعدہ سابق الذکر کے کہ بدون ضرورت معارضہ دلیل کی قطعاً
کے نصوص مشہورہ و متواترہ کے معافی متعینہ و معافی ظاہرہ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

پیروان محمد علی علیہ السلام کے ذمہ یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات ارض
کے تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات) میں سے ہر نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا ہو
بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ ایک نوع کو دوسرے سے نکالا اگرچہ وہ دونوں صورتوں
پر بخوبی قادر ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر نوع کو اُس نے دفعۃً پیدا کیا ہے یا رفتہ رفتہ موافق اُن قوانین
قدرت کے جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مقرر کیا ہے تو ان دونوں اموں میں ہر کدھی کی
نسبت قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ توقف کرینگے کیونکہ اُن کی شریعت میں کوئی ایسی

نفس نہیں اردھوتی جس سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک خاص طریقہ کا یقین ہو جائے
اور حکم شریعت کے مقتضا کے موافق ان کو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس ظاہری معنی (طریق تعلق)
کے اعتقاد سے عدول کر کے اُسکے خلاف ایک نوع کے دوسرے نوع سے نکلنے اور طریق
نشو کے پیدا ہونے کا اعتقاد کر لیں جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کیونکہ یہ امر نصوص سابق الذکر کو
ظاہری اور متباد معنی کے خلاف ہے اور کوئی قطعی دلیل جو ان کو ان کی تاویل کرنے پر مضطر کر دے
قائم نہیں ہوئی اور جو دلیلیں آپ لوگ طریق نشو پر اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں محض
ظنی اور فرضی ہیں احتمال کے دائرے سے جس سے کہ استدلال (یقینی) ساقط ہو جایا کرتا ہے،
خارج نہیں ہیں جیسا کہ خود غرضی کو چھوڑ کر ان دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔ اور
جب تک کیفیت رہے گی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان نصوص کو ان کے ظاہری معانی
سے ہرگز نہیں پھیرینگے۔ اگرچہ یہی اعتقاد کیونہ رکھنا پڑے کہ طریق نشو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا
کرنے سے ہے بلکہ جب تک یہ حالت رہے انکو تاویل کرنا جائز بھی نہیں ہے مانا اگر کوئی
قطعی دلیل کے ساتھ تظہیق دینے اور دونوں میں موافقت ثابت کرنے کے لئے تاویل کر دینا
واجب ہوتا اور یہی خیال میں یا ممکن ہے، پس اسے اہل سائنس اگر فرض کر لیا جو کہ آپ
لوگوں نے جو طریق نشو پر دلیلیں بیان کی ہیں وہ یقین کے درجہ کو پہنچ گئیں اور آپ لوگوں کو
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعتقاد کرنے کی جس کی بنیاد اس پر ہے کہ کسی شے کے لئے
سوا سے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق نہیں ہے ہدایت ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں
کہ آپ لوگ ان نصوص کی تاویل کر لیں اور ان کو ان کے ظاہری معانی سے پھیر دیں اور
اس طرح ان کو طریق نشو کے جس پر کہ قطعی دلیلیں (بافرض) قائم ہو چکی ہیں موافق بنالیں اور
اُسکے ساتھ یہ بھی اعتقاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہیں اور جب یہ حالت ہو
تو اس میں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہل اسلام میں کیا جائے اور اس طرح پر
اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے وجود اور اُس کی قدرت، علم اور حکمت کے کامل

ان نصوص کے خلاف قائم ہو جانے سے سابق الذکر قاعدہ کی بنیاد پر ان نصوص کو قطعی قطع کر دینا

ہونے پر استدلال کر فہم میں آپ لوگوں سے کوئی چیز یہ بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈراتا ہوں کہ آپ اپنی ذلیل کو جو آپ کے نزدیک قایم ہوں کہیں یقینی نہ گمان کرنے لگیں اسلئے آپ کو اس بارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہئے خدا ہی ہم سب کا مادی ہے۔ کائنات ارض کی پیدائش کی نسبت جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کر کے تحریر کیا جو اُس کی پیدائش کی نسبت میں متقل طور پر گفتگو کرتا ہوں۔

پس میں کہتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص میں سے جن پر کہ انسان کی پیدائش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں اعتقاد کیا جاسکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اُس نے اُسی مٹی سے چپکتے ہوئے گارے سے نختہ سے ہوئے گارے سے۔ مٹی ہوئی سیاہ مٹی سے۔ بھیکہ سے کے مثل مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اُس نے اُسے پانی سے پیدا کیا۔ پس پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض علما (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنی خدا نے اُسکو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے۔ اسی لئے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدائش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے۔ اور وارد ہوا ہے کہ خدا نے پاک مٹی آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اُس سے اُس کی زوجہ (حواء) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پیدا دیا۔ ان نصوص سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے

ان نصوص میں
جن سے ظاہر ہے
انسان کا بطریق
خلق کے مستقل ہونا
پر پیدا ہونا معلوم
ہو چکا ہے اور اسلئے
کو ان نصوص کی
تائید کرنا ضروری
نہیں جب تک کہ
طریق نشو قطعی
دلیل متاثر
میں پائیں ۱۱

۱۔ آیت ۲۱ ہے ﴿وخلقنا الانسان من طين﴾ ۲۔ آیت ۱۵ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۲۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۳۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۴۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۵۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۶۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۷۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۸۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۱۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۲۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۳۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۴۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۵۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۶۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۷۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۸۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۹۹۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾ ۱۰۰۔ آیت ۱۱ ہے ﴿فمنزلنا من ماء﴾

قابل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جسپر کہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص میں یہ امر صراحتہ مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے و فختہ پیدا کیا یا رفتہ رفتہ بنایا اسلئے ان نصوص کے موافق جو کہ مدار عقائد قرار پاسکتی ہیں ان دونوں امور میں سے کسی کے ساتھ یقین نہیں کیا جاسکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض آحادی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلا انسان آدم کی رفتہ رفتہ پیدائش ہوئی ہے اور اس پر ایک طویل زمانہ گذرا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام دامام رازی نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ تم کو اس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہو کر پھیلنا شروع ہوئے یہ تصریح کی ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی آدمی حالت سے حالت موجودہ تک ترقی کر کے نہیں پہنچا ہے اور سب بارہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ عربی میں کلمہ اذا (جب) کا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے کسی امر کے اچانک اور دفعہ وقوع ہو جانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت فاذا لاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر تھا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قالب انسانی کو مٹی سے بنانے کے بعد لفظ اکئن (ہو جا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدا ہو گیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا پھر نبات ہوا پھر حیوان پھر اسکے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامی سب کچھ بن گیا۔ یہ نہیں کہ اول اس کو نامی بنایا ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو تحقیق مقصود اول انواع کا پیدا کرنا ہے پھر ان انواع میں اسی ایک ہی قصداً اور ارادہ سے اجناس بھی ہو جاتی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ اخیرہ ہی کو مقصود ٹھہرایا ہے جو جنس غالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ اوپر سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تقریر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ اس نص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو

وہ حلقہ من تراب ثم اذا تم بشر منتشرون ۱۲ سے نامی سے مراد جسم ہے جس میں نشو و نما ہوتا ہو ۱۲ مترجم

کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باقی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے پس پروان محمد علی الصدیقہ وسلم کا اعتقاد کے بارے میں طریق خلق ہی پر اعتقاد ہو طریق نشو و نما نہیں اور نہ ان کو ان نصوص کی تاویل کرنا اور ان کو ان کے ظاہری معانی سے پھیرنا ہی جائز ہے مگر ماں جب کوئی عقلی قطع دلیل قائم ہو جائے جو سمجھتے پر دال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بطریق نشو و نما کے پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے (اور یہ امر کو سول دور ہے) تو اس وقت البتہ وہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی تاویل کرنے پر مضطر ہو جائیں گے جیسا کہ ان کے نزدیک عقلی اور نقلی دلیل میں تضاد کی حالت میں تطبیق و توفیق کا قاعدہ ہے اور اسکے بعد بھی اس امر میں غمانیں کہ طریق نشو و نما اگر ان کے نزدیک ثابت بھی ہو جائے تو وہ نشو و نما نہیں ہو سکتا جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں اس لئے کہ اگر ان کے نزدیک نشو و نما ثابت ہو گا تو وہ یہی کہیں گے کہ نشو و نما تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس بات پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ سوائے خدا کے نہ کوئی خالق ہے اور نہ موثر۔ رہے تو انہیں قدرت پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ وہ کام لیتا ہے وہ محض عادی اسباب ہیں۔ ان میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں اور جو جن سے کہ وہ کام لیتا ہے وہ آپ کے زعم کے اعتبار سے انہیں تو انہیں قدرت کی ذاتی تاثیر سے نشو و نما مانتے ہیں وہ آپ کے زعم کے اعتبار سے انہیں تو انہیں قدرت کی ذاتی تاثیر سے ہوتا ہے پس ان دونوں معنوں میں زمین و آسمان کا فرق نکل آیا۔

یہ بھی سن لیجئے کہ جو دلیلیں آپ اپنی کتابوں میں نشو و نما ذکر کیا کرتے ہیں اگر فطر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ ایسی دلیلیں نہیں ہیں جن کی وجہ سے پروان محمد علی الصدیقہ وسلم ان ظاہری نصوص کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں اور انہیں نشو و نما کا قائل ہونا پڑے کیونکہ وہ سب ملنی دلیلیں ہیں جنکی بنیاد چننے چننے پر ہے۔ اور پروان محمد علی الصدیقہ وسلم جب تک کہ کوئی یقینی دلیل معاصر نہ ہو تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہوتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر فرض کر لیا جائے کہ انسان کے بطریق نشو و نما پیدا ہونے پر یقینی قطع دلیلوں تک آپ لوگوں کی رسائی ہو گئی اور آپ نے اسلامی دین کا بھی غمناک کر لیا۔ جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی متام

الکمال سائنس کا
اسلام قبول کر لیں
اور ان کے پاس
طریق نشو و نما
کا پتہ چلے گا
اور ان کے پاس
اس مقام کے بارے
میں جان کر اور
اللہ کی عبادت میں
کوشش کریں
تو ان کے دل
سے بعض امور
اچھل جائیں
اور ان کے دل
میں سکون ملے

کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اُسکے سوا کسی کی کچھ ذاتی تاثیر نہیں۔ تو آپ لوگوں کے لئے بغرض تطبیق ان نصوص کی تاویل کرنے اور انکو ان کے ظاہری معانی سے پھیر دینے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آپ اسلامی دین سے بھی خارج نہ رہیں گے۔ لیکن میں آپ کو اس غلطی میں پڑنے سے ڈراتے دیتا ہوں کہ کہیں آپ غلطی دلیلوں کو یقینی نہ سمجھ لیجئے گا بلکہ مناسب ہے کہ غور و فکر کر کے دلیلوں کو خوب جانچ لیجئے اور پھر آگے قدم بڑھائیے لیکن اس وقت پر وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جمہور کا یہ قول کہ پہلا انسان (آدم) جنت عدن میں کہ وہ ہماری زمین کے علاوہ ہی پیدا کیا گیا ہے یا بعضوں کا (اور وہ دُستی ہیں جیسا کہ کفر الاسراء میں ہے) یہ قول کہ وہ سادہ دنیا میں پیدا کیا گیا ہے آپ کے خیال کے معارض واقع ہو گا اس لئے کہ یہ دونوں قول طریق نشو کے موافق نہیں ہیں جس کی بنیاد اس پر ہے کہ وہ انسانی میں ہوا ہو۔ پس آپ ان میں سے بعض علماء اور وہ مندر بن سعید بلاطی اور ایک بڑی جماعت کو لوگ ہیں جیسا کہ کفر الاسراء میں ہے، کے قول کے موافق اس سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ وہ دنیا کی جنتوں میں سے کسی جنت (برائے) میں پیدا کیا گیا ہے اور اس طور پر یہ وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے موافق تو آپ ہو جائیں گے حکم مجہ سے اسلامی دین کی مخالفت آپ سے دور ہو جائیگی اور آپ کے خیال کے یہ قول بھی معارض ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلا انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اُس سے اُسکی زوجہ کو پیدا کیا اور اُن دونوں کو جنت میں ٹھیرایا۔ اور یہ جنت وہی مقام ہے جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو مرنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد جزا دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے اور یہی جمہور پر وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ پس آپ ان میں سے بعض (اور وہ ابوالقاسم سلمیٰ اور ایک بہت بڑے مفسر رسولم اصفہانی ہیں جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے) کے قول کو اختیار کر کے اس سے بھی خلاصی حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ یہ جنت زمین ہی میں تھی اور اُن دونوں کا اُس سے اہباط یعنی اتارنا ایک حصہ زمین سے دوسرے حصہ کی جانب منتقل ہونے پر محمول کیا جائے گا

منہ
فہو رسولی کی وجہ سے
نہیں نہ ہو سکتا
بدول طریق میں درج
دی گئی ہو جائے گا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو خطاب کرنے میں واقع ہوا ہے کہ تم سب شہر میں اتر جاؤ یعنی شہر میں چل جاؤ۔ اور اگر آپ کو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اکثر کہا یہ قول مشکل معلوم ہو (حالانکہ وہ کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ عقلاً ممکن ہے جو کہ خداوندی قدرت کے تصرف میں داخل ہوتا ہے چنانچہ اسی حیوان ہیڈرا کو دیکھئے اسکے تین حصے کر دیے جاتے ہیں اور ان میں سے ہر حصہ ایک مستقل حیوان بن جاتا ہے جیسا کہ پیشتر گزر چکا ہے لیکن ہم انہی مقابل کی آسانی کی غرض سے اُسی کے خیال کے موافق گفتگو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اُس سے اسکی زوجہ (حواء) کو پیدا کیا یعنی اُس کی بائیں جانب کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے کیونکہ اُن کی شریعت کی بعض آحادی نصوص میں یہ وارد ہوا ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور نیز بعض جلیل القدر صحابہ نے اس امر کی تصحیح بھی کی ہے (اور وہ ابن مسعود اور ابن عباس اور بعض فو کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں جیسا کہ تفسیر ابی السعود میں ہے) پس آپ اس سے بھی خلاصی حاصل کرنے کے لئے اس قول کو مان سکتے ہیں جیسا کہ اُن میں سے بعض نے (ابو سلمہ اصفہانی نے جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے) اختیار کیا ہے اور اس نص کی تاویل کر دی ہے جس میں یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اول سے اسکی زوجہ کو پیدا کیا اور وہ تاویل یہ ہے کہ اُس کی زوجہ کو اُس سے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اُس کی جنس سے پیدا کیا جیسا کہ اُس نے (خدا نے) دوسری نص میں کہا ہو (خدا نے) تمہارے نفسوں سے تمہاری ازواج کو بنایا۔ اور اس طریقہ سے آپ ایک قسم کی تاویل کر کے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء کے ساتھ موافق ہو سکتے ہیں اور اس سے آپ کی اسلامی دین کے ساتھ ایسی مخالفت نہ ہوگی جس سے آپ اسکے پیروی کرنے والوں کی شمار سے خارج کر دیئے جائیں لےئے کہ آپ نے کسی ایسی نص کی تکذیب نہیں کی جو کہ مدارِ اعتقاد ہو اور نہ آپ نے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اجماع کی مخالفت کی جو کسی ایسے امر پر جبکہ دین میں بالضرورت ہونا معلوم ہو چکا ہو منعقد ہوا تھا غایت سے غایت آپ نے جو روش اختیار کی اُس میں آپ کو اکثر و

کی مخالفت کی اور بعض کے موافق ہوئے اور عقلی نقیلول میں تطبیق دینے کے لئے آپ نے
نصوص میں تاویل کر لی ہم سب کو خدا ہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے۔

پھر سنئے کہ ہماری تقریر سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد کو بارے
میں اپنی شریعت کی ان نصوص کے ظاہری معانی پر جو کہ مدار اعتقاد قرار پاسکتی ہیں اعنما کرتے
ہیں کیونکہ شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہے۔ اور اگر عقلی ظنی دلیل اُن کے معارض واقع ہو
تو اُن کی تاویل نہیں کرتے اور نہ انکو اُن کے ظاہری معانی سے پھیرتے ہیں بلکہ جب عقلی
قطعی دلیل اُن کے معارض واقع ہوتی ہے اُس وقت اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوتے ہیں۔
اس تقریر سے دل میں شبہ گزرتا ہے کہ آپ لوگوں کو اسے اہل سائیس یہ کہنے کی شاہیہ گنجائش
نکلے کہ ہم ماننے لیتے ہیں کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نصوص متعین المعنی کے معانی
کے اعتقاد کا ترک کرنا جائز نہیں لیکن نصوص ظاہر المعنی جب تک کہ اُن میں غیر ظاہری محض کا
احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو اپنے ظاہری معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار
سے ظنی ہیں گو شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہو۔ پس دلالت کے اعتبار سے اُن ظنی دلیلوں
کے مساوی ہونے کی وجہ سے ہمارے نزدیک قائم ہو چکی ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ وہ اُن نصوص کے
ظاہری معانی کو ہماری دلیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ
نصوص ظاہر المعنی کی اپنے ظاہری معنی پر دلالت ظنی ہے کیونکہ اُن میں بعید اور غیر ظاہری معنی مراد
لینے کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن مخاطب اور بول حال میں اصل یہی ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی
ہی مراد لئے جائیں نہ کہ غیر ظاہری سوائے اُس حالت کے جبکہ کوئی ضرورت اس کی جانب داعی
ہو پس بلا کسی ضرورت کے بعید معنی کے ارادہ کرنے سے بول حال میں افادہ اور استفادہ
کے اعتبار سے خلل لازم آئے گا اور اصل کو چھوڑنا پڑے گا اور اس میں جو کچھ غزائیاں ہیں وہ کسی پر
مخفی نہیں۔ پس اسی وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اجماع کر لیا کہ ظاہری
معنی ہی پر اعتقاد کرنا ضرور ہے اور غیر ظاہری معنی کی طرف التفات کرنا جائز نہیں سوائے اُس

صورت کے جب کوئی ضرورت اُسکی طرف داعی ہو اور وہ ضرورت عقلی قطعاً دلیل کا معارض واقع ہونا ہے اور یہ امر داعی لفظ سے غیر ظاہر معنی مراد لینے کے لئے مثل فریہ کے ہو جاتا ہے اور اس داعی کی وجہ سے یہی دوسرے معنی ظاہر بنجاتے ہیں اسی طرح اُن کو اُن کی شریعت کی جانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہر ہی معنی ہی پر اکتفا کریں اور اُسکے خلاف سوا اُس صورت کے کہ کوئی داعی مقتضی موجود ہو التفات نہ کریں پس اگر فرض کیا جائے کہ قبل وقوع ایسی ضرورت کے جس سے انکو ظاہر ہی معنی کو چھوڑنا ہی پڑے کسی لفظ کے ظاہر معنی ہی کے معتقد رہیں تو وہ اس امر کو بجا لائے جسکا اُنہیں حکم دیا گیا تھا اور انپر کوئی گناہ نہیں ہوا اسی طرح اگر فرض کیا جائے کہ اسکے بعد ظاہر ہی معنی سے عدول کرنے کے لئے کوئی مقتضی داعی ظاہر ہو گیا اور اُنہوں نے اُس نص کو اُس کے ظاہر ہی معنی سے پھیر دیا تب بھی وہ اس امر کے بجا لانے والے ہوئے جسکی اُنہیں تکلیف دہی تھی اور اُن پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہی اُن کی شریعت کا حکم ہوتا رہی یہ بات کہ ظاہر ہی معنی سے عدول کے لئے مقتضی داعی کا انحصار صرف عقلی قطعاً دلیل ہی میں کیوں ہو گیا ہے اُسکی یہ وجہ ہے کہ اس دلیل کے چھوڑ دینے سے اس اصل کا چھوڑنا لازم آتا ہے جسکے ذریعے سے اُن کے اصول کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ دلیل عقل ہے جیسا کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے اور عقل کا چھوڑنا شرع کو چھوڑنے کو مستلزم ہے رہا دلیل ظنی کا معارضہ وہ ظاہر ہی معنی کے چھوڑنے کے لئے اس وجہ سے مقتضی وداعی نہیں قرار پاسکتا کہ دلیل ظنی کے چھوڑنے سے عقل کا چھوڑنا نہیں لازم آتا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اُس میں غلطی کا بھی احتمال موجود ہے۔ پس اگر وہ ظاہر ہی معنی کو چھوڑ دیں اور اُس کو معتقد ہو جائیں جس پر کہ دلیل ظنی دلالت کرتی ہے۔ اس صورت میں اُن کے اعتقاد کے غلط ہونے کا احتمال ہے اور اس وقت اُن کو شریعت اس امر میں معذور نہیں رکھ سکتی کیونکہ اسوقت انکو ظاہر ہی معنی سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ اسوقت اُن کو ضرورت و پیش تھی جبکہ عقلی قطعاً دلیل معارض واقع ہوئی تھی علاوہ بریں اگرچہ پورا ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم دلیل ظنی کا اتباع کر کے اپنی انصوص کے ظاہر ہی معانی کو چھوڑنے لگیں تو اعتقاد میں بے انتہا خط لازم

آئے اور بُرہمی گڑبڑ مچ جائے کیونکہ لوگوں کے ظنون اور گمان بکثرت ہیں ہر شخص کچھ نہ کچھ ظن اور
 تخمین کرتا ہے اور اعتقاد کے بارے میں یقین پر اعتماد کیا جاتا ہے پس امر صواب بھی ٹھہرا کہ
 پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی ان نصوص کے رک جھکا وار دہونا یقینی نہ ہو ظاہری
 معانی کے ساتھ تسک کریں اور محض ظنی اور تخمینی باتوں کی وجہ سے ان کو ظاہری معانی سے
 نہ پھیریں۔ خدا ہی ہدایت کرنے والا ہے۔ باقی رہا آپ لوگوں کا باقی مسائل سے انکار کرنا
 جنکو آپ نے شریعت محمدی میں تو پایا لیکن آپ کے علوم میں ان کی کوئی دلیل موجود نہیں یا
 ان کی جیسے وہ قابل ترک ہیں ان کی نسبت سنئے۔ ہم سے اور آپ سے جو بحثیں ہو چکی ہیں بعض
 مسائل کی تو پوری تحقیق ہو چکی تاہم آئندہ موقع بموقع ہم تنبیہ کرتے جائینگے اور جو مسائل باقی ہیں
 بعون اللہ تعالیٰ ان کی تحقیق کے لئے میں ابھی گفتگو کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو دکھائے دیتا ہوں
 کہ ان میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسکو عقلیں متروک خیال کرتی ہوں بلکہ سب کے سب
 عقلی قواعد پر منطبق ہیں بشرطیکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے چنانچہ سنئے میں بیان کرتا ہوں یہ سب
 باتیں تو پہلے معلوم ہو چکی ہیں کہ مادہ عالم پہلے نٹھا اور پھر حادث ہوا اور یہ کہ جس نے اُسکو عدم سے
 پیدا کیا اور اُس سے انواع کائنات کو اس انتظام خاص پر بنا دیا وہ ہی خدا ہے اور یہ کہ وہ ان
 سب چیزوں کو نیست و نابود اور معدوم کرنے پر بخوبی قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو
 باقی حیوانات سے علیحدہ اور متقل طور پر پیدا کیا اُس سے اُسکی عورت کو بنایا۔ اور دونوں کو ایک
 مکان میں جبکہ نام جنت ہے سکونت پذیر کیا پھر جن چیز سے انہیں منع کیا تھا اُس کی مخالفت
 کی وجہ سے دونوں کو زمین پر اتار دیا اور یہ کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے وہ سب خدا ہی کے قضا و قدر سے
 ہوتا ہے یعنی وہ اُسے جانتا ہے اُسکا ارادہ کرتا ہے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کر دیتا ہے
 اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا و حکم کرتا ہے وہ سب اُنسی کے پیدا کرنے سے پایا جاتا ہے اُسکے سوا
 کوئی خالق نہیں اگرچہ اُس نے مسببات کو اسباب کے ساتھ مترتب کر رکھا ہے مسببات کو اسباب
 سے پیدا کرویتا ہے لیکن دونوں کا وہ خود ہی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اُسکے بعد

انسانی مشرعی مسائل کا بیان جن سے اہل سائر مذاہب کے لوگوں کو سوال آسکتا ہے اور جو بعض عقائد و مباحثات پر مشتمل ہیں اور جن کے مفادات میں اختلاف ہے ان کو

ہی مسبب کو پیدا کرتا ہے اور تمام اشیاء میں جو تاثیر مشاہدہ کی جاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اس کی قوت کی وجہ سے جو اس میں رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدا سے بجا نہ موجود ہے۔ قدیم ہے۔ ہمیشہ رہے گا۔ اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ ایک ہر۔ اپنی ذات و صفات میں بختا ہے۔ علاوہ اسکے عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب سے غنی ہے۔ کسی کا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اُسی کی محتاج ہیں۔ موجودات میں سے وہ کسی شے کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اُس کے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنے والا پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گذر چکیں یا آئندہ ہوں گی۔ سب کو جانتا ہے اُس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اس کی فطرت کے شایان بہر موصوف ہے۔ تمام صفات نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابق کے مباحث میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بعض کے تحقیق اور ثبوت پر تو میں نے یقینی دلیل قائم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اس کا اپنی صفات کے ساتھ متصف ہونا اور بعض کو میں نے آپ کے علوم کے ساتھ جنکے وہ معارض معلوم ہوتی تھیں تطبیق و دید ہی اور اُس کے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر چلنے سے اسلامی مین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوتی کہ اُس سے آپ اسلام کو اعتقاد نہ رکھنے والوں میں شمار ہونے لگیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں کی ہے وہ اُن کے غور کرنے سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جاسکتی ہے اور تفصیلی گفتگو کثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے جس کا جی چاہے اُسکی جانب رجوع کرے۔

اب رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ان آسمانوں کے اوپر ایک بہت بڑا جسم جس کا نام کرسی ہے اور اُس کے اوپر اُس سے بھی بڑا جسم جس کا نام عرش ہے پیدا کیا۔ اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی مسافت حائل ہے اور یہ کہ اُس نے

ایک بہت بڑا جسم جب کا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اسلئے پیدا کیا تاکہ جتنی ہوئے والی چیزیں ہیں ثبت رہیں اور لکھی جائیں گو وہ اسکا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا کی نعمتیں اُسکے ایک بنائے ہوئے مکان میں ملیں گی جب کا نام جنت ہے اور دوسرے مکان میں اُسکا عذاب ہو گا جسے جہنم کہتے ہیں۔ زمین۔ آسمان اور عالم کے تباہ ہونے کے بعد جب لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونگے تو خدا ان لوگوں کو اپنی دونوں مکانوں میں داخل کرے گا پس میں کہتا ہوں کہ آپ اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلا امتد کے تو قابل ہی ہیں اور اس سے مراد بہت ہی دور و دراز جگہ ہے جسکی وسعت کو سوچ کر عقل حیران ہجاتی ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ستارے اس خلا و دور و دراز میں قلائد کشش کے ذریعے سے قائم ہیں اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور موثید معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ خلا میں قائم ہیں اور اُس خلا میں حج انکا مدار حرکت ہے وہی ان کا فلک ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا پس اس سے کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے کہ اسی خلا و دور و دراز میں ان ستاروں کے اُدھر ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور وہ ساتواں آسمان اور اُن کا نظریہ آنا پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر گذر اور وہ ابو بکر بن العزلی ہیں عرش۔ کرسی۔ لوح و قلم جنت اور دوزخ ہیں۔ اور خدا نے اُن کو مابین اپنی قدرت سے قائم کر رکھا ہے چاہے اُس نے قدرتی قوانین میں سے جنہیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رکھ دیا کرتا ہے کسی قانون سے کام لیا ہو یا بلا کسی طبعی قانون کے محض اپنی قدرت سے اُنہیں سوک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بات پر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب میں جیسا کہ اُس نے آفتاب اور ستاروں کو اُس خلا میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قائم کر رکھا ہے پھر یہ

ہے خلا سے بیان میں کہ اوپر کی وہ فضا مراد ہے جو دیکھنے میں بے حد معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلا مراد نہیں کیونکہ اصل فضاں کہتے ہیں کہ اس تمام فضا میں ایسا پھیلا ہوا ہے اور جس جسم

ہم سے نہایت ہی دور و دراز مسافت پر واقع ہیں جیسے کہ باجم خود ان کے مابین بہت ہی بڑی مسافتیں ٹائل ہیں اور خدا کی اور اس کی قدرت کی عظمت ہم اس کی مصنوعات میں جبکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں دریافت کر چکے ہیں اسکے لحاظ سے تو ان میں سے کوئی امر بھی بعید نہیں معلوم ہوتا۔ پس یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہو سکتی ہیں عقل ان کو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے ساتھ ایجاد کرنے کے لئے متعلق ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ رہا ان کے اور اک تاک آپ لوگوں کی رسائی نہ ہونا خواہ بذریعہ حواس ہو یا بواسطہ دیگر ذریعوں کے ان کے معدوم ہونیکو مقتضی نہیں ہے اور اس فقرے سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ساتوں مینوں کے موجود ہونے سے بھی جیسا کہ بعض شرعی نصوص میں وارد ہوا ہے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا ممکن ہے کہ اسی خلا میں جس میں کہ ہماری زمین اور تمام ستارے قائم ہیں چھ زمینیں اور بھی قائم ہوں اور ان میں مخلوقات بھی پائی جاتی ہو جیسا کہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہم نے تو ان کو بڑی بڑی دور بینوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہے کہ روشن بنی ہوں جو نظر سے گزرے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے انکو دیکھا ہو اور انہیں ستاروں میں جو کہ خلا میں قائم ہیں انہیں بھی شمار کر لیا ہو۔ اگر آپ کہیں ہونا مانا کہ یہ سب کچھ ممکن اور ہو سکتا ہو لیکن اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کونسا امر باعث ہوا کہ پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قائل ہی ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث ان کی شریعت کی نصوص میں جو ان اجسام کے موجود ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور یہی ان کے وجود پر ان کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص میں جن کا ان کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وارد ہونا قطعاً طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبر دیں سب میں سچے ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے محصوم اور محفوظ ہیں اس لئے کہ پیر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نزدیک خدا کے پاس سے ان کا رسول بنکر آنا قطعاً دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اگر آپ پوچھیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسے ستاروں میں اور باقی خالوں کو جن کا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے

اور وہ تو فاعل مختار ہے جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں بچ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قائم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع اسرار کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اُسکو یاد کیجئے اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے بہت کچھ اسرار و حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم انکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے اُن کی کتابوں کو دیکھ لو۔

آبِ دہر یا یہ امر کہ اُس خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کئے ہیں جنکا نام ملائکہ (فرشتے) ہے اور جو اپنی شکل کے بدل لینے پر قادر ہوتے ہیں اور یہ کہ آسمان اور زمین کے مابین جب قدر مسافت ہو وہ اُس ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور یہ کہ وہ ہمارے سامنے سے اس طرح گزر سکتے ہیں کہ ہم انہیں نہ دیکھیں اور یہ کہ وہ ایسے ایسے افعال کر سکتے ہیں جن سے انسانی قوتیں عاجز ہیں اور یہ کہ آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جیسے کہ اُس نے کچھ دوسرے اجسام بھی جو ملائکہ مذکورہ کے ساتھ بعض خواص ہیں (جیسے کہ شکل بدل لینے پر قادر ہونا، نظروں سے پوشیدہ رہ سکتا، بڑے بڑے افعال پر قدرت رکھنا، مشابہ ہیں پیدا کئے ہیں لیکن وہ ملائکہ سے اس امر میں مختلف ہیں کہ وہ اُن کی طرح نورانی نہیں اس طرح بعض اور باتوں میں بھی اختلاف رکھتے ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے اور ان اجسام کا نام جن ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اجسام انہیں خواص کے ساتھ موصوف بنائے ہوں جنہیں کہ ملائکہ کہتے ہیں اور کچھ دوسرے اجسام بھی جو امور مذکورہ میں اُن کی نظیروں پیدا کئے ہوں جنکا کہ نام جن ہو اور ممکن ہے کہ ان کا مادہ مادہ ہو اکی طرح جس کو اللہ تعالیٰ نے بنا کر اُس کے ذروں کو ایسی کیفیت پر مجتمع کیا ہو جسکی وجہ سے اُس میں خواص مذکورہ کی صلاحیت آگئی ہو جیسے کہ اُس نے حیوان کو ہادی عناصر سے ایسی کیفیت پر بنایا جس سے کہ اُس نے حیات ادراک، اور حرکت وغیرہ ساری قوتیں حاصل کر لیں حالانکہ پہلے عناصر میں ان میں سے کوئی شے بھی موجود نہ تھی پس ممکن ہے کہ ہمارا اُن کے دیکھنے پر قادر نہ ہونا اُن کی ثقافت اور لطافت کے باعث ہے ہو جیسے کہ ہوا اور آبیہ کا حال ہے علاوہ بریں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اعتقاد کی بنا پر کہ دکھلائی دنیا محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوا جیسا کہ سابق

اور وہ تو فاعل مختار ہے جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں بچ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قائم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع اسرار کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اُسکو یاد کیجئے اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے بہت کچھ اسرار و حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم انکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے اُن کی کتابوں کو دیکھ لو۔

میں اس کی تقریر گزر چکی یہ امر بالکل ظاہر ہے اور اُن کے اپنی شکل بدل لینے پر قادر ہونے کی توجیہ باوجودیکہ وہ عقلاً ممکن ہونے کی وجہ سے خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے اس طرح ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اجسام کو ایسی کیفیت پر بنایا ہو جس کی وجہ سے وہ ہوا۔ اینٹھریا اسی کے مثل کسی اور شے سے کچھ مقدار مے لینے پر قدرت رکھتے ہوں اور اُسکو کثیف کر کے جس صورت کا چاہیں نکلانا سکتے ہوں پھر اُسے بہن لیتے ہوں اور اس طرح نظروں میں اُسی صورت کو معلوم ہونے لگتے ہوں اور کیمیاوی اعمال میں جو اللہ تعالیٰ نے بعض اجسام کو بعض کی جانب منقلب کرنے پر جیسے کہ کثیف کو لطیف اور لطیف کو کثیف بنانے وغیرہ پر انسان کو قادر کر دیا ہے اس سے ہماری تقریر کا سمجھنا عقول کو بہت ہی آسان ہو جاتا ہے اور چونکہ اجسام کا مختلف شکلوں پر ہو جانا کیسے ہی کیوں نہ ہو خداوندی قدرت کی عظمت کی جانب منسوب ہوتا ہے جس کے وہ عالم عقول کو مدہوش کئے دیتے ہیں جو حیوان اور نبات کو مختلف خواص عطا کرنے کے بارے میں ہو

ہیں اس لئے اس میں ذرا بھی تعجب نہ کرنا چاہئے۔

رہا یہ امر کہ وہ باوجودیکہ لطیف اجسام ہیں لیکن ایسے ایسے اعمال کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جن سے انسانی قوتیں بالکل عاجز ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہواؤں کے یہ کام کہ وہ کیسے بڑے بڑے درختوں کو اکھیر کر پھینک دیتی ہیں اور زینت کو کہ بائی کے کرشمے کہ وہ کس طرح بڑی بڑی گرانبار شیا کو جنکو ہزاروں آدمی ملکر حرکت بھی نہیں دے سکتے کھینچ لیتی ہے دیکھ کر مانتا کہ اور جنوں کے اعمال میں کچھ بھی تعجب نہیں معلوم ہوتا خصوصاً جبکہ اسکا بھی خیال کیا جاوے کہ ان کو ان اعمال کی قوت بخشنے والا وہی خدا ہے جس کی قدرت کی عظمت کے سامنے یہ ذرا بھی شکل کام نہیں۔ اور جب ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی قوت سے لوہے کو توڑ دالتے ہیں حالانکہ اُن کی ہاتھ کی قوت محض ہن کے پھول کا عمل ہے جن کی انتہا ایک نہایت ہی نازک اور پتلے گودے و مبدار اعصاب جو دماغ کا ایک حصہ ہے تک ہوتی ہے جو کہ حرکت کا مبدار ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں اور خارجی جسم کے اونٹے صدمے کو بھی برداشت نہیں کر سکتا بلکہ اُس مقدار سے جو اُسکے لئے ضروری ہے

بقول آپ کے یہاں کے ہیت والوں کے جنگے ساتھ دوسرے ہیت والوں بھی متفق ہیں ایک ہزار چار سو
 گیارہ گنا بڑا ہے پس وہ خدا جس نے اتنے بڑے اور کثیف جسم کو اس قابل بنادیا کہ وہ اتنی دور دورا زمست
 کو اس قدر تھوڑی مدت میں قطع کر سکے تو اس خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ فرشتوں کو بھی بہت
 ہی تھوڑی مدت میں بہت کچھ مسافت کے قطع کرنے پر قادر کر دے اگرچہ یہ مسافت اس مسافت
 سے جسے کہ ترازہ مشتری قطع کرتا ہے بہت ہی کچھ زیادہ کیوں نہ ہو لیکن تاہم اس ستارہ کی رفتار صحیح
 طور پر نظر کرنے سے اس بات پر عقل کی کچھ تسکین سی ہو جاتی ہے کہ جس نے اس ستارے کو اس قدر
 تیزی سے چلا رکھا ہے اس جنس کے بڑے سے بڑے عمل پر بھی وہ قادر ہے خصوصاً جبکہ گرنے والے
 اجسام کے قانون نے حرکت اجسام کی تیزی کی سید زیادتی اور بھی صاف طور پر ظاہر کر دی ہو اور
 اگر آپ کہیں کہ مشتری کی رفتار تو بذریعہ قوت کشش کے ہے جیسا کہ ہمارے علوم میں اس کی تفصیل
 موجود ہے اور اسی طرح گرنے والے اجسام کی تیزی بھی اسی کشش کا نتیجہ ہے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر وہ
 قوت کشش ہے کیا چیز جس کا نام لیکر آپ ہمیشہ ڈینگ مارا کرتے ہیں اور اس کی جانب کائنات میں
 بڑے بڑے اعمال کو منسوب کرتے ہیں حالانکہ آپ کو نہ اسکی حقیقت معلوم ہے اور نہ آپ یہی بتا سکتے
 ہیں کہ وہ اجسام میں کیوں قائم ہے اور اسکا کیا باعث ہے غایت سے غایت آپ ان حوادث
 کائنات کی وجہ بتانے کے لئے جنگو دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے جیسے کہ نظام شمسی وغیرہ اس کے
 قائل ہو گئے ہیں اور اس کے ثبوت کے تسلیم کر لینے کی تقدیر پر بتائے تو سہی کہ اسے ایجاد کس نے کیا
 اجسام کا خاصہ کس نے بنا دیا اور کائنات میں اتنے اتنے بڑے اعمال اس سے کس نے لے لیا اس
 خدا کے علاوہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے جس نے کائنات کو عدم سے ایجاد کر دیا اعلیٰ درجہ کی حکمتوں اور
 کامل انتظام پر بنایا۔ پس جب یہ خدا قوت کشش کی ایسی چیز کے ایجاد کرنے اور اس سے ایسے ایسے
 اعمال کے پیدا کرنے پر قادر ہے تو وہ اس سے کب عاجز رہ سکتا ہے کہ ملائکہ (فرشتوں) کو اتنی
 بڑی مسافت کے بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کرنے پر قادر کر دے خواہ کتنی قدرتی قانون کو ذریعہ
 جو ان میں اس پر رکھا ہوا ایسا ہی قانون کے کیونکہ سب کچھ عملاً ممکن ہے اور اس کی قدرت غظیمہ کچھ بھی نہیں

نہ ہوسب کی صلاحیت رکھتی ہے۔

رہا آسمانوں کا فرشتوں سے بھرا ہوا ہونا تو اس میں کوئی بھی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بھی بنجارہ مخلوق تھا۔ خداوند ہی کو ہیں جنکو اُس نے انہیں آسمانوں ہی میں کونست پذیر کر دیا ہے جیسے کہ کائناتِ ارض کو زمین میں ساکن کر رکھا ہے اور جیسے کہ کرڈروں ہی حیوانات جو خورد ہیں سے معلوم ہوتے ہیں ایک قطرہ پانی میں ساکن بنائے ہیں اور اسکی قدرت بڑی ہی بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز سب کے ساتھ مساوی نسبت رکھتی ہے کسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور آپ اور آپ کے علاوہ اور لوگوں میں سے بہتیرے ہیئت والوں کا یہ گمان ہے کہ ان ستاروں میں انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرنے والی کائنات موجود ہے جنکے وجود پر ان کے اعمال کے آثار سے جو بذریعہ بڑی بڑی خوردبینوں کے خیال میں کسے میں استدلال کرتے ہیں وہ اتنا ریاہ ہیں جیسے استخوان کا مفتوح ہونا انہیں کچھ گڑھے سے معلوم ہونا وغیرہ۔ پس اس بیان کے بعد آسمانوں میں ملائکہ کے موجود ہونے اور ان سے آسمانوں کے پُر ہونے تعجب ہی کا کون موقع ہے اور اگر آپ یہاں بھی یہی کہیں کہ جہاں گزشتہ امور یعنی ملائکہ اور جن کے ثابت ہونے ان میں ان خواص کے پائے جانے اور آسمانوں کے فرشتوں سے پُر ہونے پر پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا دلیل ہے! تو یہاں بھی میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ ان سب چیزوں پر ان کی دلیل ان کی شریعت کی نصوص میں جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناطق ہوتے ہیں اور وہ سچے ہیں اور ان کے سچے ہونے کی تصدیق ان کی رسالت کے قطعی دلائل سے ثابت ہو جانے سے ہو چکی ہے یہی امر جو جس نے انہیں اس کے اعتقاد پر آمادہ کر دیا ہے اور یہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے جسکے ماننے سے کوئی محال نہیں لازم آتا اس لئے وہ بلا کسی تاویل کے اسکے ساتھ ایمان لے آئے۔

رہا یہ امر کہ انسان میں ایک جان ہے جسے روح کہتے ہیں اور وہ اسکے بدن کو علاوہ اور اسکو بدن سے ایسا تعلق ہے جسکی وجہ سے اُس میں حیات پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اُس سے جدا ہو جاتی ہے تو اسکو موت آجاتی ہے اور یہ کہ یہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اسے اور اک ہوتا ہے اور الہام حاصل کر سکتی ہے اور یہ کہ انسان کو مرنے اور فنا ہونے کے بعد خدا تعالیٰ پھر لوٹا دیتا ہے اور اسکے

روح کا موجود ہونا
قیامت کا ہونا
جنت و دوزخ میں
داخل ہونا وغیرہ
عقل کے خلاف
نہیں

ساتھ دوبارہ روح کا تعلق پیدا کر دیا اور اُس نے جو اپنی زمینی زندگی کی مدت میں اچھے عمل کئے ہوئے
اُن کی جزا دیگا اور برے عمل میں اُن کی سزا کرے گا اور جس وقت بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے
اور اُس میں حیات قائم ہوتی ہے اُس وقت لذت اور الم مجموعہ روح اور بدن کیساتھ قائم ہوتا ہے۔ اور
یہ کہ باقی حیوانات کی بھی انسان ہی کی طرح ارواح ہوتی ہیں اور انہیں اتنا ادراک حاصل ہوتا ہے جتنا
کہ انہیں اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہو البتہ اتنا ادراک اور اتنی عقل انکو نہیں حاصل ہوتی
جتنی کہ انسان کو ہوتی ہے چنانچہ اسی لئے خدا کی عبادت کی تکلیف انسان کو دی گئی ہے نہ باقی حیوانات
کو پس میں کہتا ہوں جب آپ نے امور مذکورہ کی تصدیق سے اس بار پرانکا کر لیا کہ آپ کو علوم کے
محض میل انسانی ہی کا پتہ لگ سکا اور اسکے سوا کسی چیز کو جیسے کہ روح آپ نہ جان سکتے علیٰ ہذا القیاس
حیوانات میں بھی آپ ارواح کو نہ دریافت کر سکے تو سنئے کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر
متفق ہیں کہ انسان کے ایک روح ہوتی ہے جسے کہ اُسکے بدن سے تعلق ہوتا ہے لیکن ہاں اُس کی
حقیقت سے بحث کرنے میں انہوں نے اختلاف کیا جو پس بعضوں نے تو اُس میں خوص نہیں
کیا اسلئے کہ صاحب شریعت سے اُسپر کوئی دلیل نہیں وارد ہوتی تھی ان لوگوں کے طریق پر ان شرعی
نصوص کے تصدیق کرنے کے لئے جو روح کے وجود پر دلالت کرتی ہیں صرف یہی اعتقاد رکھنا کافی
ہے کہ انسان کے روح ہوتی ہے اور وہ ایک موجود ہے جس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا
ہے اور اُسکے وجود کے قائل ہو جانے سے عقل کے ذرا بھی خلاف نہیں لازم آتا۔ رہا اس کا محسوس
نہ ہونا یہ اُسکے عدم کو مقتضی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہم اُسکو اُسکی لطافت کی وجہ سے محسوس کرتے
ہوں جیسے کہ ایتھر جیسے آپ لوگ قائل ہیں حالانکہ آپ نے کہی اُسے محسوس نہیں کیا یا اُسکو بہت
باریک اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہم اُسکا ادراک نہ کر سکتے ہوں جیسے کہ وہ حیوانات جو بذریعہ
خود میں (دانی کر اسکو) کے نظر آتے ہیں یا کسی اور وجہ سے اور ان میں سے بعض لوگوں نے
اُسکی حقیقت سے بحث کرنے میں خوص کیا ہے چنانچہ بعض محققین نے کہا ہے اور وہ شیخ
نوحی ہیں جیسا جوہرہ کے حاشیہ البیرونی ہے کہ روح کے بارہ میں غنہ اقوال میں سب میں ہاؤ

صحیح بعض محققین (وہ امام الحرمین ہیں) کا یہ قول ہے کہ روح ایک لطیف شفاف بالذات زندہ جسم ہے جو اجسام کثیفہ میں اسی طرح رگ و پے میں سرایت کرتے رہتا ہے جیسے کہ بنتر شاخ میں پانی۔ پھر بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بدن میں اس کی جات و فرامعلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مقربہٹ ہے بعض کہتے ہیں قلب کے قریب ہے بعض کہتے ہیں قلب ہی ہے۔ پھر انہوں نے نفس حقیقت انسان اختلاف کیا ہے۔ پس بعض کہتے ہیں (اور وہ جو ہر متکلمین ہیں) جیسا کہ رازمی وغیرہ میں ہے کہ انسان بدن ہی ہے لیکن ہاں اس کو روح ہوتی ہے (جیسا کہ پیشتر لکھ چکا) جو اس کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور روح کے متعلق ہونے سے خدا کے پیدا کرنے کے باعث سے بدن کو حیات حاصل ہوتی ہے بعض کہتے ہیں کہ انسان مجموعہ روح اور بدن کا نام ہے۔ اور بعض قائل ہیں جن کی تعداد بہت کم ہے کہ انسان فقط روح ہی ہے اور بدن صرف اس کا قالب ہے۔ لیکن بعد اسکے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے اور اُن کے بدنوں کے فنا اور منتشر ہو جانیکے بعد انکے بدنوں کو دوبارہ بنا کر انہیں ضرور زندہ کرے گا۔ اور اُن کی ارواح کا اُن کے بدنوں کے ساتھ تعلق پیدا کر دیگا اور اُن سے حساب لیا گا پھر اُن میں سے بعض کو جنت یعنی جزا کے مکان میں داخل کر دیگا اور بعض کو جہنم یعنی سزا کے مکان میں داخل کر دیگا اور یہ دوبارہ زندہ کیا جانا اور جزا کے تواضع ہیں سب کچھ اسلامی دین کے قطعی اصولوں میں سے ہے جس پر ان سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ دین کے ضروری معلومات میں سے ہے یہاں تک کہ جزا سکے ممکن ہونے یا اس کے واقع ہونے سے انکار کرے وہ اسلامی دین سے خارج ہو جاتا ہے شرعی نصوص میں بکثرت مقامات پر اس کی تصحیح موجود ہے اس پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ اور ان نصوص کی تصدیق کرنے

اور محبت مذکور دوبارہ زندہ کئے جانے کے اعتقاد رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس بات کا اعتقاد کر لیا جائے کہ حساب کے لئے بدن کو اسکے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور ارجح کا اُن کے

شرع کر دی گزشتہ حال کے خیالات کے موافق ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث بھی یہ کتاب خالی نہ رہے اس لئے اسکے متعلق ہم ایک مفید مضمون بطور اضافہ کے نقل کرتے ہیں جسکو ہم نے فاضل حکیم علی صاحب ڈیڑھ مرتبہ عالم کی تقریر دلیپور سے خلاص کیا ہے جس میں امکان کے گذر کر وقوع کو قریب بعظم کر دکھایا ہے اب قیامت و بعثت کا مضمون مکمل مرتب ہو جائیگا وہ مضمون مفید یہ ہے۔ آپ لوگ کہتے ہیں سائنس کا یہ مسلمہ مشکل ہے کہ انرجی دینی کسی کام کرنے کی قوت یا قوت مقابلہ پر غالب آنے کی قوت جسکو قدیم فلاسفہ کی اصطلاح میں مبدئیل کہہ سکتے ہیں کبھی ضائع نہیں جاتی اور جو چیز حرکت کر رہی ہے اگر اسکا کوئی روکنے والا نہیں ہے تو ہمیشہ اسی طرح حرکت کئے جائیگی چنانچہ پروفیسر بل فورٹ اسٹورٹ نے بھی کئی کمنٹریشن آف انرجی (انرجی کبھی ضائع نہیں ہوتی) میں اسکو ثابت کیا ہے اسلئے زمین اور دیگر سیارے جس طرح اب حرکت کر رہے ہیں اسی طرح برابر حرکت کئے جائیگے اور اسی کے بھر دوسرے پر آپ بڑے عوسے سے کہا کرتے ہیں کہ جب انرجی ضائع نہیں جاتی اور حرکت میں رہنے والی چیز ساکن نہیں ہو سکتی تو پھر کیونکہ دنیا کا خاتمہ ہو گا میں کہتا ہوں آپ انہی میں کہ زمین میں حرکتیں ہیں ایک ٹھوس مٹی مٹی روزانہ جس سے وہ چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک مرتبہ اپنے محور پر گھوم جاتی ہے۔ اور دوسری حرکت دوری یا سالانہ جس سے وہ سال بھر میں آفتاب کے گرد گردش کرتی ہے اور یہ دونو حرکتیں بوجہ گرہ کے حرارت میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں اور زمین کی تیزی رفتار میں کمی آتی جاتی ہے روزانہ حرکت میں کمی ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ وہ جزر (جما ہن تاب کی کشش سے متاثر ہو) کی حرکت یا رفتار زمین کی حرکت سے (جو اپنے محور کے گرد ہر خلافت سے) اس سے زمین اور پانی میں بے شمار گرہید ہوتی ہے جس سے پانی بانسوں اور پٹیاں ہوجاتا ہے اور یہ گرہاں اگر چہ وہیں گھومنے والی زمین کی رفتار کو فوراً روک یا کم تو نہیں کر سکتی مگر اُن قدر رفتہ رفتہ اس کے در کو کم اور رفتار کو مست کرتی جاتی ہے تاکہ اس عوسے کا ثبوت اُن نمونوں کی تحریرات سے آپ کو مل سکتا ہو جنہوں نے گزشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف کو اپنی حساب سے دریافت کیا اور اسکا مقابلہ اپنی تاریخ کی کتابوں سے کیا کہ وہ کب پڑے تھے اور کون کون سے نواح میں یہ بات اُن کو معلوم ہوئی کہ گزشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف اور حال کے کسوف و خسوف میں فرق ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین کی روزانہ حرکت میں بہ نسبت سابق کے اب کمی ہے اور اگر فی نتیجہ اس گرہاں پر جو گلاب چوبیس گھنٹہ میں اپنے محور کے گرد دورہ کر جاتے ہیں زمین اس قدر کہ ابھی اس قدر زمانے میں حرکت کر سکے گی جبکہ عرض میں کہما ہن تاب حرکت کرتا ہے یعنی فیئٹس من بارہ ساعت چوبیس فیئٹس اور تین بارہ گھنٹہ اگر موقوف ہو جائیگی سالانہ حرکت کی قوت میں کمی نہ ہوگی وجہ یہ ہے کہ خلاصہ حال ہونے کا مسئلہ فلسفہ میں ابھی طرح مائل ہو چکا ہے اور یہ ابھی سائنس نے خوب

سے عومی حرکت وضعی ہے اور دوری حرکت اپنی ہے، مترجم

ساتھ مکر تعلق پیدا کرنے کے ذریعے سے باعث اور اس کے توازن ضرور واقع ہونگے اور یہ اعتقاد اس طرح پر جو ناپا ہے جس میں کوئی عقلی محال لازم نہ آئے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ میں ہیں اور ظاہر ہو کہ جو

اربعہ حاشیہ نمبر ۳۰) اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ زمین اور آفتاب کے مابین کوئی مادی چیز ضرور ہے جس کو ایفیر سے تعبیر کرتے ہیں اور جب ایسی مادی چیز موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں اور گھومتی ہوئی زمین میں اگر پیدا ہو جس کے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی در فرق واقع ہو گا کیا موم دارنارہ جس کو انگریز گٹ کہتے ہیں جبکہ وہ غائب ہوتا ہے اور پھر جب وہ طلوع ہو گا محسوس ہے اچھی طرح معلوم ہے لیکن آبرو ریش (منشاہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کمی سی لود کی حرکت کی وجہ سے ہے جو ہوا کی طرح سیارہ کے مابین میں واقع ہے یا وہ سیارہ کے اندر ہی طرح حرکت کر رہے ہیں جس طرح پانی کے اندر چھایاں یہ گڑبڑ زمین کی حرکت کے مقابلہ میں گویا بت کم ہے یہ کہنا چاہئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن فن کی حرارت کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کرے گی اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ کل سیارہ کی حرکت میں فرق آ جائیگا اور حرکت کرنے کی انرجی دقت حرارت میں تبدیل ہو جائیگی۔ گرواس فتح پر پرفیسر مل ہنڈاسٹوٹ کی کتاب کہہ دین آف انرجی دائرہ کے متعلق نہیں ہوتی، ہمارے ساکت کرنے کے لئے کھول کر کھدی جائیگی مگر ہمارے کو اس کے کچھ نقصان نہیں پہنچتا ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضائع ہو جائیگی بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کی انرجی حرارت کے قالب میں بیٹھ جائیگی اور پھر اس وسیع اور پرفضا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی جاندار جانبر نہ ہو سکے گا۔

انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہونا گویا زمین کی آنکھ سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اس کے بعد بھی کچھ دنوں اس میں پیش واکہ متحرک جسم کے ہونے پر انرجی کیا ہوئی کہاں گئی لیکن بعض بعض فلامنوں کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ نیوٹن پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ تھا کہ شاید انرجی حرارت میں تبدیل ہو جاتی ہو اور پھر تو پورے تحقیق میں سے یہ معذرتی ہوئی۔ بنجمن ٹامسن۔ کوانٹ۔ کرنفرڈ۔ سی کوئین۔ میر۔ کولڈنگ۔ اوہیرن کی تحقیقات سے اس مسئلہ کو بہت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پس ایسی بنا پر ہم بھی اس کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر ضلکی جاندار مخلوق کی حیات مبنی ہے اب غراب ہوتی جاتی ہے حرارت تمام عالم میں پھیلتی جاتی ہے۔ سوال بسال اس کو ترقی ہوتی جاتی ہے کہ اس کا بڑھنا ابھی محسوس نہیں ہوا کیونکہ کہہ سکتا ہے کہ آگے چل کر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اس کے بڑھنے سے ہم اچھی طرح واقف نہ ہو جائیں گے۔ سرفوٹا ماسن کہتے ہیں کل یونیورس عالم ایک سٹم منتظم ہے جس کی ابتدائی اور ختم ہو گا اس لئے کہ وہ اس کی حالت ہمیشہ ایک مثال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹھہر سکتی، ہمارا رائے حال کے تحقیق سائنس میں سے پروفیسر گال اور ہارٹن جی

عہ دیکھو انسان ایک ویڈیا بٹھانے والا ہے۔ دیکھو یا پروفیسر ٹڈنڈا آف سائنس بائی گال اینڈ رابرٹسن

عقلاً ممکن ہو ضرور خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اُن کے لئے ضروری نہیں کہ اس دوبارہ پیدا کر جانے کی تفصیل اور اس کی کوئی کیفیت بھی جو عقلاً ممکن ہو انہیں معلوم ہو کیونکہ ان کی شریعت کی جانب سے انہیں اس کی تکلیف نہیں دی گئی لیکن جب اُن پر اُن کے مخالفین کی وجہ بحث کے منکر میں اس قسم کے اشکالات وارد کئے جن سے بدن کے دوبارہ پیدا کر نہیں جاتا عقلی محالات لازم آتے ہوئے معلوم ہوئے تو انکو ضرورت پڑی کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں اور اس کی ممکن کیفیت کے بارہ میں اپنے مخالفین کی تسکین کرنے کے لئے اس کی تفصیل میں غرض کریں اور غور کر کے کوئی ایسی ممکن کیفیت بیان کریں جس سے عقلاً ممکن ہو سکے اور کمزورین انکو بخیرالات پریشان ہوں۔ چنانچہ جو اشکالات بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر مخالفین کی جانب سے اُن پر وارد کئے گئے ہیں اُن میں زیادہ تر مشہور یہ ہیں کہ انسان اپنے مادہ کی وجہ سے انسان نہیں ہو بلکہ اپنی صورت کی وجہ سے اور انسانی افعال اس کی صورت ہی کے پانچو جان کی وجہ سے صادر ہوئے ہیں چنانچہ مادہ ہو جو جب اس کی صورت باطل ہو جائیگی اور مادہ اپنے اصول یعنی غناصہ کی جانب لوٹ آئے گا تو دوسرے سے انسان ہی نابود ہو جائیگا پھر جب اسی مادہ سے انسان کی جدید صورت بنائی جائیگی تو اس سے دوسرا انسان پیدا ہو گا نہ یہ کہ پہلا کیونکہ دوسرے میں پہلا انسان کا صرف مادہ موجود ہے نہ اس کی صورت اور وہ قابلِ حیات

فہم
دوبارہ پیدا کر جانے کی بات
مسلمان کی عقل و اعتقاد
کے لئے نہیں اور ان
اور مخالفین کا جواب
جو خدا سے اور خدا کے لئے ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۲) نے کیا خوب کہا ہے اگر ہم یونیس کو ایک ایسا لپ فرض کریں جو نہیں جانتا تو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے لیکن اگر اسکو مثل ایسے لپ کے خیال کریں جو جانتا ہو تو ہم کو اسکا پورا یقین ہے کہ وہ نازل جو نہیں جانتا اور ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ کل جہاں دنیا کے مختلف مقامات کی آبادی اور کئے کئے کاموں کا مدارات کے مختلف شعبوں اور کچھ پر ہے جسکا اعتدال اس تین بات پر منحصر ہے جو آفتاب زمین اور سیاروں کے مابین بھرا ہوا ہے۔ اور جو سیاروں کی مختلف حرکتوں کو گردا گرد کر رہا ہے مگر انہی کے حرارت میں تبدیل ہونے سے جب اس ایہر کا ٹھہر پھر اپنی حد سے تجاوز کر جائیگا تو دنیا رہنے کی جگہ نہیں رہیگی نباتات زمین پر کمین نام نہر پھیل جائیں گی کنوئیں ٹوٹ جائیں گے دریاؤں میں خاک آجائیگی۔ اور پھر کل دنیا کریمہ پر نہ کیا انسان کیا جو ان سب مکرر ہوائیگے سیاروں کے حرکت کرنے کی توت لازم ہے حرارت میں تبدیل ہوتے ہوئے بہت کم رہ جائیگی تو اس کی حرکت کا آخری نتیجہ ہو گا کہ سب تیارے کسی وقت میں آفتاب کے درجہ میں گئے حشر برپا ہو جائیگا۔ زمین پھٹ جائیگی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑیں گے بہت سی کایہ مارا طلس ٹوٹ جائیگا۔ اور یہی دنیا کا خاتمہ ہے اور ہر

یا قابلِ مذمت اور مستحقِ ثواب یا عقاب اپنے مادہ کی وجہ سے نہیں ہر ملک اپنی صورت کی وجہ سے
پس لازم آتا ہے کہ جس انسان کو ثواب یا عقاب دیا جائے گا وہ کمو کار یا بدکار انسان ہو بلکہ ایک دوسرا
انسان ہو جو مادہ میں اُس کا شریک ہے۔ اور نیز یہ اعتراض کہ جب کوئی انسان کسی انسان کو کھا جائے
تو اُس کی غذا بنانے کی وجہ سے دونوں ایک ہو جائیں گے پس بحث کے وقت دو روح ایک
انسان کے ساتھ کیسے متعلق ہوں گی۔ اور نیز یہ اعتراض کہ اکثر رُخسے زمین پر پرانے مردوں کی لاشوں کے
اجزاء ہیں اور اُن میں بہت کچھ کاشتکاری کے لئے درخت لگائے گئے اور اُن سے لوگوں نے غذا
حاصل کی اور یہ غذا گوشت اور خن بن کر اُن کے بدن کا بھی جز ہو گئی۔ پس ایک اصل اور ایک مادہ
اتنے بہت سے آدمیوں کی صورتوں کے لئے کیونکر ہو سکیں گے؟ ان شکالات کے مقابلہ میں
پیروان محمد علی احمد علیہ وسلم اُن کو دفع کرنے کے لئے اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت
علم اور اُس کی عظمت قدرِ مذہب جن دونوں پر کہ اُس کے صنوعات کے عجائب اُس کے اعمال کو غائب و
مقائل کے ذریعہ سے یقینی دلیل قائم ہو چکی ہے۔ ان دونوں کے لحاظ سے بحث کا ایسے طور پر
ہو جانا جس سے وہ محالات جزاء یا شکالات میں لازم کئے گئے ہیں لازم نہ بنیں اور ابھی مستبعد نہیں
ہے اور بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ کسی ایسے طریق پر
واقع ہو گا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے ہمارے لئے بالکل کافی ہے اپنے ایمان کے صحیح کرنے
کے لئے نہیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُس کی کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالیٰ اس میں جاری
کر گیا ہمیں اُس کا تفسیر نہ ہے۔ اسی لئے کہ کرنا چاہئے لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کرنے اور کمزوریوں کو
کے خیالات پر مبنی۔ یہ بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے اجزاء ٹوٹتے جائیں گے وہ سب
اصلی اجزاء ہونے کے معنی وہ اجزاء جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں نہ زیادہ اجزاء ایسا ہی اُس شبہ کے
جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کو دوسرا انسان کو کہا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع الحواص اور اُس کے
حاشیہ کمال سے نقل کر کے یاقوت میں اصلی اجزاء اور زائد اجزاء کا ماننا مذکور ہے اور اسی امر
مظاہریت ہے کہ کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات نہ حیات میں سب بدن سے اجزاء تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور بجا ہونے کے ذریعہ

انسان کے مذہب کے
اجزاء جو ہیں مذہب
و نفسیہ اور سب
کے بعد زندہ ہونے
کی اس بنا پر توجہ

سے باقی شجوں کا بھی جواب دیا جاسکتا ہے جیسے کہ میں ابھی اس کی تقریر کرتا ہوں پس کمن اضرنا ہو سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ جس کا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزاء کو متفرق ہونے اور اپنی صورت کے زایل کرنے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزاء کی ترکیب میں نہ داخل ہونے سے چاہے وہ زائد اجزاء کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزاء ان کے منتشر ہونے کے وقت ان سے جدا ہو جائیں گے پھر بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت روح کا تعلق خدا انہیں اصلی اجزاء کے ساتھ کر دے گا اور ان کے ساتھ کچھ زائد اجزاء بھی ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ وہی اجزاء ہوں جو قبل موت کے ان اصلی اجزاء کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے ہوں اور نعمت و عذاب کا احساس صرف روح اور انہیں اجزاء اصلیکہ کو ہوگا۔ اس کیفیت پر یہ بخوبی صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزاء کے ساتھ دوبارہ تعلق پیدا کیا گیا ہے بعد اسکے کہ ان اجزاء سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزاء میں حیات لوٹائی گئی ہے اور ان کے ساتھ زائد اجزاء ملا دیئے گئے ہیں جن کے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں پس اب نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا جائیگا وہ اس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ دو روحوں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہی کہ بہت سے آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہو گا بلکہ اصلی اجزاء کے ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کی وجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اسی طرح بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت بھی اسی روح کے انہیں اصلی اجزاء کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے بعینہ وہی انسان ہو گا اور خدا کا علم اور اس کی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کر نیکی خدا کے دوسرے اجزاء جو بدن بنتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزاء میں ہوتی ہوگی یا صرف بعض میں تبدیلی ہوگی اور بعض اجزاء اولیٰ سے آخر تک باقی رہتے ہونگے اولیٰ تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزاء بدل جائیں جبکہ وہ انسان دراصل انسان نہیں بن سکتا بلکہ اس میں صرف اس کی روح کا اعتبار ہے اور ثانی تقدیر پر اصلی اور زائد اجزاء ثابت ہو جائیں گے۔ بہر حال دونوں تقدیر پر انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بلا تکلف ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم

میں جس سے کوئی بھی محال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر کسی قدر قی قانون کے زیرِ عجز سے انجام پائے یا با کسی قانون کے اور ہمارا اُن کو نہ دیکھنا اُن کے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم صرف زائد اجزاء کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزاء خواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں آ سکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس ایتھرو وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی مضمون بحث اور دوبارہ زندہ کچھ جاننے کے ساتھ ناطق ہیں اس لئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر ایسے طریق پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمارے دوسرے تفصیلی کیفیت کا بیان کرنا ضروری نہیں اور اگر اسکی ضرورت ہی ہو تو ہمارے خیال میں ایسی ہی کیفیت جبکہ ہم نے تفسیر کی عقل کو تسکین بخش کر اور اشکالات کے رفع کرنے کے لئے بالکل کافی و کافی ہے۔ زیادہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس مقام کی توجیہ اور توضیح ایسے طور پر ممکن ہو کہ جن شرعی مضمون پر اعتقاد کے بارہ میں ہمارے اُن میں سے کسی کے بھی خلاف نہ پڑے اور اس مقام پر ضرورت ہو کہ میں امت محمدیہ کے علماء کا کچھ کلام اسکے پیشتر ذکر کروں تاکہ اُسکے سمجھنے کے بعد یہ توجیہ اچھی طرح حل ہو سکے۔

نہیں سنئے کہ شریعت محمدیہ کے علماء کا باریں جو جس شخص نے اس بات پر کہ اصلی انسان اسٹھانچہ کے علاوہ ہے استدلال کیا ہے (امام رازی ہیں اپنی تفسیر کہیں میں ذکر کرتے ہیں) چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اس بات کا تو ہمیں بھی علم حاصل ہے کہ بدن کے اجزاء کمی اور زیادتی کے اعتبار سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ فربہ اور لاغر ہونے میں اور یہ بات بھی بالبداهت معلوم ہوتی ہے کہ تبدیل اور تغیر ہونے والی شے بدن ثابت اور باقی رہنے والی شے (انسان) کے متاثر ہے اور ان دونوں باتوں کے ملانے سے اس کا قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انسان اس مجبوعی بدن کا نام نہیں ہے بلکہ انہوں نے کہا کہ انسان کبھی زندہ رہتا ہے یا وجود دیکھ

امام رازی کا
اسٹھانچہ کا
کہ انسان بدن کا
تمام نہیں کچھ
اور شے ہے
اس کا متقلب
۱۲ ہے

محض مقصود اس تفسیر سے اپنے مقابل کو الزام دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات دکھلانا ہے کہ علماء امت محمدیہ کی کیا رائے ہے تاکہ اگلے

چکر جہاں حالات ممکنہ بیان کئے جاویں اُس میں شبہ بغالفت رائے علماء امت کا نہ ہو۔ و اللہ اعلم۔

اُسکا بدن مردہ ہو جاتا ہے۔ پس ضرور ہو کہ انسان اس بن کے مغائر ہو اور جو کچھ ہم ذکر کیا ہو اس کے صحیح
 ہونے کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے "وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ حَيَاءٌ
 عِنْدَ رَبِّهِمْ ذُقُوا" یعنی اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو ہرگز مردہ نہ خیال کر بلکہ
 وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔ پس ایضاً سبارہ میں صحیح ہے کہ مقتول زندہ ہیں
 حالانکہ بذریعہ جن بن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ
 کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "انبياء الله تعالى لا يموتون ولا يلقون
 من دار الى دار" یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرنے لیکر ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے
 جاتے ہیں۔ علیؑ القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "القبور حشر من رياض الجنة" اور حشر
 من حشر الناس یعنی قبر یا تو باغ جنت ہیں سے ایک باغ ہوتی ہے یا آگ یعنی دوزخ کے خندقوں
 میں سے ایک خندق۔ پس جبکہ مخصوص بات پر دل میں کہ انسان بن کے مرنے کے بعد زندہ
 رہتا ہے حالانکہ باہر بہت عقل و فطرت اور تو اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہو اور اگر ہم اسکا احوال
 میں زندہ ہونا جائز رکھیں تو اس طرح کی ننگی تمام جاہلات میں ہوگی۔ اور یہ زور دھوکہ ہے۔ اور جب یہ
 ثابت ہو گیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ تو لازم آیا کہ انسان بن نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے۔
 پھر انہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے جن لوگوں کا مسخ ہو جانا معلوم ہو اور ان کی نسبت کہا جا
 سکتا ہے کہ حالت مسخ میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اس انسان کو مار ڈالنا اور
 اس حیوان کو جسکی جانب وہ مسخ ہوا تھا از سر نو پیدا کرنا ہو گا حالانکہ مسخ اسے نہیں کہتا اور اگر ہم کہیں
 کہ مسخ ہوجانے کی حالت میں بھی ہی انسان زندہ ہے تو اس تقریر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان
 اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ یکیل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہو کہ انسان اس بن کو مغائر کوئی شے ہو
 پھر انہوں نے کہا ہے واجب ہو کہ انسان کے لئے صاحب اور اک عقلی ہونا ضروری اور ادراک عقلی
 قلب ہی میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ بدن میں پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہئے جو قلب میں موجود
 ہو اور جب یہ ثابت ہو تو اس بات کا قائل ہونا کہ انسان باقی یکیل اور اسی بن کو کہتے ہیں باطل ہو گیا۔

اسکے بعد انہوں نے اسپر کہ انسان کو علم تمنا ہو اور نیز اس پر کہ وہ قلب میں ہو اگر تاہی استدلال کیا ہے جس کا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

پھر جاننا چاہئے کہ قرآن شریف کی نصوص میں خدا کا یہ قول ارادہ ہوا ہے "واذا اخذنا دیک من بنی آدم من ظہودہم ذریعتہم واشہدہم علی انفسہم۔ الست بیکم قالوا بلی شہدنا" جس کا ترجمہ یہ ہے اور جب تیرے رب بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُن کے نفسوں پر انہیں کو شاہد بنا کر کہا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو وہ کہنے لگے بیشک۔ (تو ہمارا پروردگار ہے ہم اسکی شہادت دیتے ہیں۔) اور اس نص کی تفسیر حدیث میں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر منقول ہے یہ وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی کل اولاد کو ذریعہ کی حیثیت پر اُن کی پشت سے نکالا۔ پیر و ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء نے اس مقام پر کہا ہے۔ جیسا کہ تفسیر حلالین کے حاشیہ حمل میں تفسیر خازن نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم کی اولاد ذریعہ کے مانند اُن کی پشت سے نکالی پھر اُن ذریعوں سے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اُن کی اولاد کو ذریعوں کو مانند نکال لیا پھر اُن ذریعوں میں سے بھی اُن کی اولاد کو ذریعوں کے مانند نکالا پھر اسبطرح یہ سلسلہ نوع انسانی کی انتہا تک چلا گیا پھر اُن سب میں عقل فہم حرکت اور گویائی کو پیدا کر کے انہیں اپنے قول الست برکم کے ساتھ خطاب کیا اسکے جواب میں سب نے بلی (بیشک) یعنی تو ہمارا رب ہے کہا اسکے بعد نب کو آدم کی پشت میں پھونسل کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذریعہ سے خود منی بن گئے ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ ذریعہ سے اپنی اصلی حالت پر محفوظ ہوں اور جس مادہ منویہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اُس مادہ میں وہ منتقل ہو جاتے رہتے ہوں۔ اور حقیقت حال کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ (ایسا ہی حمل میں بالاختصار مذکور ہے) اور بعض نے کہا ہے جیسا کہ حمل میں شعرانی سے منقول ہے کہ فہم کے قریب تر جیسا کہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو اُن کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالوں کے مسامات کی راہ سے نکال لیا پھر یہ کہا ہے کہ انہوں نے گویائی کے ذریعے سے جواب دیا اور وہ اس حالت میں صاحب عقل اور زندہ تھے کیونکہ

جب ان میں اولاد
آدم سے پیدا ہو گیا
تو کہے اسکی تفسیر
و قریب اور علم و فہم
و غیرہ کے موافق
اسکا ثبوت ۱۲

عقل کے نزدیک یا مجال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باوجود اس قدر چھوٹے ہونے کے حیات اور عقل دیدی ہو دہیں کہتا ہوں کہ میں نے وہ حیوانات جو بذریعہ انکسکوب (خود بین) کے نظر آتے ہیں دیکھے ہوں گے اور زیر یہ کہ جس قدر اور انہیں حاصل ہے جس کی جہت سے اپنے رزق کے حاصل کرنے کی سعی کر سکتے ہیں ان میں تو اللہ و مائل ہوتا ہے۔ ایذا رساں چیزوں کے سچے ہیں۔ ان کی راہ میں اگر کوئی دوسرا آجائے تو وہ کمتر جاتے ہیں تو اسے تو اس امر میں کچھ بھی تعجب نہ ہو گا اور خدا کے علم و قدرت کو لحاظ کر کے اس کو ذرا بھی مستبعد نہ سمجھیں گے اور یہ بھی نہال ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا لفظ نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاق انہیں پر آیا کرتا ہے جن کی صورت بھی بن چکی ہو چھ کرما ہے ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے ان کو زندہ نکالا ہے کیونکہ ان کو ذریت کہا ہے اور ذریت نڈوں ہی کو کہا کرتے ہیں اس لئے احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپوں کی پشت کی تاریکی میں ان میں ارواح داخل کر دی ہوں اور دوسری مرتبہ ان کی ماؤں کے پیٹ کی تاریکی میں ان میں ارواح پیدا کرے گا اور تیسری مرتبہ اُس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اس قول "خلقاً من بعد خلق فی ظلمت ثلاث" کا مطلب ہے (یعنی تین تاریکیوں میں یکے بعد دیگرے پیدا کرنا) خدا کی عادت اسی طرح جاری ہوئی ہو چھ کرما ہے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹایا تو ان کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد زمین میں لوٹا نے کے وقت کیا کرتا ہے اُس کا قیاس اسی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ ان کی روحوں کو قبض کر لیا کرتا ہے اور زمین میں ان کو لوٹا دیتا ہے۔ اس لئے باختصار شرعانی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا (اور مشہور اماموں میں سے بعض نے امام ابو طاهر اپنی کتاب سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شرعانی کی کتاب ایوانیفت سے معلوم ہوتا ہے سابق الذکر شجھوں کے جواب میں جو بحث پر وارد ہوئے ہیں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ذرہ پہلو زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں ملتا۔ اور وہ وہی جز ہی جو قائم رہتا ہے

عقل کے نزدیک یا مجال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باوجود اس قدر چھوٹے ہونے کے حیات اور عقل دیدی ہو وہیں کہتا ہوں کہ شبیں نے وہ حیوانات جو بذریعہ ماکر اس کو ب (خود بین) کے نظر آتے ہیں دیکھے ہوں گے اور نیز یہ کہ جس قدر اور اک انہیں حاصل ہے جس کی جہت وہ اپنے رزق کے حاصل کرنے کی سعی کر سکتے ہیں ان میں تو اللہ و ناسل ہوتا ہے۔ ایذا رساں چیزوں کے سمجھتے ہیں ان کی راہ میں اگر کوئی دوسرا آجائے تو وہ کمتر جاتے ہیں تو اسے تو اس امر میں کچھ بھی تعجب نہ ہو گا اور خدا کے علم و قدرت کو لحاظ کر کے اس کو ذرا بھی مستبعد نہ سمجھیں گا اور یہ بھی مثال ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا لفظ نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاق انہیں پر آیا کرتا ہے جن کی صورت بھی بن چکی ہو پھر کہا ہے ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے ان کو زندہ نکالا ہے کیونکہ ان کو ذریت کہا ہے اور ذریت نذول ہی کو کہا کرتے ہیں اس لئے احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپوں کی پشت کی تاریکی میں ان میں ارواح داخل کر دی ہوں اور دوسری مرتبہ ان کی ماؤں کے پیٹ کی تاریکی میں ان میں ارواح پیدا کرے گا اور تیسری مرتبہ اُس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اس قول "خلقاً من بعد خلق فی ظلمت ثلاث" کا مطلب ہے (یعنی تین تاریکیوں میں یکے بعد دیگرے پیدا کرنا) خدا کی عادت اسی طرح جاری ہوئی ہو پھر کہا ہو ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹایا تو ان کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد زمین میں لوٹانے کے وقت کیا کرتا ہے اُس کا قیاس اُسی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ ان کی روحوں کو قبض کر لیا کرتا ہے اور زمین میں ان کو لوٹا دیتا ہے۔ امتیازاً بخصاً شعرائی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا اور مشہور اماموں میں سے بعض نے امام ابو ظاہر اپنی کتاب سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شعرائی کی کتاب الیواقیت سے معلوم ہوتا ہے سابق الذکر شجھوں کے جواب میں جو بحث پر وارد ہوئے ہیں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ذرہ پہلو زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں ملتا۔ اور وہ وہی جزیرہ جو قائم رہتا ہے

ہیں جن پر سوا سے اسکے اور کوئی حالت طاری نہیں ہوتی کہ روح اُن سے نکل جاتی ہے اور زندہ اجزا اُن سے جدا ہو جاتے ہیں اور لعث میں انہیں کی جانب روح لوٹا دی جائے گی اور زندہ اجزا انہیں کے ساتھ ملا دیے جائیں گے۔ اور بیشتر گزر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے۔ اُس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اس کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفاف اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں پانی۔

ابن سبک کے علوم
کے موافق بحث و نشر
کی تقریر۔ اور علم
خدا و وحی کی عبارت
سے اُن کی عبارت
ثابت کرنا ۱۱

پس جبکہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تقریر کرنا ممکن ہے جس سے بحث و سوال قبر اور اسی کے مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں۔ سب دفع ہو جائیں اور کمزوروں کو خیالات پریشانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ اتیر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع پر بنایا جس سے روح کی نسبت جتنے خواص منکر کئے جاتے ہیں اور شرعی مفوض سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور وہ جن میں یہ ہیں کہ وہ (درواح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنی اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے مائیکلی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حائل کرتی ہے تو اُسے لہجی حیات۔ اور اک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اور اس میں یہ سب خواص آ جاتے ہیں۔

روح کی مثال و تائید
کی جو جگہ کی
بدن سے نکل جاتی
ہے وہ زندہ ہو جاتا
ہے جسے کہتے ہیں
نفس یا تعلق جاتی
ہے تو اس میں ہی
قوت کشف جاتی
ہے ۱۲

دجیسے تفتا طیس کی حالت ہے کہ فواد کے ساتھ رگڑ دینے سے اس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ درج، باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا ذرہ ہے جو جسکو ہمارے حواس اور اک نہیں کر سکتے پھر اور اجزاء فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنا سے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے وقت حیات۔ اور اور کئی غیرہ اسکے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور اُن ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضا بھی بنا دیے ہیں

ہیں جن پر سوا سے اسکے اور کوئی حالت طاری نہیں ہوتی کہ روح اُن سے نکل جاتی ہے اور زندہ اجزا اُن سے جدا ہو جاتے ہیں اور لعث میں انہیں کی جانب روح لوٹا دی جائے گی اور زندہ اجزا انہیں کے ساتھ ملا دیے جائیں گے۔ اور بیشتر گزر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے۔ اُس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اس کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفاف اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں پانی۔

ابن سبک کے علوم
کے موافق بحث و نشر
کی تقریر۔ اور علم
خدا و وحی کی عبارت
سے اُن کی عبارت
ثابت کرنا ۱۱

پس جبکہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تقریر کرنا ممکن ہے جس سے بحث و سوال قبر اور اسی کے مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوتے ہیں۔ سب دفع ہو جائیں اور کمزوروں کو خیالات پریشانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ اتیر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت وضع پر بنایا جس سے روح کی نسبت جتنے خواص مقرر کئے جاتے ہیں اور شرعی مفوض سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور وہ جن میں یہ ہیں کہ وہ (درواح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنی اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے مائیکل ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حائل کرتی ہے تو اسے لہجی حیات۔ اور اک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اور اس میں یہ سب خواص آ جاتے ہیں۔

روح کی مثال و تائید
کی جو جگہ کی
بدن سے نکل جاتی
ہے وہ زندہ ہو جاتا
ہے جسے کہتے ہیں
نفس یا تفسیر
ہے تو اس میں ہی
قوت کشف جاتی
ہے ۱۲

جیسے تفسیر طلیس کی حالت ہے کہ نولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ درج، باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا ذرہ ہے جو جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے پھر اور اجزاء فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنا سے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے وقت حیات۔ اور ادراک وغیرہ اسکے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور اُن ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضا بھی بنا دیے ہیں

میں داخل ہو جاتے ہیں اور انہیں سے نکل آتے ہیں جیسو کہ آپ لوگ قائل ہیں۔

پھر ان روحوں کو عالم میں جہاں چاہا وہاں محفوظ رکھا پھر یہ ذرے حضرت آدم علیہ السلام کی مادہ منویہ میں جماع کے وقت ان کی زوجہ کے رحم میں آنے لگے اور ان زوجہ کے تخم میں حلول کرنے لگے۔ پس ان کی ہیکلیں ان تخموں سے منی کے ساتھ فلکربننے لگیں اور خدا اسکو طرح طرح پر تغیر کرتا رہا یہاں تک کہ ہیکل انسانی کی صورت بن گئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا پہلا ذرہ جو ان کی زوجہ کے تخم کی جانب منتقل ہوا تھا اس کے ساتھ ہی وہ بذر سے بھی منتقل ہو کر چلے آئے ہوں جب کا سلسلہ تو والد اس ذرہ سے چلنے والا ہو گا پھر اس پہلے ذرہ کی ہیکل سے جو منی نکلی اس کے ساتھ بھی یہ ذرہ اس طرح پر منتقل ہوتے رہے اور یہی کیفیت ان کی اولاد ذروں کی باقی اولاد میں جاری رہی اور اس دنیا کے اختتام تک یہی کیفیت رہے گی۔ اور شاید اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَقَبْلِكَ فِي السَّاجِدِينَ) میں حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے بعض کی تفسیر کے موافق اس جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہو جائیگا کہ آپ باپوں کی پشت اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور ہر ہیکل جب ایک محدود تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ روح کو بھیجتا ہے اور پس وہ اپنے ذرہ میں حلول کرتی ہے اور اس میں اور اس میں حیات اور حرکت کا سیران ہو جاتا ہے پس انسان روح اور اس ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اصلی اجزا کہتے ہیں اور یہ تمام عمر باقی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے روح کے عود کرنے سے حکم خدا زندہ ہو جائیگا اور جن سے کہ ہیکل بنی ہے وہ محض اجزا ہیں جو شب روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں پس جن اب اللہ تعالیٰ کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے ذرہ سے اس کی روح کو جدا کر دیتا ہے اس طرح پر اس سے اور نیز اس کی ہیکل سے جو زائد اجزاء سے بنی ہے حیات زائل ہو جاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آ جاتی ہے اس کے بعد ہیکل منحل ہو دلتی ہے اور اس کا پراگندہ ہو جانا اور کسی دوسرے کی ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی اتوں میں محفوظ رہتا

ہے اور دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے منتقل ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں ۱۱ مترجم

ہے جیسے کہ سونے کے ذرے بوسیدہ اور مغل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی حیوان کی ترکیب میں وہ داخل بھی ہو جاتا ہے تو وہ صرف اُس کی ہیکل کی ترکیب میں جزا و اجزاء سے بنتی ہے داخل ہوتا ہے اور تاہم وہ مغل ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ ہیکل مغل ہو جاتی ہے تو وہ ذرہ پھر اس سے علیحدہ ہو کر زمین کی تہوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اس حیوان کے اصلی اجزاء کی ترکیب میں داخل نہیں ہوتا غایت سے غایت اس ذرہ پر موت کی وجہ سے جو تغیر طاری ہوتا ہے وہ اُس کی روح کا اُس سے جدا ہو جانا اور اس کی ہیکل کا مغل ہو جانا ہے۔ اور جب خدا اس ذرہ کو زندہ کرنا چاہے گا تو اس کی روح کو پھر اس میں داخل کر دیگا پس اُس میں حیات اور روح کے باقی خواص آجائینگے اگرچہ اس کی ہیکل مغل کیوں ہو گئی ہو۔ اور اس موقع سے قبر میں سوال ہونے۔ نعمت اور عذاب کے دیئے جانے اور اسی کے مثل اور ان برزخی امور پرچین کی نسبت شرعی نصوص اور میں جوشہ کئے جاتے تھے سب حل ہو گئے اور شریعت سے یہ جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور تبدیل ہوتے ہیں اُس کی صورت بھی سمجھیں لگئی۔ پھر حسب اللہ تعالیٰ حساب کتاب کے لئے ساری خلق کو اکٹھا کرے گا تو ان انسانی ذروں کی ہیکلوں کو جو کہ اجزاء و اجزائیں تھیں دوبارہ بنائے گا خواہ یہ ہیکل انہیں اجزاء سے بنے جنسے کہ موت کے پہلے بنی تھی یا دوسرے اجزاء سے کیونکہ دار مدار تو ان اصلی ذروں کے تبدیل ہونے پر ہے زائد اجزاء چاہے تبدیل یا نہ بدلے۔

اور ان ذروں کو ان ہیکلوں میں داخل کر دیگا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ روح متعلق ہو چکی ہوگی اس لئے اس میں اور ان ہیکلوں میں حیات قائم ہو جائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اٹھ کھڑے ہونگے جیسو کہ اس میں نیامیں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت و علم اور عظمت قدرت اور کائنات میں ان ذروں کے آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شے بھی متنبہ نہیں معلوم ہوتی خواہ یہ ساری کائنات ان قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکا اللہ تعالیٰ نے ان میں اسی غرض سے کھدیا ہو اور جنکے موافق یہ سب انقضالات و انفصالات اور زائد اجزاء کے تکونات حاصل ہوئے ہوں انجام پائے یا بلا کسی قانون کے۔ اور اسی اہل سائنس جب آپ ان باتوں میں جنکے کہ آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹے ہونے

قطرہ بھر پانی میں اُن کے بکثرت پائو جانے۔ اُن کی حیات حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کو ادا کر کے مرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں ٹائیکراسکوب (خوروبین) کے ذریعے سے تحقیقات کر کے قائل ہیں خورکینکے تو آپ کو ظاہر ہو جائیگا کہ اس بات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحالہ نہیں کہ انسان کے ذروں میں حیات اور اس کے خواص حلول کریں اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ سب اُس میں پائے جائیں اور جب اس بات میں تامل کریں گے کہ انسانی پیکل میں کتنی کثرت سے مسامات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ ایک بالشت مربع میں چالیس لاکھ مسامات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے نکلنے اور اُس میں اُن کے دوبارہ داخل کئے جانے میں آپ کو ذرا بھی متوجہ نہ ہوگا اور امراض کے کیڑوں کا جیسے کہ لمبریا میں، بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہو کر منتقل ہو جانا۔ اور اُن کا دوران خون میں سرایت کر جانا یا ایسے امور میں جو ہمارے بیان کو آپ کی عقلوں کے اوپر بھی زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ اور حقائق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں آپ کے علوم و اکثری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ منی میں کیسے پائو جاتے ہیں جوڑ کے دونوں خضیوں سے نکلتی ہو اور مادہ کے تخم کو حاملہ کر دیتی ہے اور یہ کیڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور ٹائیکراسکوب (خوروبین) سے نظر آتے ہیں اور ایک کیڑا طول میں قیراط کے پانچ حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کیڑے کے سر کا طول قیراط کے پانچ حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی منوں کو اس طرح پرہا کر جس سے اُن کا سر مختلف سمتوں میں چلے منی میں حرکت کرتے رہتے ہیں اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی حرکت مستقل ہے خارجی کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ بشرطیکہ منی کے طبعی کارٹھیچین اور کثافت میں فرق نہ آنے پائے اور مادہ کے بدن کے اندر ان کی حرکت سبب یا آٹھ دن تک قائم رہتی ہے اور باہر جو بیس گھنٹہ تک اور اُن کی حرکت کا کوئی سمت معلوم ہی نہیں ہوتا

اور بعض علم فرمایا جی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک فیراط مسافت قطع کرتے ہیں انکا
 بڑا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی منی میں پانچ جاتے ہیں اور مادہ کے بعضہ یعنی
 تخم سے ان کا اچھو جانا حاملہ کرنے کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فرمایا جی کی کتابوں میں مذکور
 ہے۔ پس اس سے کونسا امر نفع ہو سکتا ہے کہ خالق سبحانہ نے منی کے انہیں کیڑوں کو بنی آدم کے
 ذروں کا جو کہ ان سے بھی چھوٹے ہوں عامل بنایا ہو اور وہ انہیں منی میں لئے پھرتے ہوں یہ بات کہ
 کہ ماں کے تخم میں انکو ڈالتے ہوں اور انسانی ہیکل جو زائد اجزاء سے بنتی ہے مادہ کے تخم کی نشوونما
 پانے سے بننے لگتی ہو اور تحقیقی انسان جس میں کہ روح حلول کرتی ہے اور اس میں اول حیات آتی ہو
 پھر اس سے تمام ہیکل میں مراعت کر جاتی ہے وہی ہو جسکے حامل یہ منی کے کیڑے تھے اور جسے کہ
 انہوں نے مادہ کے تخم میں داخل کر دیا تھا اور اسے ساتھی ہی وہ سب رہے یہی عقل ہو جاتی ہیں جو
 اسکی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں۔ اور اسکی ہیکل میں باقی رہتے ہوں حتیٰ کہ اس کی منی میں نکلو
 ہوں اور اسکی فروغ کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہو اور جب کیفیت
 ہو جس سے عقل اور شرع مانع نہیں تو پھر ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہ بابت عقل کا یہ قول
 مستحق ہو جاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہو کر اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے۔ یہ بخلاف اس بات
 جسکے آپ لوگ قائل ہیں کہ انسان صرف اپنے ماں کے تخم سے بنتا ہے اور باپ کی منی کی صرف
 حاملہ کر دینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔

پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھ لیا اور اسکے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اسلئے
 آپ صرف اسی کے قائل ہو گئے اور لوگوں کی رہائی ہیکل کے سوا کسی اور شے کی طرف بھی ہوئی
 اسلئے وہ قائل ہوئے کہ صلی انسان اپنے باپ سے جدا ہو کر آتا ہے اور ماں سے صرف اسکو انسانی
 ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جدا ہونا ایسا امر ہے جسکو بکثرت لوگوں کی عقلیں
 مانتی ہیں اور بابوں کی رستہ رشتہ و میلان جو اپنی ایکھا جاتا ہے اس سے اس کی کسی قدر
 تاثر پیدا ہو سکتی ہے۔

پھر علما و علم فرمایا جو جی نے عمل قلبی کے نظام یعنی اسکی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور اس کی واہی و تباہی و جمیں بتائی ہیں اور پھر خود ہی اُن کو توڑا ہے آخر کار جس امر پر اکر قرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پھر اُنہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی حرکت کا نظام اُن عصبی گانٹھوں سے پیدا ہوتا ہے جو قلب میں موجود ہیں پس اس نظامی عمل کے حقیقی مرکز یہی ہیں مگر اب تک اسکا پتہ نہیں لگا کہ عصبی مرکز منقطع اور منقطع عمل کیوں کرتے ہیں دُئی عمل کیوں نہیں کرتے یعنی اُن کی حرکت باقاعدہ اور رُک رُک کر کیوں ہوتی ہے برابر کیوں نہیں ہوتی رہتی

پھر اُنہوں نے کہا ہے کہ بکثرت تجربوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ قوتِ افہم جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے صرف ہی دورانِ خون کیلئے کافی ہے یہاں تک اُن کا کام ختم ہوا۔ پس جب آپ اس قول میں غور کریں گے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہو جائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام سیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب اُس میں روح حلول کرتی ہے تو اُس میں حیات پیدا کر دیتی ہے اور وہ یہ منتظرہ حرکت کرنے لگتا ہے اس سے دورانِ خون پیدا ہوتا ہے پھر اس سے تمام سیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھونا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہو سکتا کہ اس سیکل انسانی کی حیات اور اسکے اعصاب و عضلات کے اعمال کو لئے کافی عمل پیدا ہو جائے کیونکہ بہتیرے ایسے نہایت ہی چھوٹے آلات ہیں کہ جب اُنکو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گھمانے کے لئے کافی ہو اور اُس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جن کے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہو اور یہ بات تو انسان کے عمل میں پائی جاتی ہے تو پھر بھلا خیال تو کیجئے کہ خدا کے عمل میں آپ کے نزدیک کونسا استعداد باقی رہتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا علم اور کامل قدرت رکھتا ہو جس نے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیت پر پیدا کیا ہے جنکے خواص کو دیکھ کر نکرورد کو حیرت بھی ہو جاتی ہے اور عقلیں اپنے آپ میں نہیں رہتیں۔

بحثِ سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس تقریر پر حقیقی انسان ذرہ ہی ہے جو قلب میں حلول کئے رہتا ہے اور جسمیں

کہ روح حلول کرتی ہے پس اُس میں حیات پیدا کر دیتی ہے پھر اس ساری تکلیف حیات سہل کر جاتی ہے پھر یہ تکلیف محض اس بات کا آلہ ہے کہ اس عالم میں یہ ذرہ اپنے اعمال کو سرے کرے اور اُس کے فریضے سے علوم و معارف حاصل کرے اور یہی ذرہ مع اس روح کے جو اس میں حلول کئے جاتے ہیں تمام کلیفات شریعہ کا مخاطب ہو اس کا اعادہ کیا جائیگا اسی کو نعمت ملیگی اور اسی کو عذاب ہو گا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اسی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے شبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بعثت قبر میں ہال ہونے۔ اس میں نعمت یا عذاب کئے دیئے جانے۔ اپنی قبروں میں بعض لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پروار دئے جاتے تھے سب ایک سرے سے ساقط ہو گئے جیسا کہ سچے طور پر بخور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں کچھ ایسی خصوصیات دیکھتے ہیں جو نفس تکلیف الٰہی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا اُس کے بعض اجزاء کے اعادہ کی ان میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں جو من فی العظام وہی من صلبکم الذی ینشاہا اول مرتبہ یعنی لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں اہل دیونکو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ دلچسپی ہوگی؟ تو اسے چھین کر لے آئے آپ کہہ دیجئے کہ انکو وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس مضمون بعثت اور اعادہ کی اس توجیہ کے ساتھ کیرا مکرر منطبق ہو گا جبکہ آپ نے ذکر کیا۔ تو میں کہوں گا کہ سابق الذکر توجیہ کا یہ مقتضی ہے کہ جس طرح اصلی اجزاء کے لئے کہ یہی انسانی ذرے ہیں بعثت ہو گا لیکن پیشتر جو اشکالات بعثت پروار دئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزاء یعنی خورات انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے منفع ہو گئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزاء کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات مندرج ہو چکے ہیں تو اب تکلیف انسانی کے اعادہ کے لئے جو اجزاء بنائے جائیں ہوا رہیں ہو سکتے اور شریعت نے جو اجزاء عین تکلیف کے اعادہ کئے جانے کی تصریح کی ہے اُس سے اسکے سوا اور اشکالات کا فوج کرنا مقصود ہے جو اہل جاہلیت کے خیال کے موافق ان کے اعادہ کئے جانے پروار دئے تھے کیونکہ بعثت کے ذکر کرنے کے وقت خیال کا خیال

صرف اسی شکل کی جانب جس کا وہ مشاہدہ کرتے تھے جاتا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ٹیڑیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے عموماً کرائیگی اور یہ اجزاء جو زمین کے اندر پھیلے ہوئے پڑے ہوئے کیونکر مجتمع ہو جائینگے پس نصوص نے ان کے انہیں اشکالات کو اس طرح رفع کیا کہ خدا قادر و علیم ہے اس پر وہ عاجز نہیں ہو سکتا پس ان ٹیڑیوں کو اسی طرح زندہ کر دیا جیسے کہ اُس نے پہلی مرتبہ ان کو پیدا کیا تھا اس کا علم تمام موجودات کو محیط اور اس کی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علیٰ ہذا القیاس ان کے اعتراضوں کو ایسے ہی اور بھی جوابات ہیں۔ اور یہ امر اُس توجیہ کے منافی نہیں ہوتا جو دوسرے سابق لکڑا اشکالات کے رفع کرنے کے لئے اصلی اجزاء یعنی انسانی ذروں کے اعلا وہ کئے جانے کے پارہ میں پیشتر بیان کی گئی ہے پس چاہئے کہ ذرا غور کر لیا جائے۔

انے صاحبو! جو کچھ میں اس سے پیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اُس کے بعد ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توجیہ اور اصلی اجزاء کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزاء کی مکمل کیا تفسیر اور اسکے علاوہ تفصیل میں نے اس مقام پر بیان کی ہے وہ سب پر وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تصریح موجود ہے یا ان کے درمبعث کا اسی تفصیل بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علماء شریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے اصلی اور زائد دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں اور اسکے ذریعے سے انہوں نے اُن شعبوں کو وضع کیا ہے جو مبعث وغیرہ پر وارد ہوتے ہیں اور میں آپ سے پہلے کہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے حلیل القدر کثیر علماء جیسے کہ امام رازی، ابوطاہر مصنف سراج العقول شغرائی، خازن، اور ایسے ہی اور علماء کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر نافع نہیں ہو سکتا اگر اصلی اجزاء سے جنہیں انہوں نے اعتراضوں کے جواب دینے کے لئے ذکر کیا ہے یہی ذرے مراد ہوں جو اس نص قرآنی کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مذکور ہیں جس میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کے لئے جانے کا بیان کیا ہے اور یہ کہ رحس انہیں ذرے کے ساتھ ملکر حقیقی انسان کے افراد ہوں اور یہ کہ زائد اجزاء سے انسانی ہیکلیں مراد ہوں اور انہیں علماء شریعت کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کا مقرر تمام ہیکل میں سے صرف قلب ہی ہے

ف
بیشتر وغیرہ
کا جہاں اعتقاد ہے
کہ نفس ہوا
جہاں ہے نبات
کے لئے کافی ہے
اور تفصیل میں اس
غرض سے کافی
ہے تاکہ دل
اور کمال تکمیل
اور جہاں ہاں تکمیل
پیدا ہوتے تھے
دن سے رہا ہے

پس سیکل جو برابر بدلتی اور تغیر ہوتی رہتی ہے حقیقی انسان کے لئے اس عالم میں اس کے اعمال کی انجام دہی اور علوم و معارف کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور اقرار پائیکا اور یہ ایسی بات ہے جس سے بحث پر جو پیشتر شکالات وارد کئے گئے تھے اُن کا مندرجہ ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے عقل و شرع کی کوئی مخالفت بھی نہیں لازم آتی۔ اور پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہوں کے جواب دینے کے لئے ان کے قائل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ انہیں اپنا اعتقاد درست رکھنے کے لئے صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انسان کے مع جوہر ہوتا ہے جس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور ایسے ہی تمام حیوانات کے بھی۔ اور خدا انسان کو اسکے مرنے کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس سے حساب لیگا۔ پھر اسے نعمت یا عذاب دے گا اور یہ سب کچھ ایسی کیفیت پر ہو گا جس سے کوئی محال لازم آئے اور میں اس کی تفصیل کرنا ضروری نہیں ہوا اسکو خدا ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ عقلاً ممکن ہے اور خدا کے علم و قدرت کی وسعت کے سامنے ایسی شے کا ہو جانا کوئی محال نہیں۔

پس احوال سائنس اس مقام میں فراغ کیجئے اور باریک بینی سے کام لیجئے کیونکہ آپ کو اپنے علوم میں کوئی شے ایسی نہ ملے گی جس سے تفصیل سابق میں کی ساری چیزوں میں سے کوئی بھی ناممکن ثابت ہوتی ہو جیسے انسان کے لئے روح کا ہونا وغیرہ۔

ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شے کسی چہ کیے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکے گی۔ تو سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں۔ سو اسکا کوئی علاج نہیں اور اگر آپ کہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیشتر کی جملہ باتیں عقلاً ممکن تو ہیں لیکن پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ان کے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے تو میں کہوں گا کہ یہ وہی پیشتر والا جواب یاد کر لیجئے جسے کہ میں اسی کی نظیر میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اسکا باعث اُن کے لئے وہ شرعی نصوص ہیں جو ان کے سچے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں جن میں امر کی تصریح موجود ہے اور وہ سب ملکہ تاویل کو بھی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ پس جب تک یہ امور عقل پر منطبق اور اسکے حکم کی رو سے ممکن ہیں اسوقت تک ان کے لئے اپنی ظاہری نصوص کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کی جانب مائل ہونا اگر

جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاکہ بحث و حشر گواہ کی نسبت یہ مشہور ہے کہ اسکے ارکان کی دلیل عقلی ہر جیسے
انسانی نظریوں کی اور اسکے وقوع خارجی کی دلیل نقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

لیکن اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو اسکے واقع ہونے کی بھی عقلی دلیلیں ظاہر ہوجاتی ہیں اگرچہ
وہ قطعی اور برہانی نہ سہی لیکن اطمینان بخش تو ضرور ہیں جنہیں عقلیں مان جاتی ہیں اور ان اصولوں
کی تسکین ہوجاتی ہے اور اگر ان سب کو یکجائی طور پر دیکھا جائے تو عقل کے نزدیک بحث کے
واقع ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں رہتا اسکے واقع ہونے کا پورا پورا یقین ہوجاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں اسکو سنئے جس میں
میں بعض توضیح کے کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑبایا ہے یا اسکا خوبی کے ساتھ اختصار کر دیا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ ان امور پر کہ خدا سے عالم موجود ہے وہ تمام صفات کاملہ کے ساتھ متصف ہے
اُس کی مخلوقات میں اُس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت اور انتہا درجہ کا عدل پایا جاتا ہے۔ اُن پر کسی مہربانی
اور رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ قطعی دلیلیں قایم کر دینے کے بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا

ہو بلا شک و شبہ یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا کیا ان کو عقل دی جس سے
وہ نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں۔ انہیں قدرت عنایت کی جس کے سبب سے بھلائی و برائی کے کرنے پر

قادر ہیں تو اُس کی حکمت و عدل کا مقتضایہ ہے کہ انہیں بے ادبی اور برائی سے اپناؤ کہ کرنے
جہالت۔ کذب۔ اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی۔ خلاصہ یہ کہ جتنے بُرے اور قبیح کام ہیں سب

منع کر دے۔ اور ان کو اچھے کام کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے
جس سے اُن کی زندگی منتظم اور باقاعدہ رہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ بغیر اسکے کہ اچھے کام کو ثواب

جزا کے ساتھ اور بُرے کام کو عقاب و سزا کے ساتھ متربط رکھا جائے یہ دونوں امور گز پورے نہیں
ہو سکتے اور چونکہ یہ جزا و سزا اس عالم دنیا ہی میں ہمیشہ نہیں مل جاتی اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا

عالم پایا جائے۔ جہاں یہ کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقلوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ عمدہ
چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اُسی سے محض ترہیب (ڈرنا) و

بحث و حشر کے
واقع ہونے پر
عقلی دلائل جو
متصف کے لئے
اطمینان بخش
ہیں ۱۲

فت
قیامت کی دلیل
۱۲

ترغیب و رغبت دلانا، کافی ہو جائیگی۔ کیونکہ نفس اور خواہش نفسانی دونوں انسان کو اس بات پر ابھارتے رہتے ہیں کہ وہ جسمانی خواہشوں اور لذتوں میں پھنسا رہے اور جب عقل کیساتھ یہ کشاکش لگی تو اس کے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مہج اور کامل معاون پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہو سکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر وعدہ و وعید۔ جزا و سزا مرتب ہو۔

علاوہ بریں عقل صریح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا ہے کہ نیکو کار اور بدکار میں فرق کرے سب کو ایک ہی لکڑی نہ مانے اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہتیرے بدکاروں کو انتہاءِ جبر کی راحت میں پاتے ہیں اور بہترے نیکو کاروں کی اس کے خلاف حالت ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فراق و امتیاز حاصل ہو

پھر یہ دیکھئے کہ اگر لوگوں کے لئے خوف معاذِ جبر نہ ہوتا تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑی بڑی فتنے برپا رہتے انتظامِ محاش میں بالکل خلل آجاتا۔ زندگی مشکل ہو جاتی اور مکلف کو ان امور کی سجاوٹ ہی کے لئے وقت ہی نہ ملتا جن کا کردہ مکلف بنایا گیا تھا اس لئے ضرور کوئی عالم جزا و سزا بنانا چاہئے تاکہ نظامِ عالم باقاعدہ اور فساد سے محفوظ رہے اور اگر کہا جائے کہ نظامِ عالم کے باقی رہنے کے لئے بادشاہوں کا خوف اور ان کی سیاست ہی کافی ہے اور نیز یہ کہ بدکار لوگ اس کو خوب جانتے ہیں کہ اگر گڑبڑ مچائیں گے تو اس میں ان کا بھی نقصان ہوگا اور وہ لوگ ان کے قتل کرنے اور ان کے مال و متاع کے چھین لینے کے درپے ہونگے پس اس خیال سے وہ فتنہ انگیزی سے خود ہی احتراز کریں گے تو ہم کہیں گے کہ محض بادشاہوں کا خوف اسکے لئے کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ یا تو بادشاہ کو اس قدر قدرت حاصل ہوگئی ہوگی جس سے اسے رعیت کا کچھ خوف نہ ہو اور یا وہ ڈرتا ہوگا۔

پس اگر وہ رعیت سے نہیں ڈرتا اور اسکے ساتھ ہی اسے معاذ کا بھی خوف نہیں تو اس وقت وہ ظلم اور نہایت بُری طرح سے اپنی رعیت کی ایذا رسانی پر پیش قدمی کرے گا کیونکہ اس کی خواہش نفسانی اس کی مقتضی قائم ہیں اور کوئی دنیوی یا اخروی مانع موجود نہیں۔ اور اگر وہ خود رعیت

تجارت کی
دوسری
دلیل ۱۱

—
دوسری
دلیل ۱۱

سے ڈرتا ہوگا تو اُس وقت رعیت اُس سے بہت زیادہ نہ ڈرے گی پس بادشاہ کا خوف اُن کو ظلم اور بربری باتوں سے روک نہ سیکے گا پس ثابت ہوا کہ بغیر اخروی خوف یا رغبت کے نظام عالم ہرگز پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا۔

حشر کی جوئی
دلیل

پھر سنئے کہ جب کسی حیم و حکیم اور عادل بادشاہ کی بہت بڑی رعیت ہو اور اُن میں بعض قوی اور بعض ضعیف پائے جاتے ہوں۔ تو اُس کی حکمت۔ رحمت اور عدل کا یہ مقصد ہے کہ کمزور و مظلوم کا قوی ظالم سے انتقام لے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو بہت بڑا حیم و حکیم اور عادل بادشاہ ہے اسلئے اُس کی حکمت۔ رحمت اور عدل کا بھی یہی مقصد ہونا چاہئے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں کا اپنے ظالم بندوں سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ یہ انتقام اس عالم دنیا میں تو حاصل ہوتا نہیں کیونکہ ہم بسا اوقات مظلوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت ذلت خواری۔ مقسوریت اور آبروریزی کے ساتھ اپنی عمر گزار دیتا ہے اسکا مال چھین لیا جاتا ہے۔ پس اس عالم کے علاوہ ضرور کوئی دوسرا عالم ہونا چاہئے جس میں یہ عدل اور یہ انصاف ظاہر ہو۔

حشر کی باخوبی
دلیل

اور لیجئے اگر انسان کے لئے معاون ہو تو انسان شرف اور مرتبہ میں تمام حیوانات سے گیا گذرا ہوگا۔ اور بیان اُس کا یہ ہے کہ دنیا میں تمام حیوانات سے انسان کے لئے زیادہ ضرر رساں چیزیں موجود ہیں کیونکہ باقی حیوانات کی یہ حالت ہے کہ جب تک اُن کو کسی قسم کی تکلیف یا بیماری پہنچ نہ جائے اُس سے پہلے پہلے اُن کے دل میں اسکا خیال بھی نہیں آتا انکا جی بالکل صاف اور خوش رہتا ہے کیونکہ وہ غور و فکر تو کر نہیں سکتے رہا انسان چونکہ اُسے عقل حاصل ہے اسلئے وہ ہمیشہ اپنے گزشتہ اور آئندہ احوال سوچا کرتا ہے پس بہت سی گزشتہ احوال کی وجہ سے اُسے طرح طرح کے غم و حسرت لاحق رہتی ہے اور اکثر آئندہ احوال سے اُسے طرح طرح کا خوف لگا رہتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ انسان کے لئے عقل کا ملنا دنیا میں بڑے بڑے ضرر اور سخت عو سخت نفسانی آلام کا باعث ہے یہیں جسمانی لذتیں سو اُن میں کیا انسان اور کیا باقی حیوانات سب مشترک ہیں کیونکہ گوہر کا کثیر گوہر ہی میں خوش ہے جیسے کہ عمدہ سے عمدہ ٹھائیاں انسان کو

لذیذ معلوم ہوتی ہیں پس اگر انسان کے لئے معاہدہ ہو جس کی وجہ سے اُس کی سعادت ظاہر اور حاکم
مکمل ہو سکے تو پھر اس کا قائل ہونا پڑیگا کہ کمال عقل اُس کے لئے غم و اہم کی زیادتی کا باعث ہوگا
اور کسی شے سے اُس کی تلافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جس کی یہ حالت ہو تو وہ ضرور بڑی ہی ذلت -
خوارمی - بدبختی اور شقت بے سود میں گرفتار ہوگا - اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادت اخروی حاصل
نہ ہو تو انسان تمام حیوانات حتیٰ کہ غلیظ کسے کیڑوں سے بھی گیارا ہوگا اور چونکہ یہ لامقطعاً باطل ہے
اس لئے ہم کو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے
نہ کہ دنیا کے لئے - ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا گویا نیک چلن اور شیر رکے درمیان میں امتیاز
کر دیتا ہے تاکہ اول کو ثواب - اور دوسرے کو عذاب پہنچائے کیونکہ جتنے شریر ہیں اُن کے لئے
آگ ہی مناسب ہے - وہ اپنے وجود کا ثمرہ اور حصہ دنیاوی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں نہ پانچویں
لئے دنیاوی لذتوں سے شریروں اور بدچلنوں کو سہم بالا لالہ پاؤں میں اور نیک لوگ اکثر بے لطف
رہتے ہیں -

اور اسی مقام سے اے اہل سائنس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے مخالفوں میں سے اہل شرائع کا آپ
کی نسبت یہ قول کہ آپ لوگوں کا مذہب خصوصاً معاہدہ کے انکار کے بارہ میں ایسا شر ہے جس کے مثل
کوئی شر نہیں بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آباد
ہی نہ رہ سکے - اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ نظام عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے کہ انسان کو اپنے
حقوق اور اُن اجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو اُن کے ذمہ ہیں اور اس کی معرفت پورے
پورے صحیح اور عام علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اس بات کا
خیال نہیں ہا کہ خواہشات - شہوات اور اپنے نفس کی محبت کا محض وہ قوانین جن کو علم قائم کرے گا
ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے - پس ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مل فاعل ہو جو نفوس کو ضرر رساں اشیاء سے باز رکھے
اور کوئی ایسا مہج ہو جو طریقی خیر کی پیروی کرنے اور راہ شر سے اجتناب کرنے کو ترجیح دیدہ اور وہ
مرجع معاہدہ و جزائے اعمال کا یقینی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر کو غور کر دیکھے کہ جب

ہدایت کا بیان کہ
انکارِ محبت کو بارہ
میں اہل سائنس کو
خیال نہ تھا شر ہے
کہ جس کے بارے کوئی
دوسرا شر نہیں

انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گھاس کی طرح اُگتا ہے پھر بلا اس بات کے کہ اُس کو مہین جانا ہو وہ دوسرے سے زائل ہو جاتا ہے اور اُس کے وجود کا فائدہ یہی حیوانی لذتیں ہیں جو مدت حیات میں اُسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اُس کے لئے حقوق اور واجبات کی معرفت کے کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر دئے ہوں لیکن جب اُسے یہ قدرت حاصل ہو گی کہ وہ بلا کسی شخص کی اطلاع کے کسی کو قتل کر کے اُس کا کروڑوں روپیہ کا مال لیلے یا کسی شریف کی آبرو ریزی کر کے بلا اس کے کہ کسی کو اس کی خبر ہو نہایت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اس وقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ تو انہیں جنہیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب سے اُس کو باز رکھ سکیں گے؟ ہرگز نہیں اور اس بات کا انکار کرنا محض دھینکا دھینگی ہے۔ پس جو شخص اس بات کو پورے طور سے سمجھتا ہو گا وہ انسان پر جب تک کہ اُسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اُسے دین سے علاقہ ہے اور وہ معاد کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ معاد کے معتقد ہیں تاہم اُن میں وہ وہ فساد ظاہر ہوتے ہیں جن کا کچھ ٹھکانا نہیں۔

پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد انہیں نہ ہوتا تو اس وقت اُن کی کیا حالت ہوتی بلا شک اگر وہ فساد اب رانی کے برابر ہے تو جب پہاڑ ہی بجاتا۔ علاوہ بریں جن فرقوں میں آج کل علم کا خوب چرچا ہو رہا ہے وہی ضرور اور برائیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ بڑوں جو علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے اُن میں روز افزوں بُرائیاں بڑھتی جاتی ہیں حرام کاری جس سے کہ لوگوں کے نسب ضائع ہوتے ہیں اور باہم مدد اور ہمدردی کا شیرازہ کھلتا ہے پھیلتی جاتی ہے قتل خودکشی۔ مسکراؤر غشی اشیار کے ہتھمال سے عقول کو زائل کرنا اپنے علوم اور صنعتوں سے لوگوں کے مال چھیننا۔ دغا بازی کرنا۔ فریب دنیا اور ایسے ہی بہت سے اور اخلاق و عادات جن سے اجتماعی مہیت کے نظام میں خلل واقع ہو وہ ہند لوگ اختیار کرتے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سوائے اسکے کچھ نہیں کہ جن علوم میں انہوں نے

ترقی کی سے اُس میں اعتقاد و معاد کا کوئی حصہ شامل نہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر معاد کا اعتقاد باقی لوگوں میں قائم نہ ہوتا تو یہ فرق ہلاک ہونے لگتے اور صفحہ ہستی سے اُن کے نام و نشان مٹنے کا لگا لگا جانا اور آپ کی جس بات سے زار و قطار روتی ہوئی عورت بھی ہنس پڑے وہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ خیال کیا کہ علم جب تک کہ تمام انسانی افراد میں پورے طور سے عام نہ ہوگا اُس وقت تک نظام عالم کی درستی کا متکفل نہیں ہو سکتا۔ تو علم کے اس امر کے واسطے متکفل ہونے کے لئے آپ نے یہ شرط لگا دی کہ وہ عام اور عام ہو پھر آپ کہنے لگے کہ ضرور کوئی نہ کوئی دن ایسا آئیگا۔ لیکن ہاں ہے یہ بہت ہی بعید۔ اور کیا عجب کہ ہزار پشتوں کی ضرورت پڑے۔

پس معاد کے اعتقاد چھوڑنے اور اپنے علم سے وہی تباہی امیدیں رکھنے کے اعتبار سے آپ لوگوں کی مثال اُس احمق طبیب کی سی ہے جو اپنے مریض سے جسے کوئی مرض قاتل لاحق ہو یہ کہتا ہو کہ تو پرہیز کرنا چھوڑ دے اور جوجی چاہے کھایا کر اور میں اتنے اتنے برسوں کے بعد تجھے ایسی دوا لا دوں گا جس سے تجھے بالکل شفا ہو جائیگی اس موقع پر تو یہ مشہور مثل کہ تا تریق از عراق آوردہ شود مارگزین مودہ شود پوری پری صادق آگئی۔ علاوہ بریں یہ کوئی عقلمندی حسن تدبیر۔ اور دراندیشی کی بات نہیں ہے کہ اگر آپ معاد کے منکر ہوں تو عام لوگوں میں اس کی تشہیر بھی کریں۔ اور اپنے نوجوانوں کو اس کا سبق پڑھایا کریں جب تک کہ جس علم کی نسبت آپ کا گمان ہے کہ صرف وہی نظام عالم کے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے آپ کو تمام اور عام نظر نہ آنے لگے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے اس باطل مذہب (انکار معاد) کو شہرت دے کر عالم میں خرابی کے دروازے کھولتے ہیں عام لوگوں میں اس خیال کے پھیل جانے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں خدا نخواستہ یہ خیال عام طور سے کیوں پھیلنے لگا۔ عقل سلیم تو اس سے صاف صاف انکار کرتی ہے خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کو ایسے امر کی ہدایت کرے جس میں مخلوق خدا کی بہتری ہو۔

اور میں آپ سے محض خیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ ذرا دور اندیشی اور احتیاط سے کام لے لیں اور یہ خیال کر لیں کہ اگر آپ معاویہ کی تصدیق کر کے اُسکا سامان کر لینگے پس اگر یہ واقعہ امر ہوا تو آپ کو نجات مل جائیگی اور اگر بالفرض باطل ہی ہوا تو آپ کا یہ اعتقاد رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہو گا غایت سے غایت اس موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جسمانی لذتیں آپ سے فوت ہو جائیں گی لیکن عاقل کے لئے تو ضروری ہے کہ ان لذتوں کی ذرا بھی پروا نہ کرے ایک تو اسلئے کہ یہ نہایت ہی ذلیل ہیں کیونکہ اس میں کتنے کیڑے مکوڑے یہاں تک کہ غلیظ کے کیڑے بھی مشترک ہیں اور دوسرے اسلئے کہ وہ فانی۔ سیرج الزوال اور منقطع ہونے والی ہیں۔ پس اُن کی حرص کرنا اس شے کے بارے میں احتیاط اور دور اندیشی سے کام نہ لینے کے مساوی نہیں پھیر سکتا جبکہ نئے نوجوان خوف و اندیشہ ہو۔ مذکورہ اوصاف شرعی مسائل میں سے جبکہ آپ انکار کیا کرتے ہیں اب ایک مسئلہ اور باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ آسمان سے بارش کے نازل ہونے کا مسئلہ ہے۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے علمی تجربوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بارش اُن سجرات سے بنتی ہے جو زمین اور سمندروں سے اُٹھا کرتے ہیں اور ہوا کے سرد طبقہ (طبقة زمهریر) تک چڑھ جاتے ہیں۔ پس وہاں سردی پا کر جمع ہوتے ہیں۔ اور پھر برس پڑتے ہیں اور یہی بارش کلماتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شریعت کی وہ متواتر نصوص جو بارش کے بارہ میں مدار اعتقاد میں دو قسم کی ہیں بعض تو بارش کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور بعض یہ تصریح کرتی ہیں کہ بارش بادلوں سے نازل ہوتی ہے پھر لفظ سار کا اطلاق عربی لغت میں چند معانی پر آتا ہے جیسا کہ کتب لغت میں موجود ہے سماء بول کر کبھی آسمان مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے کبھی چھت۔ کبھی وہ شے مراد ہوتی ہے جو کسی دوسری شے کے اوپر ہو۔ کبھی بادل کبھی بارش اور پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ اُس وقت تک اپنی شرعی نصوص کے ظاہر ہی اور متبادر معنی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اسکے خلاف

ف
آسمان سے نازل ہونے کا
مسئلہ اور توہین
عقلی پر اس کی
تعلیق کا

قائم نہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسی دلیل قائم ہو جاتی ہے تو نص میں عقلی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے تاویل کر دیتے ہیں۔ اور اس کو ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی طرف پھیر دیتے ہیں اسی بنا پر نزول بارش کے بیان میں جو سار کا لفظ واقع ہوا ہے وہ اُسکے بھی ظاہری معنی کا اعتقاد کرتے ہیں یعنی یہی جسم مراد لیتے ہیں جو مکملہ کا مسکن ہے جیسا کہ یہی معنی بکثرت شرعی ملاقات میں مراد ہیں اور یہ مراد لے کر ان مخصوص کو جن سے کہ بارش کا سما (آسمان) سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے ان مخصوص کے ساتھ جو بادل سے بارش کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں تطبیق دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ بارش کو آسمان سے ان مجتہد اجزوں پر جنہیں کہ بادل کہتے ہیں نازل کرے

پھر ان سے زمین پر نازل کر دے اسی لئے شرعی مخصوص کبھی تو ہن مقام کو ذکر کرتی ہیں جہاں سے پانی او لانا نازل ہوتا ہے اور کبھی اُس مقام کو جہاں سے ثنائیا نزول ہوتا ہے۔ اور خدا سب سچوں سے سچا ہے اور اگر ان کے نزدیک آپ کا قول کہ بارش محض زمین اور سمندروں کے بخارات ہی سے بنتی ہے ثابت ہو جائے اور کوئی قطعاً دلیل اس پر قیام ہو جائے تو انہیں سابق الذکر قاعدہ کے موافق ان مخصوص کی تاویل کرنا جائز ہو جائیگا جن سے بظاہر بارش کا آسمان سے نازل معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دینکے کہ ان مخصوص میں لفظ سمار سے بھی بادل ہی مراد ہے اس تاویل کو سورۃ بقرہ کی تفسیر میں امام رازی نے ذکر کیا ہے اور شیخ شرنبلالی نے بھی مراتی الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، یا یوں کہا جائے کہ جبکہ بارش سماوی اسباب سے نازل ہوتی ہے اور منجملہ ان کے حرارت آفتاب ہے جس سے کہ اجزاء مائے زمین سے سمندروں اور وریاؤں سے بخار نکرتا ہو اور سردی کی وجہ سے بادل بنکر برس پڑتے ہیں تو گو حقیقتہً بارش بادلوں ہی سے نازل ہوتی ہو لیکن آسمان کی جانب مجازی نسبت ہو جائے گی اور یہ نسبت باعتبار سمیٹ کے صحیح ہے اور اسد تو مسبب لاسباب ہی ہے اس تاویل کو حقیقی افندی نے سورۃ النبا کی تفسیر میں ذکر کیا ہے

ف

ابن سائس کو چاہئے
کہ جو شرعی امور کو
عقلی قواعد کے
خلاف معلوم ہوں
وہ علماء و فاضلین
پریش کنے لگیں
تو حرم و ریاضتوں
اور زنا و تظہوں سے
بچتے ہیں ۱۱

ابن سائس کا بیان کہ
صرف عید پر نئے
بعض نادانوں کو
یہ کہتے تھے ستا
کہ اگر کھانا چڑھا
دین کے موافق نہیں
لانا جاسکتا کیونکہ اگر
سے زمین کی کربت
لازم آتی ہے اور اس
بات کو بیان کر دین
کی کربت بلاعت
اسلامی دین کے
مافیہ جاسکتی ہے ۱۲

پس اے اہل سائس اس بیان کے بعد بتائیے کہ اس مقام پر مخصوص میں کونسا اشکال باقی رہ گیا
جبکہ وہ نہایت ہی قریب تاویل سے عقل کے موافق ہو سکتی ہوں۔ ابھی اور کثرت شرعی نصوص
باقی ہیں جن کی نسبت میرا خیال ہے کہ اگر آپ اُن پر مطلع ہوں گے تو شروع شروع میں مضروب
اُن کا انکار کریں گے کیونکہ آپ کو اُن کی توجیہ تو معلوم ہوگی نہیں اور نہ آپ یہی جانتے ہوئے گئے
کہ علماء شریعت نے اُن کے معافی کی نسبت کیا کیا کہا ہے۔ اور اُن کا کیا اعتقاد ہے لیکن
جب آپ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے واقفکار علمائے دریافت کریں گے تو آپ کو
کوئی شے بھی ایسی نہ ملے گی جو قانون عقل پر بالکسی مخالفت کے صحیح طور پر منطبق نہ ہو جاتی ہو لیکن
شرط یہ ہے کہ اسلام کے اُن متجرب علمائے گفتگو کی جائے جو شرعی قواعد سے پورے طور سے
واقف ہوں اور اُن اقوال پر حاوی ہوں جو اُن جلیل القدر صحابہ کی زبان سے شرعی نصوص
کی تفسیر نکلتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دود و باتیں کرنے والے تھے ورنہ ان بیچاروں
سے کیا کام ملے گا۔ جنہیں سوائے رسوم عبادات اور احکام معاملات کے کچھ معلوم ہی نہیں اور
آپ اُن کو فاضل ترین علماء اور پختہ کار دانشمند و حکیم سمجھ لیں یہ لوگ تو آپ جیسے لوگوں کے ایمان
میں بسا اوقات سدرا ہو سکتے ہیں کیونکہ شرعی قواعد سے وہ پورے طور سے واقفیت تو رکھتے
نہیں اور نہ انہیں یہی خبر ہے کہ نصوص شرعیہ اور دلائل عقلیہ میں کیونکر تطبیق و یکجہتی ہے اور
کب وہی جاتی ہے اسلئے وہ اپنی غفلت اور نادان بینی کی وجہ سے ایسا طرز اختیار کریں گے جس سے
اپنے نزدیک تو اسلامی دین کی حمایت کریں گے لیکن نتیجہ اُس کا یہ ہوگا کہ بجلے رغبت اور
اسلام سے اُنس ہونے کے اُن کی تقریر سے الٹی نفرت پیدا ہوگی۔ پس ایسے لوگ
اسلام کے حق میں اُس کے دشمنوں سے بھی زیادہ مضرت رساں ہیں

زمین نے انہیں بیچاروں میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلامی دین میں بر عظم
امر کیہ کے وجود کا اعتقاد کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ اس سے زمین کا گول اور کر دمی ہونا لازم آتا
ہے اور یہ امر اسلامی اعتقاد کے خلاف ہے۔ ”دیہاں تاک اُن کی تقریر تمام ہوئی اب یہ خیال

تو کیجئے کہ اس غریب نے اپنی نادانی کی وجہ سے اہل اسلام کو امر محسوس اور مشاہدہ کو مقابلہ کرنے کی تکلیف دینا چاہی ہے اور اس کا سامان کیا ہے کہ اور قومیں اسلام کو دل لگی میں اٹھائیں۔ حاشا! کلام اسلامی دین ہرگز ایسا نہیں وہ استقدر سستی کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اسلام تو ایسا دین ہے کہ دنیا بھر کے دینوں میں سے اسی کو عقل میں سب سے بڑھ کر جگہ ملتی ہے اور اعتقادات باطلہ اور ایسی چیزوں کے ماننے سے جن سے کہ عقل سلیمہ انکار کرتی ہے سب سے زیادہ اسی میں کنارہ کشی کی گئی ہے اس غریب بیچارے کو اس تنگ طریق میں کلفت اٹھانے سے اس طرح خلاصی مل سکتی تھی کہ امر کیہ کے وجود سے جو تاثر اور مشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے انکار نہ کرتا اور جب یہی بات تھی جیسا کہ اُس کا گمان ہے کہ امر کیہ کے وجود سے جو تاثر اور مشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے انکار نہ کرتا اور جب یہی بات تھی جیسا کہ اُس کا گمان ہے کہ امر کیہ کے وجود کو ماننا زمین کی کر دیت کو قطعی طور پر مستلزم ہو جائیگا تو اُسے مناسب تھا کہ اسلام کے جلیل القدر علماء میں جو لوگ زمین کی کر دیت کے قائل ہیں جیسے کہ امام رازی اُن کے قول کو اختیار کرتا اور شریعت کی ظاہری نصوص کی جن سے کہ زمین کا پھیلا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے مناسب تاویل کر لیتا مثلاً اُس نص قرآنی کی تاویل میں جس میں یہ ہے وَالْاَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا یعنی اور اسے تعالیٰ نے اس کے بعد زمین کو بچھایا یہ کہتا کہ زمین کے بچھانے سے مراد اُس کی ظاہری سطح کو بود و باش کے قابل بنادینا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور اب یہ اعتقاد شریعت میں اُس وقت تک مضر نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان علماء کے اقوال میں سے کسی قول کے بھی موافق ہو جو دین اور شرعی نصوص کے سمجھنے کے بارہ میں قابل اعتماد خیال کئے جاتے ہیں اور جب تک کہ تاویل کی صحیح وجہ میں سے کسی وجہ پر بھی منطبق ہو سکے۔ لیکن اس بیچارہ کو اتنی سمجھ کہاں ہو یہ جان سکے وہ تو صرف احکام کے چند لفظوں کو جانتا ہے اور اسی کو نگہ مارا کرتا ہے کہ کہنے کو تو وہ دین کا دوست ہے لیکن نادان دوست اپنی نادانی اور عقل کی کمی سے

و شمنوں کی سی راہ چلتا ہے۔ خدا ہم سب کو راہ راست پر چلنے اور علم حق سے مزین ہونے کی توفیق دے آمین)

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب اس محمدی عالم کی گفتگو کا سلسلہ مادہ کے قدیم ماننے والے فرقہ کے ساتھ یہاں تک پہنچا اور اُس نے اپنے بیان سے جتنے شبہ کہ اُن کو شریعت محمدیہ میں ہوتے تھے سب کو زائل کر دیا اور انہیں دکھلا دیا کہ عقل سلیم کی نظر میں اُن کو مذہب کی کیا قدر قیمت ہے تو اپنی غفلت سے بیدار ہوئے نیند سے چونکے اور ان کی عفتلوں کو تنبیہ ہوا اور تباہی کے اُن کی فکر وں کو خلاصی حاصل ہوئی اور اُس عالم سے کہنے لگے اے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے والے ہم تیرے غایت درجہ شکمہ گذار ہیں تو نے جتنی دشواریاں ہمیں پیش آتی تھیں وہ زائل کر دیں اور ہمارے لئے راستہ صاف کر دیا لیکن اس سے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو نفع تھا وہ زائل ہوا ابھی اُن کی تصدیق کے لئے جو امر مقتضی ہو وہ تو باقی ہی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ مقتضی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں پر وہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قایم ہیں ہم دیکھ لیں کہ وہ سب صحیح اور اُن کے صدق پر کبھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اُس عالم نے جواب دیا کہ یہ کام تو آپ کا ہے اور خدا کے فضل سے آپ پر آسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں اُنہوں نے غور کرنا شروع کیا اور ان میں احب الاء تفصیلاً ہر طرح پر باب یک بینی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد انہیں نظر ہوا کہ ان دلیلوں کا صحت کے اعتبار سے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں خصوصاً سب کے سب ملکہ کیونکہ عقل سلیم اس کو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہو جائیں اور پھر بھی وہ دعوے صحیح نہ ہو رہا سب دلیلوں کا اتفاقی طور پر متفق ہو جانا اس کو عقل تسلیم نہیں کرتی علاوہ بریں

ابن مائسہ کورمانی
دین کی کتاب
طہان ہرج و مرج
اور اُن کا سلام
قبول کر لینا ۱۲

ان دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جن کے قائم کرنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی دخل نہیں اور ان کے اتفاقی طور پر حاصل ہو جانے کا سوا سے ہٹ دھرمی کرنے والے کے اور کون قائل ہو سکتا ہے؟ ان دلائل کی تفصیل اس فقرہ سے گفتگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تعلق نہیں لے گئے اور آئندہ بھی ان فرقوں پر رو کر تھے وقت جو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں شک ڈالنے کے درپے ہیں ایسا کلام آئینگیاسر مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھ لیا جائے یہاں مکرر بیان کرنے کی حاجت نہیں، پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول بنکر آنے کے دعوے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی۔ سدا کے وجود کا منکر ہو گیا۔ اسکے رسولوں اس کی کتابوں۔ بعثت و شہادت و جہنمی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ سب کا معتقد بن گیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اور ایمان بھی ایسا جو شافی و کافی بیان و توضیح سے ثابت ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور آپ کے پکے پیرو ہو گئے اور خدا سب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

خاتمہ

اور وہ علماء جو ان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور ان پر ان سب کی باریکیاں۔ اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے کوئی علمی علم بدرجہ حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ ان علماء علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اجالی دلیلیں قائم کرتے ہیں بڑھ کر خدا پر ایمان لانے اور اُس کے وجود کو ماننے کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب اشیاء کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ خدا سے پاک کے وجود پر سو اُس کے کہ اُس کی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اُس پر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس جب کوئی انہیں مصنوعات میں غور کرے گا۔ اور ان کی تفصیلی حالت پر اسے اطلاع ہوگی اُن کا استحکام اور یہ امر کہ اُن کے بنانے میں ضرور ارادہ اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اُس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق اُس کے نزدیک ماقطعاً اعتبار قرار پائیں گے تو اُس وقت آپ دیکھیں گے کہ ایسے شخص کے دل میں ایمان نے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جما لیا ہے اور آپ کو نظر آئیگا کہ ضلالت و گمراہی کی دُست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اُس پر اسکا جا دومرگز نہیں چل سکتا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جو لوگ ان کاجول میں داخل ہو تھے جن میں کہ عالم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑنایا جاتا ہے تو ان میں سے اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کلج سے نکلتے ہیں بلکہ اُس کے ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں اُن کے عقائد

ف
علم کائنات جانچ
والے خدا کے وجود
پر اس کے ذی قدر
وہی حکمت ہونے
پر سطح اور ارض
پر استعمال آنے
کیا وہ مستحق ہیں

کالونی میں جو ہیں کہ
سائنس طبعیات وغیرہ
علم کائنات پر کیا
جائے ہیں تعلیم
والوں کے عقائد
سجایا تو ت امان کے
خاکہ کیوں جو ہے
اور یہی اصلاح کی
کیا تیر ہے ۱۲

اسلامی عقائد سے کوسوں اور معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجد عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو مادہ اجزاء مادہ کی حرکت طبیعت قوانین قدرت فطرت وغیرہ شیاؤں کے حوالہ کرتے ہیں اُن کے نزدیک خدا کوئی چیز بنی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو نیچر ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی بے شعور نا سمجھہ نیچر سے ہو جاتا ہے۔ پس جب انہوں نے اننا بڑا اسلامی رکن منہدم کر دیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا ہے؟ اب اُن سے کس عبادت کی امید ہو سکتی ہے؟ اور اُن کی کون سی خدمت کو نسا ادب قابل ستائش ٹھہر سکتا ہے خصوصاً جب وہ فن طبعیات بھی ٹپہہ لیتے ہیں جب انہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ اُن کے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہو جاتے ہیں تب تو اُن کے مجددانہ خیالات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں کا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں وہ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور اُسکے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس اشکال کا جواب مجھ سے سنتے انشائے اللہ میں اس اعتراض کا شافی و کافی جواب دوں گا اور میں اپنے جواب سے اپنے اسلامی بھائیوں کو متنبہ کر کے اس امر کی طرف متوجہ کروں گا کہ وہ اس بلا سے بے درماں کے دور کرنے کی جانب راغب ہو جائیں جو کہ ان کی منسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے ورنہ آئندہ نسلوں میں جا کر اس کا علاج قریب قریب ناممکن کے ہو جائیگا اسلئے بہرہ سے کہ اس با وقعت اور قابل قدر بین کی حمایت کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اس کے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہو جائیں۔ پس سنتے کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات و علم حیوانات اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبعیہ جن میں کہ کائنات کے قوانین قدرت سے بحث کی جاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کربانی وغیرہ کے خواص بیان کئے جاتے ہیں اس میں تو ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے

وجود پر جسکے احوال سے ان علوم میں بحث کی جاتی ہے نہایت قومی لیلوں کے ساتھ دلائل کرتے ہیں اور اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری کائنات اُسی خالق کے آثار ہیں اور موثر پر اُسکے آثار ہی کو دیکھ کر استدلال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے مباحث میں عقل پر کائنات کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور اُس کے نزدیک یہ اظہار ہو جاتا ہے کہ ضروریہ چیزیں کسی قوی اختیار نے اپنے قصد اور ارادہ سے بنائی ہیں اور اُن کے بنانے میں اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور انتظام سے کام لیا گیا ہے اسلئے ان مباحث سے خدا پر بخوبی استدلال ہو سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ موثر پر استدلال کرنا بالکل آسان امر نہیں ہے اس استدلال کے طریقہ میں بسا اوقات بڑی شوریٰ اور پیش ہو جایا کرتی ہے یہاں قدم ذرا مشکل سے جھکنے پاتے ہیں اس موقع پر عقل کا لغزش سے بچا رہنا بڑا کام رکھتا ہے اسلئے کہ انسانی عقل جب آثار کو دیکھتی ہے اور اُن کے اسباب کے دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے اُس وقت اگر اُس نے باریک بینی سے کام نہیں لیا ہے تو وہ ظاہری سبب تک پہنچ کر رہ جاتی ہے اور اُسی کو موثر حقیقی اور سبب واقعی گمان کرنے لگتی ہے اور پھر اپنی رفتار کو وہیں ختم کر دیتی ہے اس وجہ سے جو لوگ علوم طبعیہ میں مشغول ہوتے ہیں اُن میں بعضوں کو جب ان آثار پر چرن سے کہ ان علوم میں بحث کی جاتی ہے اطلاع حاصل ہوئی اور وہ بغیر اسکے کہ باریک بینی سے کام لیتے اور بحث میں غور و فکر کرتے اُن آثار کے اسباب سے بحث کرنے لگے اور چونکہ انہیں کسی سچے دین کا اعتقاد یا ایسا ہی کوئی اور امر جو اُن کی فکر و دل کو متنبہ کرتا اور موثر حقیقی اور سبب واقعی تک اُن کی رہنمائی کرتا حاصل نہ تھا اسلئے اُن کی عقلیں مادہ اور قوانین قدرت تک کہ جو ان آثار کے ظاہری اسباب تھے پہنچ کر رہ گئیں اور انہوں نے فرض کر لیا کہ مادہ کے اجزاء بسیطہ کی حرکت ہی سب کچھ کرتی ہے پس وہ اُسی کے وجود کے معتقد ہو کر رہ گئے اور چونکہ اُن کی فطریں باریک بینی سے قاصر تھیں اس لئے اُن کی عقلیں اس امر سے متنبہ نہ ہو سکیں اور انہوں نے اس بات

میں غور نہیں کیا کہ آیا مادہ اور ان قوانین قدرت میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان تمام عجائباتِ عالم کے حقیقی سبب قرار پائیں یا ایسا نہیں ہے اور نہ انہوں نے اسی کو سوچا کہ دیکھیں مادہ میں یہ قابلیت موجود بھی ہے کہ اُسی سے ساری چیزیں صادر ہوں اور وہ مادہ کسی سے صادر نہ ہوا ہو یا اُسکو اس وجہ سے کہ اسکا حدوث لازمی امر ہے کسی دوسری شے کی بھی ضرورت ہے جس سے کہ وہ صادر ہوا ہو اس سبب سے یہیں پر وہ ٹھیک کر رہ گئے اور انہوں نے اپنی عقلوں سے اس سے آگے کچھ کام نہ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس امر کا تو اعتقاد کر لیا کہ تمام کائنات کے صادر ہونے کا حقیقی سبب مادہ۔ قوانین قدرت اور اس کے ذرات بسیط کی حرکت ہی ہے اور خدا کا عالم کے وجود کے منکر ہو گئے اور اس انکار کے ایسے عادی ہوئے کہ عالم میں جس اثر کو انہوں نے دیکھا مادہ اُسکی حرکت اور ان قوانین قدرت کی جانب جو اُس میں پائی جاتے ہیں منسوب کرنے لگے پھر اُسکو انہوں نے مختلف عنوانات سے تعبیر کرنا اختیار کیا جس سے وہ صرف اپنی من سمجھوتی کر لیتے ہیں پس کبھی تو کہتے ہیں کہ یہ اثر طبعیت کے فعل سے ہوا۔ کبھی کہتے ہیں قوانین قدرت کا فعل ہے اسی طرح پر اور مختلف عنوانات بھی ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اس نامتسام تحقیقات کے بڑے شہود سے معتقد بن گئے۔ پھر بعض کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ انہیں علوم کی رنگ آمیز یوں کی وجہ سے اُن مدارس میں سے جن میں کہ ان علوم کی تعلیم ہوتی ہے کسی مرید کے نیچر ہو گئے اور اُن کے پاس نوجوان ناواقف غالب علم ان علوم کے حاصل کرنے کے لئے آئے جنہیں اسلام کے سچے عقائد کی اطلاع تک نہیں اور نہ انہوں نے اسی سے اقیقت حاصل کی کہ کائنات کے بننے اور ان آثار کے حادث ہونے کی کیفیت کی نسبت مسلمانوں کو کیا اعتقاد کرنا چاہئے اور نہ انہوں نے اسی کو سمجھا کہ ساری کائنات زمین و آسمان کے موجد کے پیدا کر میں موجود ہوتی ہے اب ان علوم کے پڑھانیوالوں کو موقع ملا کہ اپنے ان ناواقف شاگردوں میں اپنے باطل خیالات اور غلط اعتقادات جو ان کے دلوں میں نا تمام تحقیقات کی وجہ سے جگر رہ گئے تھے علمی تحقیقات کے پیرایہ میں پھیلانے۔ پس جب کبھی انہیں عجائبات

میں سے کسی عجیب چیز پر اطلاع ہوئی یا اسرار کائنات میں کوئی راز اُن کو معلوم ہوا یا مصنوعات کی حکمتوں میں سے کسی حکمت پر اُن کو وہ اقصیت حاصل ہوئی تو بجائے اسکے کہ اپنے شاگردوں سے یہ کہتے کہ اس عجیب اثر کے ایجاد کرنے میں خدا کی حیرت انگیز صنعت کو دکھیو اور اس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت میں غور کرو انہوں نے اُن سے یہ کہا کہ تم نے دکھیا طبیعت کا کیسا تعجب چیز فعل ظاہر ہوا اور فلان قدرتی قانون کا کیسا عجیب و غریب اثر ہر علیٰ بنہ القیاس ایسی ہی اور خرب عقائد باتیں کہنا شروع کیں کاش اس موقع پر وہ یوں کہتے کہ تم نے فلان قدرتی قانون کو دکھیا کیسا عجیب و غریب اب اس سے سمجھ لو کہ جس نے عالم میں ایسی قدرتی قوانین جاری کئے ہیں وہ کیسا ابھرتا اور قادر مطلق ہوگا؛ لیکن انہوں نے یہ تو کیا نہیں بلکہ قوانین فطرت تک پہنچ کر رہ گئے اور اسی کی طرف تمام چیزوں کو مستند کیا کئے اور برابر اسی طریقہ کا انکے ساتھ برتاؤ کرتے ہے یہاں تک کہ یہی کیفیت انکے دلوں میں بوجہی جاگزین ہو اکی اور اسی قسم کے خیالات اُن کی عقلوں میں بھی منتقل ہوتے رہے خلاصہ یہ کہ مدارس میں بہنے کا دامن ختم بھی نہیں نے پاتا کہ اُس پہلے ہی انکے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ عالم میں سوائے طبیعت مادہ کے ذرات بسیط کی حرکت اور قوانین قدرت کے کوئی فاعل ہے ہی نہیں اور انکا یہ اعتقاد کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی خدا ہے بالکل نابل ہو جاتا ہے پس

عہ اس موقع پر نا سب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کو ظاہر کر دوں کہ قدرتی قانون نام کس چیز کا ہے۔ یہ سب نزدیک قانون فطرت کسی اختیار کا نام کرنے والے کے طرز عمل کا نام ہے اور اُس کی مثال ریل کی ٹیڑھی کی سی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ریل جب چلتی ہو وہ اسی طرف کھاتی ہے جبہ کہ اس کی ٹیڑھی کچی ہوتی ہے اسی طرح عالم میں جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہ قانون قدرت کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور جیسے کہ ریل کے چلنے کے لئے محض ٹیڑھی کا ہونا کافی نہیں بلکہ کسی ڈرائیور کی ضرورت ہو جو اسکو لگے لچھے اس طرح یہاں بھی کوئی نئی اختیار ہونا چاہیو احوال قانونی ترتیب کے موافق کرے اور جیسے کہ ریل کی ٹیڑھی کچھ اختیار کو اختیار کر کہ وہ جبہ جا ہے اسکو خبر دے اسی طرح خالق کائنات کو بھی اختیار ہے کہ جیسے کہ اُس نے اپنا طرز عمل ایک طور پر قرار کیا تھا جسکو قانون قدرت کہتے ہیں وہ جیسا اسکے کوئی دوسرا قانون قرار کرے پس جیسا کہ ریل کے چلنے میں موثر ہٹیم یا ڈرائیور سمجھا جاتا ہے اور ٹیڑھی کو کوئی موثر نہیں کہتا اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک حقیقت میں خدا موثر ہے اور قانون قدرت اسکا طرز عمل ہے جسکو کہ اُسے اپنے اختیار مقرر کر رکھا ہو اسلئے تو انہی ترتیب حقیقی موثر نہیں ہو سکتے اہل اسلام کے نزدیک قانون قدرت کا نام عادت اسد ہے ۱۲

ف
قانون قدرت کے
معنی ایک مثال
میں سمجھانا

جس وقت وہ مدرسہ کو چھوڑتے ہیں تو ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اُس کیساتھ ہی بلکہ اُس سے پہلے ہی کتابائی دین کو بھی خیر باد کہہ چکے ہیں اور اہل اسلام کو ان سے یہ امید ہوتی ہے کہ جماعت اسلام میں تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد میں ترقی ہوئی یہ لوگ دین سے واقف ہونگے ان سے اسلام کو نفع پہنچے گا شریعت محمدیہ کی حمایت کرنیگے اپنے ہم وطنوں کے کام آئیں گے ان کے کامیاب ہونے کی تدابیر بتلائیں گے لیکن حقیقت میں ان کی یہ ساری امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں ان کی کوشش بے سود ثابت ہوتی ہیں اور ان کو ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے جن کی نسبت وہ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی بہیں لوگوں میں ہو میں سہارکتعلیم یافتہ دینی بھائی ہیں اور واقع میں دیکھئے تو وہ دین سلطنت اور وطن کے لیے دشمن ہوتے ہیں عقائد ان کے اہل اسلام کے خلاف ہوتے ہیں ان کے طرز رفتار گفتار برتاؤ وغیرہ جس میں دیکھئے کسی میں اسلامی بونٹ نہیں پائی جاتی ان کے مقاصد اور ارادہ اسلامی شان کے بالکل خلاف ہوتے ہیں ان کی حالت دیکھ کر تو برا جی آتا ہے اور بے ساختہ منہ سے انا ملہ وانا الیہ راجعون نکلی جاتا ہے خدا ان کو ہدایت کرے پس ہی نوانا ان اسلام کے دوسرے مضوری ہو کہ اس مصیبت عظیمہ کا تدارک کریں خصوصاً ان کو تو انکو تو اس کا پورا انتظام کرنا پڑا ہے جو حاکمین اسلام میں ہو صاحب حکومت اور ذمہ دار بھی ہیں ان کو یہ خیال رکھنا چاہیو کہ ان کے لئے حتی المقدور صرف ایسی ہی اشخاص معلم قرار دیئے جائیں جن کا عقیدہ اسلام کے موافق صحیح صحیح ہوں طبعیت میں سلامت روی پائی جائے اسلامی تعلیمات کے صدق دل سے معتقد ہوں صرف نام ہی کے مسلمان ہوں بلکہ باوجود دہشتی عقائد کے شریعت محمدیہ کے اواب اخلاق سے بھی آراستہ ہوں اور ختم لامکان شریعت کے پورے پابند ہوں اس لئے کہ شاگرد کی مثال اپنے استاد کے اعتبار بالکل یمنی کی ہی ہے پس جیسے کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہے اسی کی صورت اُس میں منقش ہو جاتی ہے اور اور نظر آئے لگتی ہے اسی طرح جو استاد کی حالت ہوتی ہے وہی شاگردوں میں بھی سرایت کر جاتی ہے استاد کے خیالات کا شاگرد وہی بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے اور دوسرا امر یہ ضروری ہو کہ طالب علم ان مدارس (علوم طبعیہ کے مدارس) میں اُن وقت تک ہرگز داخل نہ کئے جائیں جب تک کہ وہ پہلے ایک کافی زمانہ تک دینی مدارس میں قیام نہ کر چکے ہوں اور وہاں رہ کر انہوں نے اپنے اسلامی عقیدے کو پورے طور سے صحیح نہ کر لئے ہوں

تا اس کے بعد شبہات یعنی سے اُن میں تزلزل آنے پائے اور لوگوں کی بے سرو پائیاں اور رنگ آمیزیاں
 ان کو پس و پیش میں ڈال سکیں آداب حسنہ سے اُن کی اصلاح ہو جائے اور عبادتوں کی بجا آوری کے
 عادی ہو جائیں اور اگر خیال ہو کہ اس امر کے التزام کرنے سے وہ وقت جو ان نبوی علوم کی تحصیل
 کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہاتھ سے جاتا رہیگا تو پھر یہ امر ضروری بلکہ نہایت ضروری ہو کہ انہیں
 مدارس میں ایسے علمائے رکھے جائیں کہ ان کو ہلکے عقاید اور احکام کی تعلیم دیا کریں اور اس ضرورت کا مقابلہ کر سکیں ان میں اس
 میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر ان کے چھوٹے کی وقت تک یہی عقاید اور احکام کی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری
 رکھا جائے چاہے تھوڑی سی دیر کیوں ہو لیکن ہو بلا ناغہ اور جب تک اُن کا ان میں قیام رہے اس زمانہ
 تک برابر علمائے ان کے عقائد و آداب عبادات وغیرہ کے نگران رہیں اور اُن کی اصلاح کرتے رہیں اور جہاں
 کہ میں نبی احکام بظاہر ان عقلی علوم کے مخالف معلوم ہوں ان میں باہم تطبیق دیں اور دینی امور کو عقلی
 دلائل سے طلبہ کو ثابت کر دکھائیں پس اگر دونوں شرطوں کی رعایت کیجا جائیگی جس میں اصل توبہ کہ جو
 اساتذہ ابن اس کے لئے انتخاب کئے جائیں وہ اسلام کے پابند ہوں اور ان کو عقائد اسلامی تعلیم کی وہی صحیح
 صحیح ہوں اور دوسرے کہ ان طلبہ کو اسلامی احکام کی عموماً اور عقائد اسلام کی خصوصاً کافی نگرانی کی جائے تعلیم صحیح
 اس امر پر کہ اسکولوں اور کالجوں میں داخل مغرب سے پہلے ہی اس کا انتظام کیا جائے عقلی علوم کے تحصیل کے بعد اساتذہ نبی تعلیم
 بھی جاری رکھی جائے تو پھر تعلیم یافتہ اشخاص کجروی پر ضرور محتو نظر رہیں گے ان کے دینی خصائل و آداب میں فتور
 نہ آنے پائے گا عبادات میں ان سے بے پرواہی ظاہر نہ ہوگی بلکہ اُن کو عقیدہ حق کے اور نہایت ہی سخت
 ہونگے خصوصاً اسوجہ سے کہ ان عقلی علوم کی تحصیل کے زمانہ میں ان کو خداوندی مصنفات اس کے حیرت انگیز
 افعال اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا جائیگا کیونکہ اس تقدیر پر جب کبھی کوئی عجیب
 صفت یا عجائبات قدرت میں کوئی راز مشاہدہ کرینگے تو اپنے مسلمان اساتذہ کو ہی کہتے ہوئے سنیں گے
 کہ خداوندی صنعت کو دیکھو اور اس عجیب و غریب مصنوع میں جو اس نے اپنی اعلیٰ درجہ کی پائنداری اور
 محکم حکمت سے کام لیا جو اس میں غور کرو پس اس وقت بلا تامل اُن کی زبان سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا
 نکالے گی اس کی تسبیح اور تہنیر میں مشغول ہو جائیں گے اس طرح خداوندی عظمت اُن کے دلوں میں مع زافوں

ترقی کرتی رہیگی اور اُسکی قدرت اُن کی نظروں میں نہایت ہی عظیم معلوم ہوگی پس ان مدارس میں
 اُنکے قیام کا وہ مانہ گزرنے بھی نہ پائے گا کہ اس سے قبل ہی اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور موصدین میں
 سربراہ اور وہ اور افضل شمار کئے جانے کے مستحق ہو جائیں گے اُس وقت بیشک مسلمانوں میں
 ایسے تعلیم یافتہ اشخاص پیدا ہو سکیں گے کہ اسلامی دین کی حمایت کریں اور اپنی قوم ملک اور ملت
 کے کام آویں اور جب تک یہ کیفیت نہ ہوگی اُس وقت تک ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو لوگ علوم
 عقاید حاصل کر کے تعلیم یافتہ اشخاص میں شمار کئے جانے لگے اُن سے اسلام یا مسلمانوں کو کچھ
 بھی نفع پہنچ سکتا ہے کیونکہ جب اُن کے عقائد جو اسلام کا رکن اعظم ہے وہ ہی درست نہ ہونگے
 تو اہل اسلام کو اُن سے کیا امید ہو سکتی ہے جب وہ خود ہی اسلامی تعلیم سے نا آشنا ہو رہی ہیں تو
 اہل اسلام کو بحیثیت اسلام کے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں دنیاوی فوائد تو دین کے مقابل میں دنیاوی
 فوائد کی اُس شخص کی نظروں میں جو مسلمان ہے ہرگز وقعت نہیں ہو سکتی بلکہ اسلامی مقصد کے
 بالکل خلاف ہے بفرض محال اگر اُن سے اس حالت میں دنیاوی نفع کی امید بھی کی جاوے تو دینی
 ضرر کے مقابلہ میں جو اُن سے پہنچے گا اس کی کوئی قدر نہیں کی جاسکتی علاوہ بریں اس میں اُنکی
 خصوصیت ہی کیا ہوئی دنیاوی نفع کے پہنچانے میں انسانی ہمدردی کے موافق تو غیر تو میں بھی
 برابر ہیں۔ میری اس تقریر سے یہ سمجھا جائے کہ میرا مقصود اعتراض کرنا ہے میری اسلامی ہمدردی
 مجھ کو مجبور کرتی ہے کہ اپنے بھائیوں کو ذرا متنبہ کر دوں (آب میں خدے پاک سے اس امر کی
 التجا کرتا ہوں کہ ہمارے حکام کو ایسے امور کی توفیق دے جس میں امت محمدیہ کی بہتری ہو اور اُنکو اپنی
 فضل و کرم کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس کا اجر جزیل
 عنایت فرمائے۔ آمین۔

تَمَامُ شَدُّ

سہ خط و مدانی کے اندر ترجمہ کی تحریر ہے